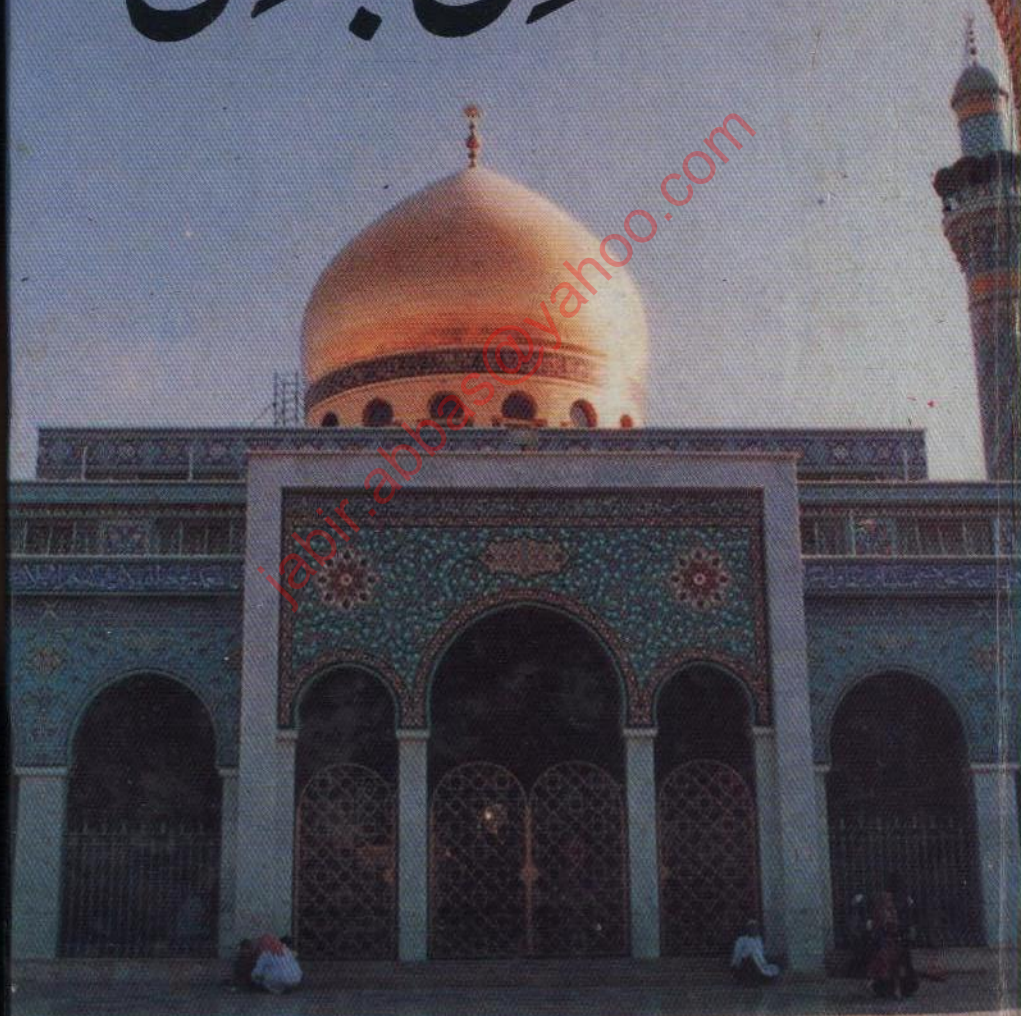


مَخَافِلُ مَجَالِسِ مَعْصُومِينَ سَازِشِ چارده



عرضِ ناشر

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں یہ صلاحیت عطا فرمائی کہ ہمارے بزرگوں کا قائم کردہ ادارہ نظامی پریس بکڈپو اپنی قدیمی خصوصیات کے ساتھ قائم ہے۔ ذاکر خاص آل عبا جناب حسن رضا صاحب لکھنوی مرحوم کی حدیث خوانی کی نایاب کتاب 'محافل و مجالس چہارہ معصومین' زیور طباعت سے آراستہ ہو گئی۔ ولادت چہارہ معصومین کے چودہ فضائل ساتھ میں ایک ایک قصیدہ ہر معصوم کی شان میں تحریر ہے۔ اور گیارہ مجالس شہادت چہارہ معصومین کے ہیں۔ مومنین و مومنات اس سے فیوض حاصل کریں۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۹۷۴ء میں میرے والد مرحوم نے شائع کی تھی۔ آجکل ایسی فضائل و مجالس کی کتاب کی ضرورت ہے جس میں یکجائی فضائل و مجالس ہوں۔ میں نے سوچا یہ نایاب کتاب ایک عرصے سے دوبارہ نہیں شائع ہوئی۔ لہذا اسی کو پہلے شائع کروں۔ تحریر بہت ہی سلیس اور عام فہم ہے۔

میں اس کتاب کو چہارہ معصومین کی خدمت بابرکت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔ اور خداوند کریم سے گزارش ہے کہ اس کا اجر ثواب میرے والد مرحوم سید نجم الحسن صاحب طاب ثراہ کی روح کو عطا فرمائے۔
(آمین) ————— والسلام

سید وصی ظہیر نقوی

(قیمت مجلد)

۸۰ روپے

(ناشر)

نظامی پریس بکڈپو، وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

فون 267964

مطبوعہ نظامی آفٹ پریس لکھنؤ

دسمبر ۱۹۹۸ء

خدا نے خلق فرمایا تو وہ نور ہزار سال تک پروردگار عالم کے سامنے ایستادہ رہا نظر رحمت ڈال کر فرمایا أَنْتَ الْمُجْتَبَىٰ اے حبیب ہمارے تو ہی برگزیدہ ہے تمامی خلایق میں اور تو ہی میرا مقصود تمامی عالم میں جب یہ خلعت دے چکا تو بارہ حجاب پیدا کئے حجاب قدرت حجاب عظمت حجاب منت حجاب رحمت حجاب سعادت حجاب کرامت حجاب منزلت حجاب ہدایت حجاب نبوت حجاب رفعت حجاب ہیبت حجاب شفاعت حکم ہوا اے نور داخل ہو جا حجاب قدرت میں پس قیام کیا اس نور نے حجاب قدرت میں بارہ ہزار سال اور یہ تسبیح پڑھتا رہا سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَىٰ اور حجاب عظمت میں گیارہ ہزار سال رہا اور یہ کہتا رہا سُبْحَانَ عَالِمِ السَّيْرِ اور حجاب منت میں دس ہزار سال یہ تسبیح پڑھتا رہا سُبْحَانَ مَنْ هُوَ قَائِمٌ لَا يَأْهُو اور حجاب رحمت میں نو ہزار سال یہ پڑھتا رہا سُبْحَانَ الرَّفِيعِ الْأَعْلَىٰ اور جب حجاب سعادت میں آیا تو آٹھ ہزار سال تک یہ کہتا رہا سُبْحَانَ مَنْ هُوَ دَائِمٌ لَا يَسْهُو اور حجاب کرامت میں سات ہزار سال تک یہ تسبیح پڑھتا رہا سُبْحَانَ الْعَلِيمِ الْكَرِيمِ اور حجاب منزلت میں جب آیا تو چھ ہزار سال تک یہ کہتا رہا سُبْحَانَ مَنْ هُوَ غَنِيٌّ لَا يَفْتَقِرُ اور حجاب ہدایت میں جب پہونچا تو پانچ ہزار سال تک یہ پڑھتا رہا سُبْحَانَ ذِي الْعَرْشِ الْعَظِيمِ اور حجاب نبوت میں چار ہزار سال رہ کر یہ کہتا رہا سُبْحَانَ رَبِّ الْعَزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ اور حجاب رفعت میں جب آیا تو تین ہزار سال یہ پڑھتا رہا سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوتِ اور حجاب ہیبت میں دو ہزار سال تک یہ کہتا رہا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حَالُ لَادَتْ جَنَابُ سَالْتَابُ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ أَقَلُّ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي - یہ کلام بلاغت نظام ہے اُس کا جس کا نور خدا نے سب سے پہلے خلق فرمایا جس کا نام توریت میں اُچید ہے اور زبور میں ماحی ہے اور انجیل میں احمد ہے اور قرآن میں محمد ہے یہ کلام اس کا ہے جس کی خلقت سے دنیا کی خلقت ہوئی اگر یہ صاحب کلام نہ ہوتا تو پھر دنیا میں کچھ نہ ہوتا نہ پیغمبر ہوتے نہ نبی نہ امام ہوتے نہ نائب نہ انسان ہوتے نہ جنات نہ باغ ہوتے نہ گلستان نہ پھول ہوتے نہ ان کی خوشبو نہ سمندر ہوتے نہ دریا نہ انہار ہوتے نہ جبال نہ سبزہ ہوتا نہ چٹیل میدان نہ چمن ہوتے نہ بلبل نہ درخت ہوتے نہ شاخیں نہ گل ہوتے نہ سنبل نہ بہشت ہوتا نہ دوزخ نہ جنت ہوتی نہ ناز نہ فرشتے ہوتے نہ حوریں نہ زمین ہوتی نہ آسمان نہ آدم ہوتے نہ آدمی معلوم ہوا کہ سب خلقت عالم ہی وہ جناب تھے جنہوں نے یہ فرمایا کہ سب سے پہلے اگر خدا نے کچھ خلق فرمایا تو میرا ہی نور تھا۔ واہ رے بنانے والے کیا قدرت ہے تیری اس وقت تو بنانیوالا تھا اور یہ اکیلے بننے والے تھے تو نے بنا کے اس بننے والے کو دیکھا اور اس نے تیری قدرت کا نظارہ کیا تعریف تیرے بنانیکی کیا کی جائے جس کو تو نے بنایا اس کی تعریف تو نہا ممکن ہے ایسا بنایا کہ بنانے کے بعد کہہ دیا تَوَالَاکَ لَمَّا خَلَقْتَ الْاَفْلَاکَ نور رسول کو جب

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اور حجاب شفاعت میں ایک ہزار سال رہا اور یہ کہتا رہا سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ اب پہلے ان بارہ حجابوں کو سمجھ لیجئے کہ خدا نے بارہ حجاب کیوں پیدا کئے یہ بتا دیا کہ اے حبیب ہمارے بس جانشین تمہارے یہی بارہ ہوں گے میں محمود ہوں اور تم محمد ہو اور یہ بارہ بھی محمد ہی محمد ہوں گے جب ہی تو رسول اللہ فرما گئے اَوَّلُنَا مُحَمَّدٌ وَآخِرُنَا مُحَمَّدٌ وَآدُسَطُنَا مُحَمَّدٌ وَكُلُّنَا مُحَمَّدٌ یعنی ہمارے وصی جتنے ہوں گے وہ سب محمد ہی محمد ہوں گے۔ کیا اہتمام قدرت تھا ہمارے رسول کے پیدا کرنے میں پہلے نور محمدی کو خلق فرمایا پھر بارہ حجاب میں داخل کیا اسکے بعد بیس دریا علم کے پیدا کئے اور حکم دیا کہ اے نور ہر دریا میں جا اور غوطہ زنی کر پس وہ نور دریائے عزت دریائے صبر دریائے خضوع دریائے تواضع دریائے کرم دریائے رضا دریائے وفا دریائے پرہیزگاری دریائے خشیت دریائے انابت دریائے عمل دریائے صدق دریائے امانت دریائے جود دریائے سخا دریائے ہدایت دریائے شفاعت دریائے حیا دریائے حلم دریائے علم میں غوطہ زن ہوا جب آخر دریا سے باہر آیا تو خداوند عالم نے ارشاد فرمایا کہ اے حبیب تو تمام میرے بندوں سے بہتر ہے تمام پیغمبروں کو افضل ہے تو ہی آخر رسول ہے تو ہی شفیع روز جزا ہے تو ہی خلائق میں اعلیٰ ہے تو ہی وہ ہے کہ سب سے پہلے تجھ کو پیدا کیا اور سب کے بعد دنیا میں تجھ کو بھیجوں گا تو ہی وہ ہے کہ دنیا میں ظاہر ہونے کے بعد تجھ ہی کو ایسے مقام پر بلاؤں گا جو قَابِ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ہے۔ اے حبیب وہ ایسا مقام ہے کہ سوائے تیرے کوئی نہیں آسکتا اگر سردار

ملک بھی آوے تو اس کے پر جل جاویں اُدھر خداوند عالم تو یہ خطاب کر رہا تھا اُدھر ہر خلعت پر سجدے ہو رہے تھے جب خطا ختم ہوئے اور آخری سجدے سے فارغ ہوئے تو ایک لاکھ چوبیس لاکھ قطرے جبین مطہر سے گرے سبحان اللہ کیا قطرے تھے اور کیا وقار ہوا ان قطروں کا کہ نور خداوند عالم نے اپنی قدرت سے ایک ایک قطرہ کو ایک ایک پیغمبر بنا دیا اس مقام پر کسی شاعر کا شعر ہے اور اس شعر میں شاعر نے وہ وقت نظم کیا ہے جس وقت کہ قطرے جبین انور سے ٹپک رہے تھے اور پیغمبر بن رہے تھے۔ شعر
جتنے صدف تھے نور وہ گویا ہر سستے تھے اچھا صاحب تھا کہ پیغمبر ہر سستے تھے
جب انوار پیغمبران بن چکے تو نور محمدی کے گرد پھرنے لگے یعنی طواف کرنے لگے بلکہ یہ کیوں نہ کہوں کہ نور رسول پر صدقہ ہونا اپنا فخر سمجھنے لگے اور بہت ممکن ہے کہ جس وقت یہ انوار رسول کے گرد پھر رہے ہوں تو صلوٰۃ بھی بھیجے جاتے ہوں محمد و آل محمد پر۔

غرض کہ خداوند عالم نے جب حضرت کے نور کو پیدا کیا تو اس نور کو صفی اللہ کے سپرد کیا۔ اُدھر تو یہ نور پشت آدم میں آیا اُدھر ملائکہ آکر سجدے کرنے لگے آدم عرض کرتے ہیں بار الہا میری پشت میں کیا ہے قدرت نے کہا نور محمدی۔ کہا کون محمد جواب ملا جس کو تم سے پہلے پیدا کیا اور سب کے آخر میں ظاہر کروں گا اور اے آدم یہ سمجھ لو کہ اگر ان کا پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو تم بھی پیدا نہ ہوتے اے آدم ابھی سے اسکی عزت و وقار کو دیکھ لو کہ میرے ملائکہ میرا سجدہ اور اس نور کی کیسی تعظیم کر رہے ہیں آدم کے بعد یہ نور جناب شیت کی پیشانی میں جلوہ گر ہوا۔

مقرر سے صلب الیاس میں صلب الیاس سے صلب مدر کہ
میں صلب مدر کہ سے صلب خزیمہ میں صلب خزیمہ سے صلب
کنانہ میں صلب کنانہ سے صلب نظر میں صلب نظر سے صلب مالک
میں صلب مالک سے صلب فہر میں صلب فہر سے صلب غالب
میں صلب غالب سے صلب لوتی میں صلب لوتی سے صلب کعب
میں صلب کعب سے صلب مرہ میں صلب مرہ سے صلب کلاب
میں صلب کلاب سے صلب قصبی میں صلب قصبی سے صلب عبد مناف
میں صلب عبد مناف سے صلب ہاشم میں صلب ہاشم سے صلب
عبد المطلب میں صلب عبد المطلب سے صلب عبد اللہ میں پس صلب
عبد اللہ سے مالک دو جہاں سردار کون و مکان اشرف الانبیاء
باعث خلقت آدم و بنی آدم شفیع روز جزا یعنی جناب محمد مصطفیٰ
ربیع الاول بروز جمعہ بطن جناب آمنہ سے اس دنیا میں تشریف لائے
اور اس عالم کو اپنے نور روشن سے روشن و منور فرمایا۔

عباس کہتے ہیں کہ جب جناب عبد اللہ پیدا ہوئے تو ان کے
چہرہ سے ایک نور مثل آفتاب چمکتا دیکھا اس وقت میرے باپ
نے کہا کہ اس پسر کی شان و شوکت بزرگ و ارفع ہوگی۔ پس ایک
شب کو میں نے خواب دیکھا کہ جناب عبد اللہ کی ناک سے ایک مرغ
سفید باہر آیا اور فوراً اڑ گیا پہلے مشرق کی اس نے سیر کی پھر مغرب کی
طرف جا کے واپس آیا تو خانہ کعبہ پر آکر بیٹھا یہ دیکھ کر تمام قریش نے
اس کو سجدہ کیا میں بہ حیرت اس مرغ کو دیکھتا رہا ناگاہ اسی مرغ
سے ایک نور ساطع ہوا اور اتنا بلند ہوا کہ اس نے آسمان و زمین کو

دل چاہتا ہے کہ اس وقت اپنے اور آپ کے رسول کا شجرہ ہی عرض
کردوں مگر پہلے ایک مرتبہ جوش میں صلوٰۃ پڑھئے ایک لاکھ چوبیس
ہزار پیغمبر آئے مگر ہر پیغمبر کے صلب میں یہ نور نہیں رہا بلکہ جو اصلاً
دار حام اس قابل تھے اس میں خداوند عالم نے نور رسول کو امانت
رکھا۔ مختصر یہ کہ نور محمد مصطفیٰ آیا شروع شجرہ صلب آدم میں صلب آدم
سے صلب شیث میں صلب شیث سے صلب انوش میں صلب انوش
سے صلب قینان میں صلب قینان سے صلب ہملائل میں صلب
ہملائل سے صلب الیازر میں صلب الیازر سے صلب اخنوخ میں
صلب اخنوخ سے صلب متوشلخ میں صلب متوشلخ سے صلب ملک
میں صلب ملک سے صلب نوح میں صلب نوح سے صلب سام
میں صلب سام سے صلب ارفخشذ میں صلب ارفخشذ سے صلب شالخ
میں صلب شالخ سے صلب عابر میں صلب عابر سے صلب فالغ میں
صلب فالغ سے صلب ارغو میں صلب ارغو سے صلب شروغ میں
صلب شروغ سے صلب ناخور میں صلب ناخور سے صلب تارخ
میں صلب تارخ سے صلب ابراہیم میں صلب ابراہیم سے صلب
اسمعیل میں صلب اسمعیل سے صلب قیدار میں صلب قیدار سے
صلب حمل میں صلب حمل سے صلب نبت میں صلب نبت سے صلب
سلامان میں صلب سلامان سے صلب ہمتع میں صلب ہمتع سے صلب
ایسع میں صلب ایسع سے صلب عد میں صلب عد سے صلب عود
میں صلب عود سے صلب عدنان میں صلب عدنان سے صلب معد
میں صلب معد سے صلب نزار میں صلب نزار سے صلب مقرر میں صلب

کو دیکھا میں نے کہ لباس پاکیزہ نہایت سفید پہنے ہوئے ہے میں سمجھی کہ بعد المطلب ہیں مگر وہ نہ تھے پس اس جوان نے میرے فرزند کو آکر اپنی گود میں لیا اور پیار کرنا شروع کیا اور لعاب دہن اپنا میرے بچے کے منہ میں دیا بعد اسکے میرے فرزند سے وہ باتیں کہنے لگا مگر وہ باتیں میری سمجھ میں نہیں آئیں اسکے بعد اس جوان نے تھیلی حریر سفید کی نکالی اور اس میں سے ایک انگوٹھی اپنے ہاتھ میں لی اور درمیان دونوں شانوں کے اُس سے مہر ایسی کی کہ اسی وقت نقش ابھر آیا اسکے بعد اس جوان نے کہا کہ مجھ کو خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ میں تجھ میں روح القدس بھوکوں یہ کہا اور ایک پیرا ہن حضرت کو پہنایا اور کہا کہ یہ امان ہے آفت ہائے دنیا کی تیرے لئے جناب آمنہ فرماتی ہیں کہ وہ جوان اسکے بعد نظروں سے غائب ہو گیا۔ مومنین و مسلمین کے خوش ہونے کا یہ محل ہے۔ اس رسول کو خدا نے پیدا کیا جو سب سے اعلیٰ سب سے بہتر ہے۔ ادھر رسول پیدا ہوئے شیطان کو آسمان پر جانے کی ممانعت ہو گئی قریش سمجھے قیامت آرہی ہے دنیا آخر ہو گئی جو جوت جہاں جہاں عالم میں تھے وہ سب کے سب منہ کے بھل گر پڑے۔ ایوان کسریٰ میں زلزلہ آگیا چودہ کنگرے اسکے گر پڑے دریا سادہ جس کی کفار پرستش کرتے تھے وہ خشک ہو گیا اور صحرائے سماوہ جہاں برسوں کبھی کسی نے پانی برستے نہ دیکھا تھا اس میں بہ بکرت ولادت پانی اتنا پیدا ہوا کہ موجیں لینے لگا۔ اور آتش کدہ فارس جو ہزار سال سے روشن تھا وہ گل ہو گیا ہر بادشاہ کا تخت الٹ گیا۔ تمام سلاطین گونگے ہو گئے اور کاہنوں کا علم بیکار ہو گیا سحر ساحروں کا

گھیر لیا جب میں بیدار ہوا تو میں نے ایک کاہنہ سے کہا کہ میں نے یہ خواب ایسا دیکھا ہے اس نے کہا اے عباس اگر خواب تمہارا سچا ہے تو صلب عبد اللہ سے ایک ایسا فرزند پیدا ہوگا کہ اہل مشرق و مغرب اس کے تابع حکم ہوں گے عباس اس خواب کے بعد منتظر رہے کہ دیکھیں تعبیر اس کی کب ظاہر ہوتی ہے اور کاہنہ کا کہنا کب صحیح ہوتا ہے یہاں تک کہ جناب عبد اللہ نے جناب آمنہ جو زبان قریش اور بزرگ قوم کی بیٹی تھیں ان سے عقد کیا اور عقد کے بعد کچھ زمانہ تک ساتھ رہا یہاں تک کہ حضرت عبد اللہ نے انتقال فرمایا بعد انتقال جناب عبد اللہ جناب محمد مصطفیٰ پیدا ہوئے تو میں نے دیکھا کہ وہی نور دونوں آنکھوں کے درمیان ساطع ہوا اور جب گود میں لیا تو خوشبو مشک و عنبر سے بہتر آنے لگی جناب آمنہ فرماتی ہیں کہ جب مجھ کو درد ذہن عارض ہوا تو میں نے کچھ آوازیں ایسی سنیں جو انسانوں کی آوازوں سے مشابہ نہ تھیں اور ایک علم سندس بہشت کا میں نے دیکھا کہ جس کی چھڑیا قوت کی تھی پھر بر اس کا ایسا تھا کہ اس نے آسمان و زمین کو گھیر لیا تھا اور اس سے ایسی روشنی پیدا تھی کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ تمام دنیا روشن و منور ہو رہی ہے اور قصر ہائے شام کو میں نے دیکھا کہ وہ نور سے مانند شعلہ آتش ہو گئے تھے یکایک اپنے گروہ میں نے بہت سے جانور سفید پر کھولے ہوئے دیکھے اور ایک عورت کو میں نے دیکھا کہ وہ مجھ سے خوش ہو ہو کے کہہ رہی ہے اے آمنہ یہ تیرا بچہ کوئی معمولی بچہ نہیں ہے بلکہ یہ وہ ہے کہ خدا کی خدائی میں اس سے بہتر آج تک نہ کوئی بچہ پیدا ہوا ہے اور نہ ہوگا اسکے بعد ایک جوان خوشرو

باطل ہو گیا جو کاہن تھا وہ اپنے ہمراد کو کھو بیٹھا اُدھر آسمان پر خوشیاں ہو رہی ہیں۔ ملائکہ سرور ہو رہے ہیں جناب آمنہ فرماتی ہیں کہ جب میرا فرزند زمین پر آیا تو اس نے ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر آسمان کی طرف سر بلند کیا اور آسمان پر ہر طرف نظر کی پس دیکھا میں کہ اس سے ایک نور ساطع ہوا کہ جس نے تمام اشیاء کو نورانی کر دیا جناب آمنہ متعجب ہو کے اس نور کو دیکھ رہی تھیں۔ اسی اشار میں ایک آواز ہاتف کی آئی کہ اے آمنہ اس بچے کی بہت حفاظت کرنا اس لئے کہ آج تیرے شکم سے وہ بچہ پیدا ہوا ہے جو بہترین خلق ہے اور اے آمنہ اچھی طرح سن لو کہ میں محمود ہوں اور تم اس کا نام محمد رکھو۔ اچھا بس ایک بچنے کا معجزہ عرض کر کے ختم کروں۔ لکھا ہے کہ جب جناب سالتنا پیدا ہوئے اور ان کی والدہ معظمہ نے چاہا کہ دودھ پلاؤں تو دیکھا کہ دودھ خشک ہے اب جناب عبدالمطلب یجد پریشان ہوئے کہ کیا کرنا چاہیئے حالت یہ تھی کہ اپنے کاندھے سے لگائے لگائے پھرتے تھے دودھ پلانے والی عورتیں آتی ہیں۔ مگر حضرت کسی کا دودھ نہ پیتے تھے ایک روز کا ذکر ہے کہ جناب عبدالمطلب حضرت کو اپنے کاندھے سے لگائے ہوئے جا رہے ہیں کہ ایک شخص راستے میں ملا کہنے لگا اے عبدالمطلب تمہاری گود میں کیا ہے فرمایا یہ ایک بچہ ہے جو بغیر شیر کئی روز سے تڑپ رہا ہے اس نے کہا ذرا کپڑا بٹاؤ صورت تو اس بچہ کی دیکھو جناب عبدالمطلب نے کپڑے کو ہٹایا اس نے جو ہیں جمال اقدس کو دیکھا کانپنے لگا کہنے لگا اے عبدالمطلب اس بچے کو بہت حفاظت سے پالنا یہ بچہ معمولی نہیں ہے بلکہ یہ ایک رازِ خدا ہے ہمیشہ حرام سے پرہیز کریگا بداصل عورتوں کا دودھ

ہرگز نہ پئے گا کوئی شریف قبیلہ کی عورت کو تلاش کرو تب یہ دودھ پئے گا یہ سنکر جناب عبدالمطلب اپنے رفیقوں سے کہنے لگے کہ ایسی عورت تلاش کر کے لاؤ جو حسب و نسب میں اچھی ہو لوگ متفرق مقام پر گئے پس ان میں سے ایک شخص دو آدمیوں کو لیکر آیا اور کہنے لگا اے عبدالمطلب یہ دونوں بھائی ہیں اور بہت شریف خاندان ہیں انکی بہن کے یہاں آج ہی لڑکا پیدا ہوا ہے آپ نے فرمایا جاؤ اور بہت جلد اپنی بہن کو لیکر آؤ تاکہ میرا بچہ دودھ پی لے حضرات یہ دونوں حلیمہ کے حقیقی بھائی تھے بہن کو لیکر آئے حلیمہ دائی جو آئیں تو ان کا قصہ نہایت عجیب تھا وہ یہ کہ ایک چھاتی میں دودھ تھا اور دوسری چھاتی میں پھوڑا شکل کر دودھ خشک ہو گیا تھا حلیمہ نے حضرت کو گود میں لیا اور منہ حضرت کا اس چھاتی کی طرف کیا جس میں دودھ تھا آپ نے نہ پیا اور منہ اس چھاتی کی طرف کیا جس میں دودھ نہ تھا حلیمہ نے پھر منہ اس طرف کیا جس میں دودھ تھا حضرت پھر مڑ گئے اور منہ اسی طرف لگا ناچلے تھے ہیں جس میں دودھ نہیں ہے۔ کئی مرتبہ یہی اتفاق ہوا حلیمہ چاہتی ہیں میں ذلیل نہ ہوں اور یہ راز میرا فاش نہ ہو۔ آخر حلیمہ کو غصہ آگیا کہنے لگیں کہ عجیب طرح کا بچہ ہے جدھر دودھ ہے اُدھر پیتا نہیں ہے اور جدھر دودھ نہیں ہے مجھ کو ذلیل کرنے کے لئے اسی طرف اپنا منہ بڑھاتا ہے یہ کہہ کر اسی غصہ کی حالت میں منہ حضرت کا اُسی خشک چھاتی میں لگا دیا۔ اب جبکہ رحمۃ للعالمین خشک چھاتی میں منہ لگائیں اور اس کی رحمت نہ ہو فوراً خداوند عالم نے بخاطر محمد مصطفیٰ اسی خشک چھاتی میں دودھ پیدا کر دیا اور اتنا پیدا کیا کہ اسی ایک چھاتی

(۲) ذکر معراج آنحضرت و وفات

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ اللَّهُ وَتَعَالَى مُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا
مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ
مِنَ السَّمَاءِ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔

”خداوند عالم قرآن مجید و فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے کہ پاک ہو
وہ جو لے گیا اپنے بندے کو راتوں رات مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک
اس لئے کہ اسکو اپنی نشانیاں دکھلاوے بیشک وہ سننے والا اور دیکھنے
والا ہے۔“ سبحان اللہ ہمارے رسول کو کیا شرف پروردگار عالم نے عطا
فرمایا کوئی طور تک گیا کوئی چوتھے آسمان تک مگر مسجد اقصیٰ تک کوئی نہیں
پہنچا موسیٰ کو یہ طور پر گئے حکم ہوا فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اور محمد مصطفیٰؐ جو گئے
تو نعلین پہنے ہوئے اگر طور نے موسیٰ کے کف پا کو چوما تو ہمارے رسول
کی نعلین کو عرش نے بوسہ دیا مفسرین نے لکھا ہے کہ فاخلع نعلیک
سے مراد یہ تھی کہ اے موسیٰ اپنے دل سے اپنے قرابت داروں کا خیال
ہٹاؤ تب آؤ اگر کسی کا خیال لیکر آئے تو پھر آنا بیکار ہے ایک نبی سے
یہ ارشاد اور ایک نبی سے یہ ارشاد کہ اے محمدؐ یہاں تو تم آگئے مگر اپنا
جانشین بھی کسی کو کیا۔ عرض کی تیرے بعد صالح نیکو کار کو معلوم ہوا کہ
رسولؐ اگر تھوڑی دیر کے لئے بھی کہیں جائیں تو ان کا فرض ہے کہ اپنا
خلیفہ اپنا جانشین چھوڑ کے جائیں کیونکہ بلا حجت خدا کسی وقت زمین
خالی نہیں رہ سکتی کہ یہ طور پر خدا نے برادر موسیٰ حضرت ہارون کا
کچھ ذکر نہیں کیا مگر شب معراج ہمارے رسولؐ سے خدا نے کہا کہ

کے دودھ سے سیر و سیراب ہو جایا کرتے تھے۔ صلوٰۃ۔

قصیدہ

اللہ بے جمال رُخ زیبائے محمدؐ خود خالق اکبر ہوا شیدائے محمدؐ
ہے خلد معنی چمن روضہ اقدس ہے عرش بریں گنبد خضرائے محمدؐ
محبوب خدا ختم رسل نور مجسم عالم میں بھلا کون ہو ہمتائے محمدؐ
آتش ہوئی کلزار خلیل احدی پر تھا اس کا سبب نور تجللے محمدؐ
موسیٰ ہوئے غش طور جس نور کی ضوسے ہلکا سا تھا عکس رُخ زیبائے محمدؐ
عیسیٰ کی تو معراج تھی تاجی چہارم تھا عرش بریں زیر کف پائے محمدؐ
شق القمر و شمس کی رحمت سے بظاہر لا ارب یہ ہیں تاج ایمائے محمدؐ
ہے آیہ مابینطق اس بات پہ حجت واحد ہے رضائے حق و منائے محمدؐ
ماں تھی فقط حسن پہ یوسف کے زلیخا سب جن و بشر رکھتے ہیں سودائے محمدؐ
کیوں ظلمت مرقد کا مجھے خوف ہوا آغا
دل میں ہے میرے شمع تولائے محمدؐ

حسبہ

اے رسول ہمارے جب یہاں سے جانا تو اپنے بھائی اور میرے
ولی خاص علیؑ کو میرا سلام کہنا چونکہ خدا جانتا تھا کہ رسول اللہ علیؑ کو
بہت چاہتے ہیں۔ اس وجہ سے یہ بھی کہہ دیا کہ تم اطمینان رکھو میں تمہارا
بھائی علیؑ کو بھی دوست رکھتا ہوں جناب موسیٰ حضرت ہارون کو
بہت چاہتے تھے مگر خدا نے لہجہ ہارون میں کبھی کلام نہیں کیا لیکن
محمد مصطفیٰ چونکہ خاص طریقہ سے علیؑ کو چاہتے تھے اس وجہ سے خدا
نے لب و لہجہ علی بن ابی طالبؑ میں کلام کیا موسیٰ جب بھی طور پر گئے وہاں
سے اپنے بھائی ہارون کو نہیں دیکھا لیکن محمد مصطفیٰ جب شب معراج
عرش پر تشریف لے گئے تو دل گھبرایا رسول پر کیا منحصر ہے جو کوئی شخص
کسی نئے مقام پر جاتا ہے تو اس کا دل گھبراتا ہے دنیا کی نعمتیں کیا ہر
طرح کی راحتیں اٹھائے فرش نفیس پر بیٹھے مگر جس کو آپ چاہتے ہیں
وہ نہیں۔ تو کچھ نہیں خدا جانتا تھا کہ محمدؐ کو فرش سے عرش پر میں نے
بلایا ساتوں آسمانوں کی سیر کرائی اتنا قریب بلایا تمام نعمتیں موجود ہیں
لیکن اگر محمدؐ سے کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ معراج میں گئے تو دل
آپ کا خوش بھی ہوا تو شاید محمدؐ جواب دیں کہ ہاں دل تو خوش ہوا تمام
راحتیں تھیں مگر جوابات گھر میں وہ وہاں کہاں تو خدا نے اس بات کا
بھی لحاظ کیا اور کہا کہ اے محمدؐ ذرا عرش سے جھک کے تو دیکھ لو اب جو
رسول اللہؐ نے جھک کے دیکھا تو دل بالکل مطمئن ہو گیا تمام حجاب آسمان
حکم خدا سے ہٹ گئے دیکھا کہ علی بن ابی طالبؑ اپنے بستر سے رسول اللہؐ
کو دیکھ رہے ہیں حضرت موسیٰ کو خطاب کلیم کا ملا مگر حضرت رسول کو
خدا نے اپنا حبیب قرار دیا موسیٰ کو خدا نے سب پر رحمت بنا کے نہیں بھیجا

لیکن ہمارے رسولؐ کو پروردگار عالم نے رحمتہ للعالمین ارشاد فرمایا
چونکہ خداوند عالم نے حضرت کے ساتھ رحمت بھیجی تھی تو کبھی کسی کو سولے
رحمت کے حضرت سے کوئی زحمت نہیں ہوئی بہت لوگوں نے ظلم کئے
جنگ احد میں دندان مبارک شہید ہوئے غش آگیا مگر دعائے بد
کبھی نہ کی بلکہ یہی عرض کیا درگاہ رب العزت میں کہ خداوند اتوان
کو راہ راست پر لایہ لوگ تیرے رسول کو پہچانتے نہیں۔ چونکہ خلق
عظیم پر فائز تھے اس وجہ سے کسی غیر مذہب نے بھی نہ لکھا کسی کتاب
میں اور نہ زبانی کبھی کہا کسی سے کہ رسولؐ نے کبھی بھی کسی سے بد خلقی
کی ہو آپ کے خلق اور رحم کے متعلق ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ
حضرت ایک مقام پر کھڑے ہوئے لوگوں سے باتیں کر رہے تھے
اس مقام پر ایک یہودیہ کا مکان تھا وہ جو اپنے برآمدہ پر آئی تو
دیکھا ایک شخص میرے برآمدہ کے نیچے کھڑا ہوا باتیں کر رہا ہے
اور ایک لکڑی بچا جس کے سر پر سایہ فگن ہے پوچھا یہ کون شخص
ہے جواب ملا کہ یہ مسلمانوں کے نبی ہیں چونکہ یہ عورت مذہب یہود
میں تھی سنکر دل میں دشمنی پیدا ہو گئی اپنے گھر میں گئی اور گھر میں جتنا
بھی کوڑا تھا ایک زنبیل میں بھر کر لائی اور سراقہ رسولؐ پر لا کر برآمدہ
سے ڈال دیا آپ کی حالت یہ کہ جس طرح باتیں کر رہے تھے اسی طرح
مصروف کلام رہے اور مطلق اس بات کا لحاظ نہ کیا کہ اس عورت
نے میرے ساتھ بلاوجہ یہ کیا سلوک کیا جب فارغ ہوئے تو دولت سرا
کی طرف روانہ ہوئے دوسرے روز حضرت پھر اسی مقام پر آئے
اور کھڑے ہو گئے اس عورت نے آج بھی سارا کوڑا حضرت کے

سراقہ اس پر ڈال دیا اب بھی حضرت نے کچھ خیال نہ کیا اور دولت سرا کی طرف تشریف لے گئے اب وضع میں داخل کر لیا روز کا وہاں پر جانا اور اس کا یہ طریقہ کہ جب رسول آئیں کوڑا جمع رکھے اور سر پر لا کے ڈالے ایک روز جو جناب رسالتاً اب اس مقام پر تشریف لائے تو اس دن وہ عورت کوڑا ڈالنے نہیں آئی آپ نے دریافت فرمایا کہ وہ عورت جو اپنے برآمدہ پر روز آکر بیٹھتی تھی آج کیا سبب ہے کہ وہ نہیں آئی لوگوں نے کہا آج وہ علیل ہو گئی دیکھئے خدا نے رحمت بنا کے اور رحمۃ للعالمین کا خطاب جو دیا تھا اس کی تصدیق یوں ہوتی ہے جو نبی ساقی اس کے مکان کے دروازہ پر گئے دق الباب کیا ایک کنیز آئی کہنے لگی تم کون ہو فرمایا جا کر اپنی مالکہ سے کہو کہ وہ شخص جو تیرے برآمدہ کے نیچے آکر روز کھڑا ہوا کرتا تھا وہ تیری عیادت کو آیا ہے کنیز گئی اپنی مالکہ سے کہا اس نے خیال کیا کہ میں روز تو اس شخص پر ظلم کیا کرتی تھی آج میری عیادت کرنے کو آیا ہے کنیز سے کہا جا اور گھر میں بلا لا کنیز آئی اور حضرت کو اپنے ساتھ بلا کر لے گئی۔ حضرت اس مریضہ کے سر ہانے جا کر بیٹھ گئے اب بتائیے کہ جس مریض کے سر ہانے رحمۃ للعالمین بیٹھ جائے بھلا کہیں مرض کھڑا رہ سکتا ہے ادھر آپ اس مریضہ کے پاس بیٹھے خداوند عالم نے اسی وقت اس کے مرض کو دور کر دیا اور وہ مریضہ اسی وقت صحیح و سالم ہو گئی کہنے لگی اے محمد میں تمھاری دشمن تھی اور تم پر کوڑا ڈالا کرتی تھی مگر یہ نہیں معلوم تھا کہ آپ کا یہ خلق ہے اور خدا کے نزدیک آپ ایسے گرامی ہیں کہ آپ کے آنے سے میرا مرض خدا نے دور کر دیا پس آپ اسی وقت جھک کر کلمہ تعلیم فرمائیے رسول اللہ نے کلمہ تعلیم فرمایا اور وہ عورت اسی وقت

مسلمان ہو گئی۔

خدا نے جس رسول کو رحمت بنا کے بھیجا ہو اور قرآن ایسی کتاب اس پر نازل کی ہو اور متعدد مقام پر جس کی تعریف کی ہو پھر ہماری کیا مجال کہ جو اس کی تعریف و توصیف کر سکیں یہی وہ رسول تھے جن کے سر پر ابر سایہ کرتا تھا جہاں تشریف لیجاتے تھے وہ ابر بھی جاتا تھا اور اگر کہیں ٹھہر جاتے تھے تو وہ ابر بھی ٹھہر جاتا تھا چہرہ نورانی ایسا تھا کہ جب شب تاریک میں راستہ چلتے تھے تو وہ شب تاریک سبب نور چہرہ انور کے روشن و منور ہو جاتی تھی اور جب آپ کسی پہاڑ یا کسی درخت کی طرف سے گذر فرماتے تھے تو وہ پہاڑ و درخت باوازی بلند حکم خدا سے کہتے تھے اَللّٰهُمَّ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ۔ پایائے اقدس کو خدا نے یہ معجزہ عطا فرمایا تھا کہ اگر نرم سے نرم شے پر قدم رکھ دیا تو نشانِ قدم نہ بنتا تھا اور اگر سخت سے سخت پتھر پر قدم مبارک رکھ دیا تو نشانِ قدم بن جاتا تھا لعابِ دہن میں یہ تاثیر تھی کیسا ہی شور پانی کیوں نہ ہو لعابِ دہن ڈالا اور شیریں ہو گیا جسم اقدس کا یہ معجزہ تھا کہ جس گلی و کوچہ سے آپ گذر فرماتے تھے بہت دنوں تک اس گلی و کوچہ سے مشک و عنبر سے بہتر خوشبو آتی تھی لوگ سمجھ لیتے تھے کہ جناب رسالتاً اس راستہ سے گذر فرما گئے ہیں۔ اور ایک نور خداوند عالم نے پیشانی حضرت میں ایسا خلق فرمایا تھا کہ آفتاب کا نور مغلوب ہو جاتا تھا۔ آپ کے رحم و کرم کے متعلق ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک روز حضرت ایک مقام پر تشریف رکھتے تھے ناگاہ دیکھا کہ ایک اونٹ تیز قدم سے چلا آ رہا ہے اور اسکے پیچھے ایک شخص ہے یہاں تک کہ وہ اونٹ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور

اپنی زبان بے زبانی سے کچھ کہنے لگا حضرت نے اُس سے جو اس اونٹ کے پیچھے پیچھے آیا تھا فرمایا بھائی یہ اونٹ تیرا کیوں شاکی ہے عرض کیا یا رسول اللہ اس اونٹ نے آپ سے کیا کہا، فرمایا کہ تیرے اونٹ نے مجھ سے یہ کہا کہ جب میں بچہ تھا تو اس شخص نے مجھ کو پالا اور جب میں جوان ہوا تو برابر یہ میری پشت پر سوار ہوا کہ سو منروں مجھ پر سوار ہو کر جاتا تھا اور مجھ پر اسباب بار کرتا تھا اب جب میں بوڑھا ہوا تو یہ مجھ کو خمر کرنا چاہتا ہے آپ میرا انصاف کیجئے تو اے شخص سن اسکی قیمت مجھ سے لے اور میں اس کو آزاد کروں کیونکہ یہ اونٹ تیرا قابلِ رحم ہے تو نے بچپن سے پالا اور اب تک یہ تیری خدمت کرتا رہا انصاف یہی کہتا ہے کہ تو خمر نہ کر ایک کلمہ یہاں پر عرض کر دوں کہ یا رسول اللہ نہ کہنا آپ اس پر سوار ہوئے تھے اس پر بھی آپ نے یہ گوارا نہ کیا کہ یہ ناقہ خمر کیا جاوے یا رسول اللہ آپ کا نواسہ حسین خمر نہیں بلکہ ذبح کیا جا رہا ہے کہاں ہیں آپ جو ملاحظہ فرمائیں کہ حسین کا لختِ جگر نورِ نظر سب سے چھوٹا مسافر تیر حرمہ سے خمر کیا جا رہا ہے اور ماں دیکھ کے کہہ رہی ہے اے بیٹا علی اصغر کیا تیرے سن و سال کے بچے بھی خمر کئے جاتے ہیں۔

مختصر یہ کہ حضرت نے اس اونٹ کی رقم دی اور اُس اونٹ کو راہِ خدا میں آزاد کر دیا حضراتِ مومنین اس وقت مجھ کو حالِ وفات رسولِ عرض کرنا ہے لکھا ہے کہ جب آپ مرضِ موت میں مبتلا ہوئے تو خانہ ام سلمہ میں تھے انھیں ایامِ علالت میں آپ نے کچھ لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمْ الثَّقَلِیْنِ کِتَابُ اللّٰهِ وَعِزَّتِیْ اَہْلِبِیْنِیْ

دیکھو مسلمانو میں تو دنیا سے جاتا ہوں مگر دو چیزیں گر اندر چھوڑے جاتا ہوں ایک کتابِ خدا دوسرے اپنی عترت یعنی میرے اہلبیت اس مقام پر اگر رسولِ اہلبیت کی قید نہ کرتے تو عترت میں شامل ہونے کی کوشش کی جاتی مگر چونکہ شرطِ کردی اہلبیت کی اس وجہ سے مجبوری ہو گئی اہلبیت میں بھلا کون داخل ہو سکتا ہے اس لئے کہ رسول کے بس وہی اہلبیت تھے جو زیرِ کسا تھے جن کی شان میں خداوندِ عالم نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لَیْذِہِبْ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا۔ مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت شان والا شانِ اہلبیت رسالتاً میں نازل ہوئی اور زیرِ کسا اگر تھے تو علی و فاطمہ و حسن و حسین ہی تھے غرض کہ رسول اللہ نے وقتِ آخر یہ فرمایا کہ مسلمانو کاغذ و قلم و دوات لاؤ تاکہ میں تم کو ایک ایسا نوشتہ دوں کہ میرے بعد تم لوگ گمراہ نہ ہو جو اب ملتا ہے کہ تب کی شدت ہے معاذ اللہ وہ جملہ استعمال کیا گیا کہ میں زبان پر جاری نہیں کر سکتا ہاں ایک بات عرض کرونگا کہ جب رسول نے لکھنے کو کہا تو کہنے لگے ہمیں تحریر و نوشتہ کی ضرورت نہیں ہے کتابِ خدا کافی ہے کچھ اس طرح کہا کہ رسول کو درج پہونچا اور فرمایا اٹھ جاؤ یعنی چلے جاؤ میرے سامنے سے۔ میں کہتا ہوں کہ اچھا قرآن کافی تھا تو قرآن ہی کو قلم سے باز رکھا ہوتا کیا یہی اسلام ہے کہ قرآن کو پارہ پارہ کر دیا اور نیزہ پر جدا بلند کیا۔

صاحبِ بحار الانوار تحریر فرماتے ہیں کہ جب وفاتِ رسول کا زمانہ قریب ہوا تو آپ خانہ ام سلمہ میں تھے ام سلمہ نے دیکھا کہ جناب

رسالتاؑ کی حالت متغیر ہونے لگی عرض کیا کیا سبب ہے کہ اس وقت آپ کا مزاج زیادہ ناساز معلوم ہوتا ہے فرمایا ام سلمہ میری موت کا وقت قریب آگیا ہے اور آج کے بعد محمدؐ کی آواز اب نہ سنو گی یہ سننا تھا کہ جناب ام سلمہ نے بے تحاشا رونا شروع کر دیا رسول اللہؐ نے تسکین دی اور فرمایا ام سلمہ گریہ مت کرو بلکہ اس وقت میری بیٹی فاطمہؑ زہراؑ کو بلا دو تاکہ اس کو دیکھ لوں اور وہ مجھے دیکھ لے ام سلمہ نے فاطمہؑ کو خبر دی سننا تھا کہ جناب فاطمہؑ زہراؑ روتی ہوئی خانہ ام سلمہ میں آئیں دیکھا کہ جناب رسالتاؑ غش میں ہیں یہ حال دیکھ کر اور زیادہ پریشان ہوئیں بیتاب ہو کر بابا کا سراپے سینہ سے لگا کر رونا شروع کیا ادھر رسولؐ پر غشی طاری ہے یہاں تک کہ اپنا منہ رسول اللہؐ کے منہ پر رکھ دیا اور باؤں بلند پکاریں بابا آپ کی بیٹی فاطمہؑ آئی ہے آپ جواب بھی نہیں دیتے یہ کہا اور منہ پر منہ رکھ دیا اور پھر اس طرح پکار کے فرمانے لگیں اے یتیموں کے باپ اور بیوہ عورتوں کے وارث کچھ خبر بھی ہے یہ بیٹی آپ کی سیدہ آپ کے منہ پر منہ رکھے ہوئے ہے اور آپ کو خبر نہیں۔ جب اس طرح سے رو کر پکارا تو رسول اللہؐ نے آنکھوں کو کھول دیا اور فاطمہؑ کے رونے سے خود بھی رونے لگے اور بیٹی کو سینہ سے لگا لیا اور بے اختیار ہو کر رونے لگے۔ فاطمہؑ زہراؑ سینہ رسولؐ سے لپٹی ہوئی ہیں۔ بس جناب رسالتاؑ نے اپنی عبا سیدہؑ پر ڈالی اور دیر تک کچھ راز کی باتیں سمجھایا کئے مگر تفصیل ان باتوں کی معلوم نہ ہوئی کہ جناب رسالتاؑ نے اپنی پارہ جگر فاطمہؑ زہراؑ سے کیا کہا میرا خیال یہ ہے کہ جناب رسالتاؑ نے فرمایا ہوگا کہ

بیٹی میرے بعد صبر کرنا اے پارہ جگر اگر باغ کوئی یلے یاد روازہ پر لکڑیاں جمع کر کے آگ لگا دے یا تیرے شوہر کے گلے میں رسی باندھی جائے تو جان پدر زبان پر کلمہ اُف بھی نہ آنے پائے صبر کرو گی تو بہتر ہوگا اس لئے کہ خدا صابروں کو دوست رکھتا ہے سیدہ عالم باپ کی باتیں سن سن کے گریہ کر رہی ہیں عرض کر رہی ہیں۔ بابا آپ کے بعد یہ بیٹی آپ کی کیونکر زندہ رہے گی فرمایا بیٹی غمگین نہ ہو خداوند عالم نے میری دعا تیرے حق میں قبول فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ تو ہی سب سے پہلے مجھ سے آکر ملحق ہوگی سیدہ یہ جملہ ستر خوش ہو گئیں حضرت نے فرمایا فاطمہؑ میرے فرزند حسنؑ و حسینؑ کو بلاؤ تاکہ میں ان سے بھی رخصت ہو لوں اور وہ مجھ سے رخصت ہو لیں وہ مجھ کو دیکھ لیں میں ان کو دیکھ لوں فاطمہؑ زہراؑ نے اپنے بچوں کو بلایا جب حاضر ہوئے تو حضرت نے بہت شوق سے اپنے سینہ سے لگایا اور پیار کرنا شروع کئے اور ہر ایک کی خوشبو سونگھنے لگے اور ساتھ ہی ساتھ بچوں کی مفات پر گریہ کرنے لگے اتنا روئے کہ روتے روتے غش آگیا بچوں نے دیکھا کہ نانا چپ ہو گئے گھبرا گھبرا کر اور زیادہ رونے لگے علی بن ابی طالبؑ نے اس خیال سے کہ ان بچوں کی وجہ سے حالت ضعف و نقاہت میں رسول اللہؐ کو شاید کچھ تکلیف ہو یہ سمجھ کے چاہا کہ ان دونوں بچوں کو سینہ رسولؐ سے علیحدہ کر دیں دفعۃً حضرت نے چشمان مبارک کو کھول دیا۔ فرمایا علیؑ ابھی میرے بچوں کو میرے سینہ سے جدا نہ کرو اس لئے کہ ابھی میں ان کو اور پیار کر لوں اور سینہ سے لگا لوں کیونکہ اب میرا وقت انتقال قریب ہے میرے بعد یہ کس کے سینہ سے لپٹیں گے اسی

انشاء میں جبریل امین نازل ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ خداوند عالم نے یہ کافور جنت آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ اس میں سے آپ اپنے حنوط کے لئے رکھئے اور باقی اپنے اہلبیت پر تقسیم کر دیجئے پس جناب رسالتؐ نے اسی وقت اس کافور کے چار حصہ کئے ایک حصہ اپنے لئے رکھا اور ایک علی ابن ابی طالبؑ کو دیا ایک حصہ فاطمہ زہراؑ کو دیا ایک حصہ اپنے بڑے نواسے امام حسنؑ کو عطا فرمایا۔ چاروں حصے تھے وہ ختم ہو گئے حسینؑ بھی اسی جگہ موجود تھے مگر رسول اللہؐ نے حسینؑ کو وہ کافور نہ دیا امام حسینؑ عرض کرنے لگے نانا جان کیا اس کافور میں میرا حصہ نہیں ہے کیا میں اس کا مستحق نہیں ہوں جو آپ مجھ کو کافور عنایت نہیں فرماتے رسول اللہ حسینؑ کا یہ جملہ سن کے زار زار رونے لگے فاطمہؑ بیچین ہو گئیں عرض کیا بابا کیا وجہ ہے کہ اپنے میرے فرزند حسینؑ کو کافور نہ دیا اور میرے فرزند نے جو آپ سے پوچھا تو آپ رونے لگے جناب رسالتؐ نے بیٹی کو تو کچھ جواب نہ دیا لیکن حسینؑ کو بلا کر گلے سے لگانے لگے فرمایا بیٹا حسینؑ جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے اے بیٹا کیا میں تم کو کافور دوں اس لئے کہ اس وقت تمہارا واقعہ میری نظروں میں پھر رہا ہے کہ تم نزع اعداء میں گھرے ہوئے ہو اور میرے کلمہ پڑھنے والوں نے تمہیں تین دن کا بھوکا پیاسا قتل کر کے تمہارے سر کو نیزہ پر چڑھایا ہے اور لاش کو بے غسل و کفن جلتی زمین پر چھوڑ دیا ہے پس ایسے شہید راہ خدا کو کافور کی کیا ضرورت ہے یہ فرما کر پھر غش آگیا فاطمہ زہراؑ نے سر اپنے بابا کا اپنے زانو پر رکھ لیا حالت حضرت کی متغیر ہونے لگی میں کہتا ہوں جس کا ایسا

شفیق باپ ہو اس بیٹی کے دل پر ایسی ضعیف حالت باپ کی دیکھ کر کیا گذر رہی ہو گی دل میں طرح طرح کے خیال آتے ہونگے کہ ہائے اگر یہ باپ میرے دنیا سے چلے گئے تو میری تعظیم کون کریگا کون میری خبر گیری کریگا۔ کون میرے بچوں کو سینہ پر سلائیگا خیال آرہے ہوں گے اور سیدہ زہراؑ رو رہی ہوں گی۔ غرض کہ رسول اللہؐ کا وقت آخر آگیا آنکھ کھولی دیکھا کہ سیدہ زہراؑ ہیں فرمایا علیؑ سیدہ کو میرے سامنے سے ہٹا دو اور تم میرے پاس بیٹھو علی ابن ابی طالبؑ نے دختر رسولؐ کو ہٹا دیا اور سر رسولؐ کا اپنے زانو پر رکھ لیا ملک الموت بھی آگئے روح قبض ہونے لگی اسی اثنا میں حضرت کو پیاس معلوم ہوئی فرمایا علیؑ پیاسا ہوں۔ پانی پلا دو علیؑ سا بھائی موجود ہے فوراً کوزہ پانی کالائے اور اپنے ہاتھ سے اپنے بھائی کو پانی سے سیراب کر دیا اسی وجہ سے حکم شرع ہے کہ مختصر کو بوقت احتضار پیاس بہت ہوتی ہے وقت آخر تھوڑا تھوڑا پانی اسکے حلق میں ضرور ٹپکاتے جاؤ یہ تو عام مرنے والوں کے لئے ہے دل چاہتا ہے کہ ایسے مختصر کو یاد دلاؤں جس کا نام سکر موتین خود بخود بیچین ہو جائیں وہ مختصر کون تھا کس کا بیٹا تھا کس کا نواسہ تھا اور یہ مختصر تھا کہاں کون سا مقام تھا کس حالت میں تھا اور کیوں مختصر ہوا اور نام اس کا کیا تھا۔ ہائے مختصر رسولؐ کا نواسہ علیؑ و فاطمہؑ کا بیٹا تھا کربلا کا چیل میدان تھا اسی میدان میں ایک نشیب میں پڑا ہوا تھا زخموں سے چور چور تھا نیزوں سے تلواروں سے پتھروں سے گھائل کیا گیا تھا

صبر کرو تمھارے رونے سے یہ بچے اور زیادہ روتے ہیں میں کہتا ہوں دختر رسول آپ کے باپ کا انتقال ہوا آپ کے شوہر آپ کے ابن عم نے آپ کو تسلی دی رونے سے آپ کو منع کیا اس طرح کہ کسی قسم کی تکلیف نہ ہو اے سیدہ عالم دنیا میں ہر شخص جانتا ہے کہ آپ اپنے باپ کو بہت چاہتی تھیں۔ مگر صبر کیجئے مشیت خدا میں کیا چارہ ہو کیا آپ کو اس بات کی خوشی نہیں ہوئی ہوگی کہ آپ کے بابا کس عزت سے دفن ہوئے رونے کے قابل آپ کی پوتی سکینہؓ ہے وہ اپنے باپ کے سینہ پر سویا کرتی تھی اسکے باپ کو لوگوں نے مار ڈالا ہے اب جو چاہتی ہے کہ باپ کی لاش پر رو ہی لوں تو کوئی رونے نہیں دیتا عوض میں سمجھانے کے تازیانے مارے جاتے ہیں۔

نام اس کا حسین بن علی تھا۔ رسول اللہؐ نے اپنے بھائی سے پانی مانگا حسینؑ اپنے کس بھائی سے پانی مانگیں جس طرف نظر کرتے ہیں سوائے دشمنوں کے کوئی دوست نہیں اگر کسی سے پانی مانگا تو جواب تلواروں سے اور تیروں سے دیا جا رہا تھا رسولؐ نے اپنے گھر میں اپنے فرزند پر ۲۸ صفر کو انتقال فرمایا اور رسولؐ کے نواسہ کو مسلمانوں نے روز عاشورا زمین گرم کر بلا پر کس بدردی و ظلم سے شہید کیا افسوس صد ہزار افسوس رسول اللہؐ جس حسینؑ کو آخر وقت تک پیار کر گئے سینہ سے لگا گئے اسی حسینؑ پر لوگوں نے کیسے کیسے ظلم کئے رُلا رُلا کر مارا اور بغیر غسل و کفن جلتی زمین پر چھوڑ دیا غرض کہ جب جنابہؓ نے انتقال کرنے کا حکم فرمایا تو علیؑ ابن ابی طالبؑ نے نعرہ مارا فاطمہؓ زہراؓ چھاڑیں کھانے لگیں حسینؑ نے اپنے چھوٹے چھوٹے عمائے اپنے اپنے سروں سے پھینک دیئے رسولؐ کے دوستوں کے گھروں سے آوازیں رونے کی بلند ہونے لگیں علیؑ ابن ابی طالبؑ نے حضرت کو غسل دیا، کھن پہنایا حنوط کیا کا فور جنت سے لاش رسولؐ کو بہت عزت سے اٹھایا اور نماز جنازہ پڑھ کر جائے پاکیزہ میں لا کر دفن کر دیا میں اس وقت یہ نہیں عرض کر سکتا کہ لاش رسولؐ میں کون کون شریک تھا مگر یہ ضرور عرض کروں گا جو زندگی میں رسولؐ کو چاہتے تھے اور دوست رکھتے تھے وہ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے یہاں اہتمام دفن و کفن جو کچھ بھی کیا وہ علیؑ ابن ابی طالبؑ نے۔ جب دفن سے فارغ ہوئے اور علیؑ گھر میں آئے سیدہؓ نے کہا ابوالحسن میرے بابا کو کہاں چھوڑ آئے ہائے اپنے شفیق باپ کو کہاں دیکھوں علیؑ تسکین دے رہے ہیں ام المومنینؑ

میں جتنا شرف دختر رسول کو خدا نے دیا ایسا مرتبہ کسی کو نہ عطا ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ جناب رسالت مآب ارشاد فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے میری پارہ جگر فاطمہؑ کے نور کو قبل پیدائش آسمان و زمین خلق فرمایا کسی نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا فاطمہؑ انسانوں میں نہیں داخل ہیں فرمایا فاطمہؑ ظاہر میں انسیہ اور باطن میں حوریہ ہے عرض کیا یا حضرت قبل پیدائش آدمؑ فاطمہؑ کا نور کہاں تھا فرمایا ایک قدرت خدا کے شیشہ میں ساق عرش کے نیچے تھا۔ عرض کیا پھر خوراک اس نور کی کیا تھی فرمایا خوراک اس کئی سیب و تہلیل و تجید حق سبحانہ و تعالیٰ تھی حضرت فرماتے ہیں جب خداوند عالم نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا اور مچھکوان کے شکم سے ظاہر کیا اور چاہا کہ فاطمہؑ کو میرے شکم سے ظاہر کرے پس خدا نے فاطمہؑ کے نور کو بہشت میں ایک سیب بنا دیا جسریل اس سیب بہشتی کو میرے پاس لائے اور کہا یا رسول اللہؐ اس سیب کو نوش فرمائیے۔ جب وہ سیب دو حصے ہوا تو ایک نور اس سے ساطع ہوا میں حیران و پریشان ہوا کہ اس سیب سے یہ کیسا نور ظاہر ہوا جسریل نے کہا آپ متحیر نہ ہو جائے اور اس سیب کو نوش فرمائیے یا حضرت اس سیب کے نوش کرنے کے بعد آپ کے یہاں ایک لڑکی پیدا ہوگی جس کا نام آسمان پر منصورہ اور زمین پر فاطمہؑ ہوگا فرمایا اخی! آسمان پر منصورہ اور زمین پر فاطمہؑ کیوں کہا جائیگا عرض کیا اس لئے فاطمہؑ زمین پر کہا جائیگا کہ وہ اپنے شیعوں کو آتش جہنم سے نجات دلائے گی اور آسمان پر منصورہ اس لئے کہیں گے کہ اپنے

ذکر فضائل جناب سیدہ و ولادت

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فَقُلْ تَعَالَوْنِدْعُ أَبْنَاءَنَا وَابْنَاءَكُمُ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمُ۔ خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے اپنے حبیب جناب محمد مصطفیٰؐ سے کہ اے محمدؐ نظارائے نجران جو آپ کے مقابلہ کو آئے ہیں۔ تو ان سے کہہ دیجئے کہ تم اپنے بیٹوں کو لاؤ ہم اپنے بیٹوں کو لاؤں تم اپنی عورتوں کو لاؤ ہم اپنی عورتوں کو لاؤں۔ اس آیت میں خداوند عالم نے شرف بزرگی خصوصیت کے ساتھ محمدؐ و آل محمدؐ کی ظاہر کر دی اور یہ بتا دیا کہ ہمارا آخری رسول ایسا ہے جس کے مقابلہ میں تمامی خلایق ایک طرف اور یہ رسول اور اسکی اولاد ایک طرف تب بھی مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ جتنے بھی بیٹے آؤ گے مگر یہاں صرف دو بچے کافی ہیں اور عورتیں روئے زمین کی جتنی بھی ہوں ان سب کو جمع کر لو مگر فاطمہؑ کا جو وقار ہے جو اسکی عزت ہے وہ برابر پر گنس بھی دنیا کی عورتیں عزت نہیں پاسکتیں اہل نجران بھلا کیا تاب مقابلہ لا سکتے تھے جتنے نبی اور پیغمبر گذرے ان میں سے اولوالعزم پیغمبروں کو چھانٹ لیجئے اگر ان کی بیٹیوں کو فاطمہؑ کے مقابلہ میں لائیے تو ٹھہر نہیں سکتیں۔ جناب جو اکل آدمیوں کی ماں ہوئیں لیکن دنیا و آخرت کی جتنی عورتیں ہیں ان کی سردار نہیں ہوئیں یہ شرف فاطمہؑ زہراؑ ہی کو خداوند عالم نے عطا فرمایا۔ عورتوں

دوستوں اور محبتوں کی نصرت و مدد کرے گی۔ امام جعفر صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری جدہ ماجدہ فاطمہؑ نہ ہر اکے لئے خداوند عالم نے بہشت میں ایک قبہ یا قوت سرخ کا خلق فرمایا ہے کہ بلند ی اس قبہ کی بقدر مسافت ایک سال کی راہ ہے اور قدرت پروردگار عالم وہ قبہ ہوا میں استادہ ہے نہ اوپر سے کسی چیز میں شکا ہے اور نہ نیچے اس کے کوئی ستون ہے بلکہ وہ ہوائے بہشت میں استادہ ہے اور اس قبہ کے ہزار دروازے ہیں۔ ہر ہر دروازے پر ہزار ہزار فرشتے استادہ ہیں اہل بہشت اس قبہ کو اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح ہم لوگ ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ حضرات جس کا قبہ ہوا پر استادہ ہو پھر اس کا شو ہر کیوں نہ ایسا ہو کہ خیر کا دروازہ ہاتھ پر لیکر اس کا پل بنائے اور فوج کو اس طرف سے اس طرف پہونچائے اور لوگ اس قوت پر متحیر ہوں تو رسول اللہؐ کیوں نہ کہیں کہ علیؑ کے پیروں کی طرف دیکھو جب دیکھیں تو علیؑ کے پاؤں دوڑیں ہو اور استادہ پائیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے خدمتِ امام جعفر صادقؑ میں عرض کیا یا بن رسول اللہؐ کچھ حال ولادت فاطمہؑ زہراؑ ارشاد فرمائیے حضرت نے فرمایا کہ جب جناب رسالتؐ کی طرف سے حضرت خدیجہ کی خواستگاری کی گئی تو خدیجہ کے باپ نے مہر ایسا قرار دیا کہ ہر شخص اس کو ادا نہیں کر سکتا تھا لیکن چونکہ میری جدہ ماجدہ ان کے بطن سے پیدا ہوئی تھی خداوند عالم نے خدیجہ کے دل میں یہ ڈال دیا کہ رقم مہر اپنے پاس سے ادا فرمائیں رسول اللہؐ سے پیغام کہلا بھیجا کہ میرا باپ جتنا بھی مہر قرار دے آپ قبول کر لیجئے

میں اپنی رقم سے ادا کروں گی جب مہر طے ہو گیا تو جناب خدیجہ کا عقد جناب محمد مصطفیٰؐ سے ہوا اور نور فاطمہؑ کو خداوند عالم نے بطن خدیجہ میں ودیعت فرمایا اور وہ معظمہ حاملہ ہو گئیں جب فاطمہؑ زہراؑ بطن جناب خدیجہ میں آئیں تو جس وقت خدیجہ کا دل گھبراتا تھا فاطمہؑ شکم مادر سے باتیں کیا کرتی تھیں اور جناب خدیجہ کو تسکین ہوا کرتی تھی مگر جو کچھ بھی باتیں ہوتی تھیں جناب خدیجہ جناب رسالتؐ سے پوشیدہ رکھتی تھیں ایک روز جناب رسالتؐ جو دولت سرا میں تشریف لائے تو سنا کہ خدیجہ کسی سے باتیں کر رہی ہیں فرمایا خدیجہ کس سے باتیں کر رہی ہو حالانکہ دوسرا کوئی شخص معلوم نہیں ہوتا عرض کیا یا حضرت یہ بچہ جو میرے شکم میں ہے ہر روز مجھ کو باتیں کیا کرتا ہے فرمایا خدیجہ تمہارے شکم میں لڑکا نہیں بلکہ لڑکی ہے اے خدیجہ ابھی جبرئیل امینؑ میرے پاس آئے اور مجھے یہ خبر دی کہ یہ لڑکی صاحب برکت و فضیلت ہوگی اور پاک و پاکیزہ ہوگی تمام عیوب و نجاسات سے اور اے خدیجہ میری نسل اسی دختر سے باقی رہے گی اور اسی لڑکی سے امام و پیشوا پیدا ہوں گے کہ وہی بعد میرے خلیفہ و جانشین میرے ہوں گے عرض کیا یا حضرت فاطمہؑ کو زہراؑ کیوں کہتے ہیں فرمایا اس لئے کہ دن بھر میں ہر روز تین مرتبہ فاطمہؑ کا نور مختلف رنگوں سے جناب امیرؑ کے واسطے ظاہر ہوتا تھا اول وہ وقت تھا جبکہ جناب سیدہ نماز صبح پڑھنے کو استادہ ہوتی تھیں تو اس وقت ایک نور سفید پیشانی فاطمہؑ زہراؑ سے ساطع ہوتا تھا کہ جو تمام خانہ ہائے مدینہ میں داخل ہو جایا کرتا تھا کہ ان کے گھروں

کے درو دیوار بسبب نور جناب سیدہ نورانی ہو جایا کرتے تھے لوگ متعجب ہو کے جناب رسالتؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور دریافت کرتے تھے کیا سبب ہے کہ تمام مدینہ روشن ہو رہا ہے حضرت فرماتے تھے کہ فاطمہؑ کے دروازہ پر جاؤ تم کو معلوم ہو جائے گا لوگ آتے تھے معلوم ہوتا تھا کہ رسولؐ کی بیٹی محراب عبادت میں ہے اور ان کی پیشانی سے ایک نور سفید ایسا ساطع ہو رہا ہے جس کی سبب سے تمام مدینہ کے گھر روشن ہو رہے ہیں اور جب نماز ظہرین میں مشغول ہوتی تھیں تو ایک نور مجیدین مبارک فاطمہؑ زہراؑ سے ایسا ظاہر ہوتا تھا کہ جس کی وجہ سے تمام درو دیوار و مکان مدینہ سبز ہو جایا کرتے تھے اور جب نماز مغربین پڑھتی تھیں تو ایک نور سرخ پیشانی اقدس سے ساطع ہوتا تھا جس کی وجہ سے تمام مدینہ سرخ ہو جایا کرتا تھا۔ ابن بابویہ نے بند معتبر عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک روز ام المومنین حضرت عائشہ جناب رسالتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں دیکھا کہ آپ جناب فاطمہؑ زہراؑ کو پیار کر رہے ہیں عائشہ یہ دیکھ کر کہنے لگیں میں دیکھتی ہوں کہ آپ سیدہ کو بہت چاہتے ہیں فرمایا بیشک اور کیونکر نہ دوست رکھوں اس اپنی بیٹی کو اس لئے کہ جب میں شب معراج عرش پر جانے لگا اور چوتھے آسمان پر پہونچا تو جبریلؑ نے اذان اور میکائیلؑ نے اقامت کہی ملائکہ صف بہ صف کھڑے ہو گئے جبریلؑ نے مجھ سے کہا کہ نماز پڑھائیے میں نے نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوا تو داہنی جانب میں نے نظر کی دیکھا کہ حضرت ابراہیمؑ ایک باغ میں باغیا

بہشت سے تشریف رکھتے ہیں اور گردہ ملائکہ گرد موجود ہیں یہ دیکھ کر میں آسمان پنجم اور وہاں سے آسمان ششم پر گیا تو وہاں ندائے قدرت آئی کہ اے محمدؐ باپ تمہارے ابراہیمؑ اور بھائی تمہارا علیؑ ہے جب میں جب میں پہونچا تو جبریلؑ نے میرا ہاتھ پکڑ کر داخل بہشت کیا جب میں پہونچا تو ایک درخت کو میں نے دیکھا کہ اس کے سایہ میں دو فرشتے بیٹھے ہوئے چلہائے نور تہ کر رہے ہیں میں نے جبریلؑ سے پوچھا انہی یہ حلے کس کے واسطے تہ کئے جا رہے ہیں عرض کی آپ کے بھائی آپ کے وصی علی ابن ابی طالبؑ کے لئے یہ سنکر اور آگے بڑھے کہ جبریلؑ نے ایک رطب مکہ سے نرم مشک کی خوشبو سے بہتر شہد سے زیادہ شیریں بھگو دیا اور کہا کہ اس رطب کو نوش فرمائیے۔ میں نے جبریلؑ کے کہنے سے وہ رطب کھا لیا بس وہی رطب میرے صلب میں حکیم خدا سے نطفہ بنا اور خدیجہ حاتمہ ہو گئیں اور یہ بیٹی میری سیدہ پیدا ہوئی۔ اے عائشہ یہ فاطمہؑ انسیہ حورا ہے یعنی ظاہر دیکھنے میں تو انسان ہے مگر باطن صفات و اخلاق میں مثل حوروں کے ہے اے عائشہ آگاہ ہو جب مجھے بہشت کا اشتیاق ہوتا ہے تو فاطمہؑ کی خوشبو سونگھ لیتا ہوں دیکھا اب تعجب کبھی نہ کرنا یہ وجہ ہے کہ جو میں اپنی پارہ جگر فاطمہؑ زہراؑ کو دوست رکھتا ہوں۔

لکھا ہے کہ جب جناب خدیجہ کو درد زہ عارض ہوا اور وقت ولادت جناب سیدہ قریب پہونچا تو جناب خدیجہ نے عورتوں سے کہلا بھیجا کہ اب وقت وضع حمل قریب ہے اور یہ کام بغیر عورتوں کے ہو نہیں سکتا لہذا میں تم سب کو بلاتی ہوں اور مناسب بھی یہی ہے

کہ ایسے وقت اضطراب میں میری آکر شرکت کرو یہ سکر تمام عورتوں نے کہلا بھیجا اے خدیجہ تم نے ہمارے کہنے پر عمل نہ کیا محمدؐ سے تم نے اپنا عقد کیا کہ جو نہایت فقیر و محتاج شخص ہے لہذا ہم میں سے کوئی تمہارا کسی حال میں شریک نہیں۔ مصیبت کے وقت اگر کوئی شریک نہ ہو تو انسان کے دل پر کیا گذرتی ہے ایک وقت وہ ہوتا ہے کہ لوگ خود سے شرکت کرتے ہیں اور ایک وقت ایسا ہوتا ہے کہ مصیبت زدہ خود بلاتا ہے کہ آؤ اور ہماری مدد کرو چونکہ یہ کام عورتوں سے متعلق تھا اس وجہ سے جناب خدیجہ نے بلایا جب وہاں سے یہ جواب آیا تو بہت غمگین ہوئیں درگاہ خدا میں عرض کرنے لگیں خداوند اب کس کو بلاؤں جو اس وقت میری آکر مدد کرے رسول کی زوجہ تھیں سردارِ زنان عالم کی ماں تھیں بھلا خدا کو کب گوارا تھا کہ ان کو کوئی بھی تکلیف پہونچے ادھر تھوڑی سی فکر پیدا ہوئی تھی کہ دفعۃً چار عورتیں مشابہ عورات ہاشمیہ کے حکم پر درگاہ عالم حاضر ہو گئیں جناب خدیجہ ان عورتوں کو دیکھ کر کچھ خائف ہوئیں اس وقت ان عورتوں نے کہا خدیجہ ڈرو نہیں۔ ہم سب تمہاری بہنیں ہیں۔ میں سارا ہوں یہ آسیہ ہیں اور یہ مریم مادر عیسیٰ ہیں اور یہ کلثوم خواہر موسیٰ ہیں۔ ہم سب کو خداوند عالم نے اس وقت تمہارے پاس اس خدمت کے لئے بھیجا ہے جو بوقت وضع حمل قابلہ سے متعلق ہوتی ہے یہ کہہ کر ایک معظمہ دست راست پر اور دوسری دست چپ اور تیسری پس پشت اور چوتھی روبرو جناب خدیجہ بیٹھیں پس اسی وقت رسول اللہ کی لاڈلی بیٹی بطن جناب خدیجہ سے پاک و پاکیزہ طیب و طاہر متولد ہوئیں اور ایک نوزائیدہ منظر

معصومہ سے ایسا سطح دلامع ہوا کہ ہر گھر مکہ معظمہ کا اس نور روشن سے روشن و منور ہو گیا اسکے بعد وہ نور تمام عالم میں مثل صبح صادق پھیل گیا خدا کی قدرت سے از مغرب تا مشرق کوئی مکان ایسا نہ تھا کہ جو روشن نہ ہوا ہوا اسکے بعد دس حواریں کہ ہر ایک کے ہاتھ میں طشت و آفتابہ ملبب بہ آب کوثر لیکر حاضر ہوئیں پس وہ بی بی جو روبروئے جناب خدیجہ بیٹھی ہوئی تھیں ان بی بی نے جناب فاطمہؑ کو اپنی گود میں لیا اور آبِ بہشت سے غسل دیکر دو پارچہ بہشتی نکالے کہ سفیدی اس کی دودھ سے زیادہ تھی اس میں سے ایک پارچہ میں جناب سیدہ کو لپیٹا اور دوسرے کو بطور مقنعہ اس معصومہ کے سر پر ڈال دیا بعد اسکے ان بی بی نے فاطمہؑ کو اسے ارشاد فرمایا بی بی کچھ کلام کرو۔ اسی وقت جناب سیدہ نے فرمایا میں گواہی دیتی ہوں کہ کوئی ذات بجز ذاتِ باری لاائق پرستش نہیں اور آخر پیغمبر میرے باپ محمد مصطفیٰ ہیں جو سردار ہیں تمام انبیاء سابقین کے اور گواہی دیتی ہوں کہ میرے باپ کا کوئی جانشین نہیں سوائے ابوالحسن علی ابن ابی طالب کے جو سردار ہیں اوصیائے سابقین کے اور میرے فرزند حسن و حسینؑ سردار ہیں جو انانِ بہشت کے یہ باتیں سنکے جناب خدیجہ بہت خوش و مسرور ہوئے حورانِ جنت فاطمہؑ زہرا کے پیدا ہونے کی جناب خدیجہ کو مبارکباد دیے لگیں۔

جناب امام جعفر صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری جدہ ماجدہ فاطمہؑ زہرا کے نونام ہیں نزدیک پروردگار عالم کے اول فاطمہؑ دوسرے صدیقہ تیسرے طاہرہ چوتھے مبارکہ پانچویں زکریاؑ چھٹے راضیہ ساتویں

وفات جناب سیدہ

قَالَ رَسُولُ ۴ فَاطِمَةُ بِضْعَةَ مِائِي مَنْ اِذَا هَا فَقَدْ اِذَا اِنِّي وَمَنْ اِذَا اِنِّي فَقَدْ اِذَا اللّٰهُ وَمَنْ اِذَا اللّٰهُ فَقَدْ كَفَرَ۔ جناب محمد مصطفیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ فاطمہ میرے دل کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو اذیت دی اس نے مجھ کو ایذا پہنچائی جس نے مجھ کو اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی اور خدا کا ایذا پہنچانے والا کافر ہے جو باپ کہ اپنی بیٹی کے بارے میں یہ فرمائے بھلا کب اس کو گوارا ہو سکتا ہے کہ میری زندگی میں میرے دل کے ٹکڑے میں کوئی زخم آئے حالت حضرت کی یہ تھی کہ کبھی فاطمہ کو ملول دیکھا بچپن ہو گئے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ خانہ فاطمہ زہرا میں تشریف لائے دیکھا کہ آج بیٹی پر کچھ غم طاری ہے چپ ہیں خاموشی کا عالم ہے پس حضرت بفرار ہو گئے فرمایا جانِ پدر کیوں کیا بات ہے کیوں رنجیدہ ہو عرض کرنے لگیں بابا اس وقت مجھے بیٹھے بیٹھے حالِ محشر یاد آ گیا اور سب کا محشر میں حاضر ہونا کہ جتنے ہوں گے وہ سب برہنہ محشر میں حاضر ہوں گے فرمایا نورِ نظر اے نختِ جگر غمگین نہ ہو سب کے پہلے جبرئیل امین حکمِ خداوند عالم ستر ہزار فرشتے تمہاری قبر پر لیکر آئیں گے اور بالین قبر کھڑے ہو کر نوا کریں گے اے فاطمہ قبر سے باہر آؤ اور محشر میں جلو تم جیسے ہی جبرئیل کی آواز سنو گی باہر آ جاؤ گی سات خیمہ نور کے تمہاری قبر کے پاس ہوں گے اسرافیل تین حلے نور کے فوراً تمہارے پاس لیکر آئیں گے تم ان حلوں کو پہن

مرضیہ آٹھویں محدثہ نوین زہرا کیا کہنا ان معصومہ کا باپ ایسے جو سردار انبیا شوہر ایسے جو سردار اوصیا بچے سردار جوانانِ اہل جنت خود ایسی کہ جو سردار ہو میں زنانِ دنیا و آخرت کی جائے ولادت مکہ معظمہ تاریخ ولادت ۲۰ جمادی الثانی والدہ گرامی آپکی جناب خدیجہ اور پدر بزرگوار آپکے جناب محمد مصطفیٰ فقط۔

قصیدہ در مدح جناب سیدہ

نمازیں کیوں نہ ہو جائیں فدائے ظہر
مصلحت عبادت ہے ردائے فاطمہ زہرا
سمٹ کر باہر بسم اللہ کا نقطہ بنے قرآن
مگر پہلے تو ہو جائے ردائے فاطمہ زہرا
ہر اک پیوند کے دامن میں اک سورت قرآنی
غلافِ مصحف ہے ردائے فاطمہ زہرا
بتائے ہم کو جس نے آیہ تطہیر کے معنی
وہی تفسیر قرآن ہے ردائے فاطمہ زہرا
میرا نقشِ مقدس کیا خطِ تقدیر اک عالم
لئے ہی اپنے تاروں میں ردائے فاطمہ زہرا
در دولت پہ گر آیا یتیم بے نوا کوئی
بنی ماں باپ کا سایہ ردائے فاطمہ زہرا
غریبوں اور اسیروں کی اعانت کیلئے اکڑ
سناوڑ بن ہو تھی ردائے فاطمہ زہرا
گنہگار ان امت جبے نشان ہو گئے محشر میں
بنے گی سایہ رحمت ردائے فاطمہ زہرا

فرشتوں کی نظر کیونکر پڑے گی میرے عصیان پر
محبت سے چھپا لگی ردائے فاطمہ زہرا

اے اہل محشر اپنی اپنی آنکھوں کو بند کر لو تاکہ جناب سیدہ مح اپنے ہمراہیوں کے عرصہ محشر سے گزر جائیں اے فاطمہ تم تو ناقہ نور پر چلے جائے بہشت پہنچے ہو گے اس پر خداوند عالم تمہاری یہ عزت کریگا تمہاری غیرت کی وجہ سے کہ منادی سے ندا کر ادیگا کہ سب اپنی آنکھیں بند کر لیں اُس وقت کوئی ایسا نہ ہوگا کہ جو اپنی آنکھیں بند نہ کرے سوائے جناب ابراہیمؑ اور شوہر تمہارے علیؑ ابن ابی طالب کے اسکے بعد ایک منبر نور کا تمہارے لئے نصب کیا جائیگا اسکے سات زیے ہوں گے اور ہر زینہ اس منبر کا مملو ہوگا صفوف ملائکہ سے اور منبر کے داہنے بائیں حواریں صف بستہ کھڑی ہوں گی اور بہ نسبت ان کے حضرت حوا اور آسیہ تم سے بہت قریب ہوں گی اور اے فاطمہ جبکہ تم منتہائے منبر پر پہنچو گی تو جبریل تمہارے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے اے فاطمہ اس وقت جو چاہو درگاہ خدا میں عرض کرو اے بیٹی اس وقت جو تمہارا دل چاہے گا مانگو گی اسکے بعد تم اپنے شیعوں کو لیکر دروازہ جنت پر پہنچو گی۔ اس وقت بارہ ہزار حواریں تمہارا استقبال کریں گی اور وہ حواریں ایسی ہوں گی جنہوں نے نہ تمہارے پہلے کسی سے ملاقات کی اور نہ بعد تمہارے کسی سے ملاقات کریں گی اور ہاتھوں میں ان حوروں کے حربے نور کے ہوں گے اور وہ سب ناقہ ہائے نور پر سوار ہوں گی۔ اُن پر ہوج و عماریاں زریں مرصع بہ یاقوت ہوں گی اور مہاریں اُن ناقوں کی مروارید آبدار کی ہوں گی اور ہر ناقہ پر چھول سندس بہشت کی ہوگی پس اس وقت تم اپنے دوستوں کو لیکر داخل بہشت ہوگی۔

لوگی اسکے بعد زوقائیل ایک ناقہ نور کا تمہارے واسطے لیکر آئیں گے مہار اس ناقہ کی مروارید آبدار کی ہوگی اور ایک عماری اس ناقہ نور کی پشت پر رکھی ہوگی زوقائیل تم سے کہیں گے اس عماری میں آپ بیٹھے اور محشر میں تشریف لے چلے پس تم اس عماری میں بیٹھ جاؤ گی مہار ناقہ زوقائیل اپنے ہاتھ میں بے فخرے لینے اور ستر ہزار فرشتے آگے آگے اس ناقہ کے اہتمام تمہاری سواری کا کرتے ہوئے چلیں گے جب تم اس شان و شوکت سے چند قدم راہ طے کرو گی تو ستر ہزار حواریں تمہارے استقبال کو آجائیں گی اور وہ حواریں تم کو دیکھ کر بہت خوش و مسرور ہوں گی۔ اور اے بیٹی وہ حواریں کوئی معمولی طریقہ سے نہیں آئیں گی حالت ان کی یہ ہوگی کہ ہاتھوں میں اگر دان نور کے ہوں گے ان سے خوشبو ہکتی ہوگی اور سروں پر ان حوروں کے تاجہائے جواہر نگار زرد سبز کے ہوں گے بیچ میں تم ہوگی اور چاروں طرف یہ حواریں ہوں گی اسکے بعد مریم بنت عمران مع ستر ہزار حوروں کے تمہارے استقبال کو آئیں گی اور تم کو سلام کریں گی اور بائیں طرف تمہارے ناقہ کے جلو میں چلیں گی اسکے بعد تمہاری ماں خدیجہ کبریٰ تمہاری پیشوائی کو آئیں گی ان کے ساتھ بھی ستر ہزار حواریں ہوں گی اور جب تم نزدیک عرصہ محشر کے پہنچو گی تو جناب حوا اور آسیہ زین فرعون ستر ہزار حواریں لیکر آئیں گی اور وہ بھی تمہارا ساتھ ہو جائیں گی اے فاطمہ اگر تم کو اپنی عزت کا یہ خیال ہے اور غیرت تم کو ایسی ہے تو خداوند عالم بھی تم کو رنجیدہ کرنا نہیں چاہتا اس لئے کہ جب تم عرصہ محشر میں پہنچو گی تو ایک منادی حکم خدا سے یہ ندا کریگا

تمام اہل بہشت میں شور مبارکباد کا بلند ہوگا تمہارے شیعوں کے لئے خواہناہائے مرصع بجواہر جو مملو ہوں گے نعمتہائے بہشت سے وہ نعمتیں جنی جائیں گی تمہارے شیعوں کے سامنے اور تمہارے شیعوں اس وقت جس نعمت کو چاہیں گے تناول کریں گے اے فاطمہؑ تمہارے دشمن اس وقت عذابِ خدا میں مبتلا ہوں گے اور تمہارے دوست تمہاری وجہ سے بہشت کی نعمتیں تناول کرتے ہوں گے جب تم بہشت میں مقیم ہوگی تو تمہاری زیارت کے لئے حضرت آدمؑ اور دیگر پیغمبرانِ مرسلین آئیں گے اور اے فاطمہؑ بہشت بریں میں دو موتی ہیں کہ وہ ایک شاخ سے پیدا ہوئے ہیں ایک موتی سفید ہے اور ایک زرد ہے اندر ان موتیوں کے قصر اور مکان ایسے وسیع ہیں کہ ہر قصر میں ستر ستر ہزار مکان ہیں پس سفید موتی کے مکان میں ہم اور ہمارے شیعوں مقیم ہوں گے اور زرد موتی کے مکان میں حضرت ابراہیمؑ مقیم ہوں گے یہ سن کر فاطمہؑ زہراؑ خوش ہو گئیں لیکن عرض کرنے لگیں بابا خدا وہ دن فاطمہؑ کو نصیب نہ کرے کہ میں آپکے بعد زندہ رہوں اور آپکے نام میں بیٹھوں رسولؐ سمجھ گئے کہ فاطمہؑ کو اس کا بھی رنج ہے فرمایا بیٹی غمگین نہ ہو میں تم سے کہہ دیتا ہوں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے آکر ملحق ہوگی۔ کیا کہنا ہے غیرتِ فاطمہؑ کا مرنے کے بعد کا یہ خیال کیونکر ایسا خیال نہ ہوتا عصمتِ داری آپکی قدم بوسی کرتی تھی غیرتِ داری کی آپ بانی ہوئیں عفت و حیا کو آپکی وجہ سے ناز تھا ایک مرتبہ بیٹھے بیٹھے خیال آگیا کہ یہاں جو جنازے اٹھائے جاتے ہیں تو قد و قامت مرنے والے کا ہر شخص دیکھ لیتا ہے خیال آتے ہی پریشان

ہو گئیں کنیز نے عرض کیا شاہزادی کیا سبب ہے جو آپ اس وقت زیادہ رنجیدہ خاطر ہیں فرمایا کیا کہوں اس وقت مجھ کو یہ خیال آیا کہ مرنے کے بعد جس طرح یہاں سب کے جنازہ اٹھتے ہیں میرا بھی جنازہ اسی طرح اٹھایا جائیگا سب کی نظر میرے جنازہ پر پڑے گی کنیز عرص کرنے لگی بی بی میرے شہر میں ایسے طریقے سے جنازہ اٹھایا جاتا ہے کہ قد و قامت جنازہ کا کسی کو معلوم نہیں ہوتا اگر فرمائیے تو میں دیا ہی تابوت بناؤں فرمایا ضرور بناؤ اور جلدی بنا کر تیار کرو کنیز نے خرمہ کی شاخوں سے تابوت بنایا اور حاضر کیا فاطمہؑ زہراؑ اس تابوت میں لیٹیں اور خوش ہو کے کنیز سے فرمایا جس طرح تو نے میرے پردہ کا خیال کیا خدا تیرے پردہ کا لحاظ کرے۔ پردہ کے متعلق فاطمہؑ بہت خیال کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ فاطمہؑ زہراؑ اعلیل ہوئیں جناب رسالت مآبؐ مع سلمان فارسی عبادتِ انسیہ حور اکور و انہ ہوئے جیسے ہی دروازہ پر پہنچے حسبِ عادت کھڑکے کیونکہ بغیر اطلاع بغیر پکارے بغیر اذن رسول اللہؐ کبھی فاطمہؑ کے گھر میں داخل نہیں ہوئے وہی طریقہ سابقہ کے موافق آواز دی بیٹی فاطمہؑ یہ باپ تمہارا تمہاری عبادت کو آیا ہے اجازت دیتی ہو کہ میں تمہارے گھر میں داخل ہوں۔ جیسے ہی باپ کی آواز سنی عرض کیا تشریف لائیے فرمایا سلمان بھی میرے ساتھ ہیں۔ جب سنا کہ سلمان بھی ساتھ آویں گے تو خاموش ہو گئیں پھر حضرت نے دوسری مرتبہ فرمایا اے میوہ دل اے خنکی چشم لے فاطمہؑ اجازت ہے کہ تمہارا باپ تمہارے گھر میں داخل ہو عرض کیا تشریف لائیے فرمایا میرے ساتھ سلمان بھی ہیں پھر فاطمہؑ زہراؑ خاموش

ہو گئیں تیسری مرتبہ حضرت نے فرمایا اے لختِ جگر اے نورِ دیدہ
اے فاطمہؑ کیا باپ تمہارا تمہارے گھر میں نہ آوے اور واپس چلا
جاوے عرض کیا بابا کبیر تو برابر عرض کر رہی ہے کہ آپ تشریف لائیے
مگر آپ ہر مرتبہ یہی فرماتے ہیں کہ سلمان میرے ساتھ ہیں۔ بابا کیونکر بلاؤں
اسلئے کہ ایک چادر ہے میرے پاس وہ بھی اتنی چھوٹی ہے کہ اگر سر
چھپاتی ہوں تو پیر کھل جاتے ہیں اور اگر پیر چھپاتی ہوں تو سر کھل جاتا
ہے۔ میں عرض کرتا ہوں اے شاہزادی سلمان کوئی غیر نہیں ہیں
یہ تو وہ ہیں جن کو آپ کے پدر بزرگوار نے اہلبیت میں داخل کیا ہے اور
ان کے ایمان کی یہ حالت ہے کہ دسوں درجوں پر فائز ہیں آپ اتنا
محاذ ان سے کیوں کرتی ہیں۔ آپ کو صرف یہ خیال ہے کہ پیر یا سر
کھلا رہتا ہے اس وجہ سے کہ چادر چھوٹی ہے۔ ذرا اپنی بیٹیوں کی
خبر لیجئے کہ مجمع عام ہے بازار سجے ہوئے ہیں۔ برآمدہ آراستہ ہیں جس
طرف بھی وہ بیکس بسیاں نظر اٹھا کے دیکھتی ہیں سوائے دشمنوں کے
کوئی دوست نظر نہیں آتا۔ اللہ اکبر یہ دروازہ کیا وقار رکھتا تھا اور
کیا عزت تھی اس دروازہ کی کہ رسول جب آئیں تو بلا اجازت اپنی
بیٹی کے گھر میں نہ داخل ہوں لیکن بعد انتقال رسول اللہؐ یہی دروازہ
تھا اور لکڑیوں کا انبار تھا آگ کے شعلے تھے دشمنوں کا مجمع تھا کہنے والے
کہہ رہے تھے علیؑ باہر نکل نہیں تو سارا گھر جلا دیں گے سیدہؑ پس دروازہ
آکر کھتی ہیں اس گھر میں رسولؐ کی بیٹی اور رسولؐ کے نواسے اور نواسیا
ہیں جواب ملتا ہے کوئی بھی ہو سب کو جلا دیں گے واہ رے اسلام
والو کیا پاس اسلام کیا رسولؐ کو مانو اور رسولؐ کی بیٹی جب پس در سے

یہ کہے کہ کیا ہم کو اور ہمارے بچوں کو جلا دو گے تو کیا اس کا یہی
جواب تھا کہ شعلے بھڑکتا ہوا دروازہ اس معصومہ پر ڈھکیل
دیا۔ آئے تھے علیؑ کو لینے کے لئے کہا تھا کہ دروازہ جلا دیں گے یہ تو
کہا ہی نہ تھا کہ دروازہ ڈھکیل دیں گے دروازہ جلاتے مگر یہ کیا
کیا کہ جلتا ہوا دروازہ معصومہ پر دفعۃً ڈھکیل دیا رسولؐ کی بیٹی کو
یہ کتنا بڑا دھوکا دیا گیا چاہیے یہ تھا کہ جب دختر رسولؐ دروازہ کے
پاس آئی تھیں تو اتنا ہی کہہ دیے کہ اے فاطمہؑ آپ ہٹ جائیے ہم
کو علیؑ سے کام ہے ہم دروازہ جلا کے علیؑ کو ضرور لے جائیں گے یا یہ
کہا ہوتا دختر رسولؐ ہم لوگ دروازہ جلانے بھی آئے ہیں اور دروازہ
گرانے بھی آئے ہیں تو ممکن ہے کہ سیدہؑ عالم دروازہ سے ہٹ
جائیں مگر یہ ظلم تو ان لوگوں نے اچانک فاطمہؑ پر کیا مسئلہ خلافت
چھڑا ہوا تھا عقل یہی کہتی ہے کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کو لیجاتے اور ان سے
جو کچھ بھی کہنا تھا وہ کہتے رسولؐ کی بیٹی کو ستانے سے کیا فائدہ تھا
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ رسولؐ کے بھی دشمن تھے اور انکی
اولاد سے بھی خاص دشمنی رکھتے تھے قاعدہ یہ ہے کہ انسان جس کا
دشمن ہوتا ہے اسی سے انتقام بھی لینا چاہتا ہے جس کی نظیر شربِ بھرت
رسول ملتی ہے کہ جب کفار قریش پہونچ گئے اس مقام پر جہاں علیؑ
ابن ابی طالبؑ آدم فرما رہے تھے لوگوں نے چاہا کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ
کو ایذا پہونچائیں ابولہب کا فر تھا مگر اسی حالتِ کفر میں کہنے لگا دیکھو
علیؑ کو ہاتھ نہ لگانا ہم جس کے دشمن ہیں ہم کو اسی سے مطلب ہے۔
ہم کو اس کے اہلبیت کو تکلیف دینا نہیں چاہئے ہے ابولہب کا فر تھا

یہ دروازہ جلانے والے مسلمان تھے علیؑ کو بیعت کے لئے لینے آئے تھے ان کو لے گئے ہوتے جو کچھ بھی کہنا تھا ان سے کہتے انصاف کہتا ہی کہ ان کی بی بی کو آخر اس طرح کیوں صدمہ پہنچایا اور دھوکا دیکر دروازہ کیوں گرایا اس سے ثابت ہو گیا کہ یہ لوگ ہرگز ہرگز مسلمان نہ تھے یہ شیوہ اسلام ہرگز نہیں ہو سکتا کہ رسول کو تو مانیں اور ان کی بیٹی پر دروازہ ڈھکیلیں یہ جلتا ہوا دروازہ جو ڈھکیلا گیا تو کہنے والے شاید یہ کہیں کہ چونکہ زنجیر دروازہ نہیں کھولی گئی اس وجہ سے یہ دروازہ ڈھکیلا گیا دروازہ نہ کھلنے پر یہی کیا ہوتا کہ رسول کی بیٹی سے کہتے آپ بہٹ جائیے ہم کو علیؑ سے مطلب ہے اور دروازہ کھول دیجئے۔ جب دروازہ نہ کھلتا تو دروازہ کو توڑ ڈالتے اور اس دروازہ میں داخل ہوتے جس دروازہ پر ملک آکے ٹھہرتا تھا اور اجازت لیکے گھر میں داخل ہوتا تھا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ آگ لگائی اور جان بوجھ کے اور اچھی طرح پہچان کے فاطمہؑ زہراؑ پر دروازہ ڈھکیلا اور ڈھکیلنے والے نے اس قوت سے ڈھکیلا تھا کہ فاطمہؑ بچ نہ سکیں اور ابھی ہلاک ہو جائیں اس دروازہ ڈھکیلنے والے کی ایک حسرت پوری ہو گئی سیدہؑ نہیں تو سیدہؑ کا بچہ اس آفت ناگہانی میں اندرون شکم اقدس شہید ہو گیا جمہی تو سیدہؑ عالم بروز قیامت فریاد کریں گی بارِ الہا انصاف کمر میرے اور ان لوگوں کے درمیان میں جنہوں نے میرے ایسے کمسن بچے کو شہید کیا جو شکم سے بھی باہر نہ آیا تھا واقعی میں ظلم ایسا فاطمہؑ زہراؑ پر ہوا کہ دنیا میں نہ کسی پر ہوا ہے اور نہ شاید ہوگا افسوس تو اس کا ہے کہ جس کے باپ کی تاکید یہ تھی کہ دیکھو مسلمانوں کی لڑائی میں کبھی کسی عورت

پر کوئی ظلم نہ کرنا یہ رسول تو ایسے تھے ظلم کرنا کیسا نہ سروں سے چادریں چھنواتے تھے نہ کسی کے ہاتھ بندھواتے تھے نہ کسی کے گوشوارہ لیتے تھے جو رسول ایسا رحم دل ہو کیا اسکی اکلوتی بیٹی پر یہی ظلم جائز تھا کہ دروازہ آگ سے جلایا جائے اور پوری قوت کے ساتھ وہی جلتا ہوا دروازہ اس بے گناہ معصومہ پر ڈھکیل دیا جائے اور اگر کوئی یہ کہے کہ ہم کو نہیں معلوم تھا کہ سیدہؑ پس دروازہ کھڑی تھیں تو جب دروازہ گرا چکے اور گھر میں داخل ہوئے تب تو دیکھا تھا کہ دختر رسول منہ کے بھل زمین پر پڑی ہوئی ہیں اگر دختر رسول کے دشمن نہ تھے تو جب وہ معصومہ غشی کی حالت میں زمین پر پڑی ہوئی تھیں تو پانی چھڑکا ہوتا تسلی دی ہوتی عذر کیا ہوتا کہ اے دختر رسول معاف کیجئے کہ ہم کو نہیں معلوم تھا کہ آپ پس در کھڑی ہوئی ہیں ورنہ ہم سے یہ قصور نہ ہوتا کہ دروازہ جلتا ہوا آپ پر گراتے۔ میں کہتا ہوں کہ ضرور پہچانتے تھے اور اچھی طرح جانتے تھے پانی چھڑکنا اور تسلی دینا کیسا جیسے بی گھر میں داخل ہوئے اسی غشی کی حالت میں بازو پر تازیانہ زور سے مار دیا اور ایک نے تلوار کے قبضہ سے بھی نہایت بے رحمی سے کام لیا یہ زخم کاری جو سیدہؑ پر لگے تو پھر وہ معصومہ سنبھل نہ سکیں باپ ہی کا کیا غم کم تھا جو یہ غم بہ غم طاری ہوا۔

مختصر یہ ہے کہ فاطمہؑ پھر اچھی نہ ہوئیں۔ اور روز بروز حالت خراب ہی ہوتی گئی مگر حالت یہ ہے کہ سوائے رونے کے کچھ کام نہیں کیا سیدہؑ کا رونا معمولی تھا اس طرح شب و روز روتی تھیں کہ اہل مدینہ پریشان ہو گئے اور علی ابن ابی طالبؑ سے یا علیؑ سیدہؑ کا رونا اب تو سنا

فضائل جناب امیر المومنین و ولادت امیر المومنین

تعریف عظمیٰ بگفتگو ممکن نیست گنجائش بحر در سبب ممکن نیست
من ذات عظمیٰ بواجبی کیہ انم الادانم کہ مثل او ممکن نیست
کس میں اتنی طاقت کہ جو علی ابن ابی طالب کی تعریف و توصیف کر سکے
کیسے کیسے قابل و لائق گذر گئے وہ تو علی کی تعریف نہ کر سکے مثلاً آسمان
کی تعریف ساکنان ارض کیا کر سکتے ہیں۔ وہی تعریف کر سکتا ہے
جو آسمانوں پر گیا ہو جس نے آسمانوں کی سیر کی ہو زمین کی حالت
آسمان والے کیا بتا سکتے ہیں وہی بتا سکتا ہے جو ابو تراب یا جو مالک
زمین ہے یا جس کے لئے زمین خلق ہوئی فرشتوں کی باتیں بھلا کون سمجھ
سکتا ہے ہاں وہی سمجھ سکتا ہے کہ جس سے فرشتوں کی ملاقات ہو اور
فرشتے جس کے گھر پر آتے ہوں اور استاد ملک بھی ہو صحرا کے خار چننے
والے باغ و گلستان سے کیونکر واقف ہو سکتے ہیں۔ دنیا کے میوہ کھانے
والے میوہ ہائے جنت کے ذائقہ کیا بتا سکتے ہیں جاہل عالم کے علم
کو کیا جانے کمزور جو ہو وہ کسی کی طاقت کو کیا سمجھے بزدل بہادری
کو کیا جانے میدان سے بھاگنے والا قدم جما کے لڑنا کیا جانے رونے
والا سونا کیا جانے اور چین کی نیند سے سونے والا رونا کیا جانے یہ تو
رنگ زمانہ ہی ہے کہ کوئی کسی کی اصل تعریف کر ہی نہیں سکتا
چہ جائیکہ اس کی تعریف جس کی تعریف خود خدا نے اور اس کے رسول
نے کی ہو آپس میں دوستی میں ہر وقت کی نشست و برخاست میں

۴۶
نہیں جاتا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوئے جاتے ہیں ہم لوگوں کی طرف
سے اتنا کہہ دیجئے کہ اپنے رونے کا وقت مقرر کر لیں حضرت گھر میں
آئے پیغام پہنچایا عرض کیا ابو الحسن آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے
کہ فاطمہ چند روز کی اور مہمان ہے اُسکے بعد پھر فاطمہ کی آواز کو
کون سنے گا اور ہاں ابو الحسن ذرا میرے باپ کا پیرا ہیں اس وقت
مجھ کو دکھا دے علی نے صندوق کھولا پیرا ہیں نکالا بولے پیرا ہیں رسول
مقام سیدہ میں پہونگی رونا شروع کیا جیسے ہی حضرت وہ پیرا ہیں
لائے دیکھ کر ایک نعرہ مارا اور بیہوش ہو گئیں۔ کیوں معصومہ کیوں
بیہوش ہوئیں اسلئے کہ آپکے باپ کا پیرا ہیں جو آپکے سامنے آیا کیا پیرا ہیں
رسول میں کوئی نشان تیر دیکھا یا نشان تلوار آپ کہیں گی صرف پیرا ہیں
دیکھا جو میرے باپ پہنا کرتے تھے۔ اے شاہزادی اپنی پوتی سکینہ
کی خبر لیجئے کہ دربار یزد میں اپنے باپ کا پیرا ہیں دیکھ رہی ہیں یزد
کہہ رہا ہے حسین دعوائے خلافت کرتے تھے اور ایسا بوسیدہ پیرا ہیں تو
اشقیاء جواب دیتے تھے امیر یہ پیرا ہیں بوسیدہ نہ تھا بلکہ تلواروں سے
تیروں سے تیزوں سے بوسیدہ کیا گیا ہے۔

غرض کہ ہماری اور آپکی شاہزادی فاطمہ زہرا نے اٹھا رہی ہیں
برس بڑی بڑی مصیبتیں اٹھا کر تیسری جمادی الثانی کو اس دار فانی
سے عالم جاویدانی کی طرف رحلت فرمائی حسب وصیت علی ابن ابی
طالب نے غسل و کفن دیکر جنازہ رات کو اٹھا کر جنت البقیع میں لیجا
کر دفن کر دیا۔

سلمان کیا تم علیؑ کو نہیں پہچانتے عرض کیا میری کیا مجال کہ میں علیؑ کو پہچان سکوں اسلئے کہ حضور نبیؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ نہیں پہچانا خدا کو کسی نے مگر میں نے یا علیؑ نے اور نہیں پہچانا مجھ کو کسی نے مگر خدا نے یا علیؑ نے اور نہیں پہچانا علیؑ کو کسی نے مگر میں نے یا خدا نے۔ سلمان فارسی ایمان کے دس درجوں پر فائز تھے اہلبیت رسولؐ میں داخل تھے مگر علیؑ ابن ابی طالبؑ کو نہیں پہچانتے تھے جنکے پاس ایمان تھا ہر وقت ساتھ رہتے تھے وہ تو پہچانتے نہ تھے تو بھلا ہم ایسے گنہگار علیؑ کو کیا پہچان سکتے ہیں اور کیا تعریف و توصیف و مدح علیؑ میں قلم اٹھا سکتے ہیں اسی وجہ سے شاعر نے بھی نظم کر دیا۔ کہ تعریف علیؑ بگفتگو نیست۔ گنجائش بحر در سو ممکن نیست

اگر علیؑ کے نام کو لوگ پہچان لیتے تو مختلف ناموں سے کبھی حضرت کو یاد نہ کرتے بلکہ ایک ہی نام حضرت کا رہتا علیؑ کی ذات تو ایک ہی ذات تھی لیکن نام لوگوں نے علیؑ کو رکھ دیے جیسے کہ خدا کے نام کو دیکھو جس نام سے پکارا گیا وہی خدا مثلاً اللہ۔ رحمن۔ رحیم۔ خالق۔ جبار۔ قہار۔ غفار۔ ستار۔ وہاب۔ رزاق۔ فاح۔ علیم۔ سمیع۔ بصیر۔ خیر۔ حفیظ۔ کبیر۔ جلیل۔ وکیل۔ احد۔ صمد۔ صادق وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح علیؑ ابن ابی طالبؑ کو بھی لوگ مختلف ناموں سے پکارتے تھے۔ جیسا کہ حضرت کا نام آسمان پر شمشائل زمین پر ججائیل۔ نزدیک لوح کے قنوم نزدیک قلم کے منصوم نزدیک عرش کے معین نزدیک رضوان کے امین نزدیک حور العین کے اصیب مصحف ابراہیمؑ میں خزیمہ زبان عبرانی میں بلقیہ طیس زبان سریانی میں شرویل انجیل

تو انسان سمجھ نہیں سکتا کہ ان میں کون کون سی صفیتیں ہیں اور کون کون سے علم کے عالم ہیں چہ جائیکہ علیؑ ابن ابی طالب جن کی مدح رسول اللہؐ یوں فرماتے کہ علیؑ کو کسی نے نہیں پہچانا مگر خدا نے یا میں نے جسکو خدا پہچانے یا رسولؐ پہچانے بھلا پھر کون تھا ایسا کہ علیؑ کو پہچان سکتا ہے یا ان کی تعریف کر سکتا ہے علیؑ ابن ابی طالبؑ کے پہچانے یا نہ پہچانے کی دلیل میں ایک واقعہ سن لیجئے ایک مرتبہ سلمان فارسی مسجد رسولؐ سے نکلے تھوڑا راستہ طے کیا ہو گا کہ ایک شخص سے ملاقات ہوئی اس نے کہا سلمان کہاں سے آتے ہو فرمایا مسجد رسولؐ سے، پوچھا رسول اللہؐ کے پاس اس وقت کون کون بیٹھا ہے سلمان نے نام بتا دیئے جسکو جسکو جانتے تھے اور کہنے لگے کہ ایک صاحب رسولؐ کے پاس ایسے بیٹھے ہیں جن کو میں نہیں پہچانتا سلمان یہ کہہ کر چلے گئے۔ یہ شخص مسجد رسولؐ میں آیا دیکھا کہ سلمان نے جن جس کو بتایا وہ سب بیٹھے ہیں اور قریب رسالتاؑ کے علیؑ ابن ابی طالبؑ تشریف رکھتے ہیں موقع برائی کامل گیا کہنے لگے یا رسول اللہ سلمان کی آپ بہت تعریف کرتے ہیں۔ وہ اس وقت مجھ سے جھوٹ بولے فرمایا کیا کہتے ہو بھلا سلمان اور جھوٹ؟ کہنے لگے یقیناً وہ جھوٹ بولے فرمایا آخر کہو تو کیا واقعہ ہے عرض کیا ابھی سلمان ملے میں نے پوچھا کہ آپ کی خدمت میں اس وقت کون کون حاضر ہے سب کو بتایا اور علیؑ کا نام نہیں لیا کہنے لگے ایک صاحب بیٹھے ہیں جن کو میں پہچانتا نہیں ہوں یا رسول اللہؐ اس سے بڑھکر کیا جھوٹ ہو گا کیا سلمان علیؑ کو نہیں پہچانتے فرمایا جاؤ اور سلمان کو بلا کر لاؤ یہ سن کر گئے اور ساتھ لیکر آئے حضرت نے فرمایا

فرنگیان میں ارمانجیل ارامنه میں آئی انجیل روسیان برٹا صحف میں
حجر العین کتاب مرقم میں فتاح کتاب ہندوان میں بش کتاب زید
مخوس میں بکیلا کتاب براہمہ میں خدا دوست نزدیک اہل عرب کے
ملی نزدیک ہندوؤں کے بلیکر نزدیک رومیان کے بطرس نزدیک
ارضیہ کے فریق نزدیک بونیان کے ہرس اعظم توریت میں ایلیا زبور
میں جبریا انجیل میں بریا قرآن میں صالح المؤمنین نزدیک مشرکین کے
موت احمر نزدیک دایہ کے میمون نزدیک جبریل کے اوستا نزدیک
فاطمہ بنت اسد کے حیدر نزدیک فاطمہ زہرا کے ابوالحسن نزدیک رسول
کے ابوتراب نزدیک پروردگار عالم کے علی اور نزدیک شیوخ امیر المؤمنین
علی ابن ابی طالب۔ سنا آپ نے جو ہے وہ علیہ علیہ نام سے خدا
کو بھی پکار رہا ہے اور علیؑ کو بھی جس طرح خدا کی کوئی تعریف و توصیف
نہیں کر سکتا اسی طرح کسی کی مجال نہیں کہ وہ علیؑ کی تعریف کر سکے آپ
کہیں گے کہ کیا اچھا تقابل کیا کہاں خدا اور کہاں علیؑ۔ میں بھی یہی
کہتا ہوں کہ خدا اور علیؑ میں کبھی بھی تقابل نہیں ہو سکتا مگر کیا عرض
کروں خدا نے تو خود کہہ دیا کہ اگر میرے ہاتھ دیکھنا چاہتے ہو تو علیؑ کے
ہاتھ دیکھ لو کہ یہی ید اللہ ہیں اور اگر میری آنکھ دیکھنا ہو تو علیؑ کی آنکھ
دیکھو کہ یہی عین اللہ ہیں اور اگر میری صورت دیکھنے کو دل چاہتا ہے تو
علیؑ کی صورت دیکھ لو کہ یہی وجہ اللہ ہیں معاذ اللہ تو یہ کہاں خدا اور
کہاں علیؑ جتنی بھی تعریف کیجئے علیؑ کہیں خدا کے برابر ہو سکتے ہیں کہاں
خالق اور کہاں مخلوق کہاں معبود کہاں عبد پس یہ خدا کا فضل تھا جو
اس نے علیؑ کو ایسا مرتبہ دیا کہ کوئی کچھ کہنے لگا اور کوئی کچھ کسی نے نا خدا کہا

اور کوئی خدا کہنے لگا شافعی ایسا شخص اس کی عمر گزر گئی وہ نہ سمجھ سکا
کہ خدا میرا رب ہے یا علیؑ میرے رب ہیں خدا کی خدائی میں ہے
کوئی بندہ ایسا کہ جس پر خدائی کا دھوکا ہو جائے بے مثل و لا جواب
اگر کوئی بندہ علاوہ رسول خدا کے خدا نے پیدا کیا تو وہ ذات تھی
علیؑ ابن ابی طالبؑ کی بات یہ ہے کہ علی ابن ابی طالبؑ سے ایسی
باتیں ظاہر ہوتی تھیں کہ جو عقل انسانی سے باہر ہیں۔ جب کوئی مشکل
نہی کو پڑی مشکل کشا کے پاس آئے اور مشکل حل ہوئی وہ لوگ کہ جو
علیؑ کو لائق خلافت نہ سمجھتے تھے جب کسی مشکل میں پھنسے تھے تو علیؑ ہی
کو بلایا کرتے تھے اور آپ کا نفس ایسا تھا کہ فوراً دشمنوں کی مشکلوں کو
حل فرماتے تھے اور دولت سرا کی طرف مراجعت فرمایا کرتے تھے ایک
مرتبہ کا ذکر ہے زمانہ خلیفہ ثانی میں حارث ابن سنان اور انصار میں
باہم کچھ نزاع واقع ہوئی اور اس کا انصاف خلیفہ نا انصاف نے انصاف
سے نہ کیا حارث کو اس بے انصافی خلیفہ پر غصہ آگیا اور قیصر روم کے
پاس جا کر جو جو شکایتیں کرنا تھیں وہ خلیفہ کی کیں بادشاہ نے جب
سب باتیں سن لیں تو کہا کہ میں چند سوالات خلیفہ کے پاس بھیجتا ہوں
اگر جواب آگئے تو خیر ورنہ قتل کرادوں گا یا اس کو میری غلامی اختیار
کرنا ہوگی یہ کہہ کر منشی کو طلب کیا اور سوالات ذیل لکھوانا شروع کئے
اول یہ کہ تفسیر سورہ حمد کی دوسرے وہ پانی کونسا ہے جو نہ زمین
سے ہے اور نہ آسمان سے تیسرے وہ کون متنفس ہے جو جان نہیں
رکھتا چوتھے عصائے موسیٰ کا کیا نام تھا اور اس کا طول کتنا تھا پانچویں
وہ کون سی ایسی چیز ہے کہ دنیا میں دو کے لئے اور آخرت میں ایک

کے لئے چھٹے وہ مرد کون ہے جو قوم وقبیلہ نہیں رکھتا ساتویں وہ درخت
 کونسا ہے جو بغیر آب روئیدہ ہوا آٹھویں وہ ظرف کونسا ہے کہ بہشت
 میں انواع و اقسام کے کھانے اس میں ہیں مگر وہ کھانا ایک دوسرے
 سے نہیں ملتا اس کی مثال میں دنیا کی کونسی شے ہے بادشاہ نے یہ
 آٹھوں سوال ایک لفافہ میں بند کئے اور اپنے ایک ایک ملازم کو دیکر کہا
 کہ اگر خلیفہ جواب نہ دے تو قتل کرنا اور اگر قتل ہونے سے انکار کرے
 تو کہنا میری غلامی اختیار کرے ملازم بادشاہ حکم نامہ شاہی لیکر روانہ
 ہوا اور دربار خلیفہ صاحب میں آکر وہ لفافہ شاہی پیش کیا لفافہ ہچاک
 کر کے مضمون کو جو پڑھا تو حواس جاتے رہے آنکھوں میں اندھیرا آگیا
 دماغ چکر کھانے لگا عقل جو کچھ رہی سہی تھی وہ بھی گم ہو گئی دل دھوکے
 لگاپیروں میں لرزہ پیدا ہو گیا ہاتھ مثل ریشم کا پٹے لگے جان کے خوف
 سے منہ سے بات نکلنا دشوار ہو گئی خیر کسی نہ کسی طرح دل کو سنبھالا فقیروں
 سے کہنے لگے جلدی بتاؤ کیا کروں قیصر روم نے ایسے سخت سوال بھیجے
 ہیں جواب دینا کیسا ایسے سوالات تو کبھی سنے بھی نہ تھے۔ اگر جواب اسکے
 نہ گئے تو وہ مجھے قتل کر ادیکار الفضل ماشہدات بہ الاعضاء فضیلت
 وہی فضیلت ہے کمال وہی کمال ہے جس کی تعریف دشمن تک کریں۔
 نیکی کو وہ بُرے چھپاتے تھے مگر جس میں اچھائی اچھائی ہو وہ کہاں تک
 چھپے گی تمام رفیق متفق اللفظ ہو کر کہنے لگے کہ اگر تم ہم لوگوں سے مشورہ
 لیتے ہو تو ان سوالات کا جواب سوائے علیؑ کے اور کوئی دے نہیں سکتا
 یہ سننا تھا کہ فوراً مشکل کشائے عالم کو بلایا اور کہنے لگے یا علیؑ آپ ہی میری
 جان بچائیے گا تو بچے گی ورنہ بہت مشکل ہے کہ میری جان بچے فرمایا۔

آخر واقعہ کیا ہے کیوں بلایا کونسی مشکل درپیش ہے فوراً وہ خط حضرت
 کو دیا حضرت نے پڑھ کے فرمایا یہ کون سے ایسے مشکل سوال ہیں جن کا
 جواب ناممکن سمجھتے ہو یہ کہہ کر حضرت نے بعد بسم اللہ تفسیر سورہ حمد تحریر
 فرمائی بعد اسکے فرمایا وہ پانی جو نہ آسمان سے برسانہ زمین سے نکلا وہ
 پسینہ گھوڑوں کا ہے جو بقیس نے حرب گاہ سے لیکر حضرت سلیمانؑ کے
 لئے بھیجا تھا اور جو چیر کہ سانس لیتی ہے اور بیجان بھی ہے وہ صبح
 ہے اور عصا موسیٰؑ کا نام برہنہ تھا جب روح اس میں آتی تھی تو بڑھ
 جاتا تھا اور جب روح نکل جاتی تھی تو کم ہو جاتا تھا اور طول اس کا
 دس ہاتھ کا تھا اصل اسکی خلد بریں تھی اور وہ عصا بہشت سے
 حضرت شعیب کے لئے آیا تھا اور وہ چیز کہ دنیا میں دو کے لئے اور
 آخرت میں ایک کے لئے وہ درخت خرما ہے دنیا میں اولاد آدم مومن
 و کافر دونوں کے لئے رُخ ہو ا ہے مگر آخرت میں صرف مومن ہی کھائیں
 گے کافر نہیں کھا سکتے اس لئے کہ جہنم میں درخت خرما خداوند عالم نے
 پیدا ہی نہیں کیا اور وہ مرد جس کا قوم وقبیلہ نہیں وہ حضرت آدمؑ ہیں
 اور وہ درخت جو بغیر آب روئیدہ ہو اوہ درخت کدو ہے جو حضرت
 یونسؑ کے لئے خداوند عالم نے روئیدہ کیا تھا اور ظرف بہشتی جس میں
 طرح طرح کی نعمتیں ہونگی اور آپس میں ملیں گی نہیں اسکی مثال دنیا
 میں بیضہ مرغ ہے کہ زردی و سفیدی آپس میں مخلوط نہیں ہوتے
 جب یہ جوابات لکھ چکے تو خلیفہ کو حوالے کئے خلیفہ نے قیصر روم کے
 پاس بھیجے جو بنی اس نے جواب پڑھے پوچھا یہ جواب کس نے لکھے اس
 نے کہا داماد پیغمبر جس کا نام علیؑ ہے جیسے ہی نام علیؑ کا سنا وہ اور اسکے

اہل دربار اسی وقت مشرف بہ اسلام ہو کر صدائے تکبیر بلند کرنے لگے۔

علم و فضل و کمال علی ابن ابی طالب کا یہ اثر تھا کہ بغیر حضرت کو دیکھے لوگ مسلمان ہو گئے اور کلمہ پڑھنے لگے یہی سبب ہے کہ علیؑ کی تعریف کوئی نہیں کر سکتا۔ علیؑ کی تعریف کرنا کیا آسان ہے یا تو خدا مدح و ثنا کرے اور یا جناب محمد مصطفیٰؐ فضیلتیں سجد و بشمار ہیں اگر یہی ایک فضیلت پر غور کیا جائے کہ کہاں خدا کا عبادت خانہ اور کہاں علیؑ ابن ابی طالب کا زچہ خانہ اور زچہ خانہ بھی تو غیر کے گھر میں نہیں۔

بلکہ اپنے گھر میں خلیل سے کعبہ بنوایا یہ کہہ کے کہ اے میرے دوست میرے لئے گھر بناؤ حضرت ابراہیمؑ نے بڑی محنت سے بنایا اور خدا نے یہ کعبہ جو بنوایا تو کس زمین پر زمین سب برابر لیکن اس زمین کو بڑی خصوصیت ہے کوئی زمین اس کے مقابلہ میں نہیں۔ زمین کی بنا جب خدا نے ڈالی تو پہلے نظر مشیت اسی زمین پر پڑی ابراہیمؑ کو جبرئیل نے اس کی حد بتائی پس ابراہیمؑ نے اسی حد کے اندر کعبہ بنایا خدا نے دنیا بھر میں جتنی زمینیں پیدا کیں ان سب سے بہتر زمین کعبہ۔ زمین کعبہ سے بہتر ارض صحن کعبہ اور ارض صحن کعبہ سے بہتر وہ مقام حجرہ ہے جس کی دیوار میں ایک نیا در مادر حیدر کے لئے بنا اور ارض حجرہ سے بہتر بس وہ مقام ہے کہ جس مقام پر ولادت ہوئی علیؑ ابن ابی طالب کی۔ مقام ولادت تو قابلِ فخر ضرور ہے مگر سونے میں سہاگہ یہ اور ہوا کہ خداوند عالم نے جائے ولادت کو عام مسلمانوں کے لئے رُح قبلہ قرار دے دیا۔ افسوس ہے ان لوگوں پر جنہوں نے بہت زمانہ کے بعد

لائق خلافت سمجھا۔ سمجھ میں نہیں آتا جن کو کبھی دل سے مانا نہیں انھیں کی جائے ولادت رُح قبلہ قرار دیں۔ یہ خداوند عالم کے اسباب ہیں دکھا دیا ان لوگوں کو جو علیؑ کو نہیں مانتے تھے کہ میرا سجدہ کرتے ہو تو رُح قبلہ کو دیکھ لو اگر رُح غلط ہو گیا تو سجدہ غلط ہوا سجدہ کیسا پوری نماز بیکار اور اگر میرا سجدہ سچا کرنا چاہتے ہو تو وہی رُح اختیار کرو جس مقام پر میرا ولی علیؑ پیدا ہوا ہے۔ دشمنوں نے تو ہمیشہ فضائل کو چھپایا مگر میں ان مسلمانوں سے پوچھتا ہوں جو حج بیت اللہ کو جاتے ہیں وہ بتائیں کہ حج کیونکر ہوتا ہے اگر جائے ولادت علیؑ کا طواف نہ کریں تو حج بیکار واہ کیا مرتبہ خدا نے علیؑ کو دیا اپنا سجدہ بھی کرایا تو بغیر شرکت علیؑ نہیں تو کیونکر خداوند عالم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والا کو بہشت میں داخل کر سکتا ہے ہم کو تو احکام خدا جہاں تک ملے ہیں وہ یہ ہیں کہ بغیر محبت علیؑ کوئی کام خدا کو پسند ہی نہیں۔ روز قیامت خداوند عالم علیؑ ہی کو قاسم جنت و نار قرار دے گا تو کیا علیؑ ان آدماء کلمہ پڑھنے والوں کو بہشت میں بھیجیں گے۔ ہرگز نہیں بلکہ ایسے کلمہ گو یوں کو انشاء اللہ داخل جہنم اور پورا کلمہ پڑھنے والوں کو داخل جنت کریں گے۔ یہ شرف کیا لا جواب ہے نہ کعبہ میں کوئی پیدا ہوا اور نہ ہوگا۔ علیؑ کو یہ منزلت دی کہ کعبہ میں پیدا کیا اور فاطمہ بنت اسد کو یہ شرف دیا کہ میوے جنت سے تین روز تک برابر پہنچے جی بھی تو فرماں تھیں کہ مریم کے لئے حکم ہوا تھا کہ درخت خرما ہلاؤ و رطب تازہ نکلیں گے اور میرے لئے بغیر کسی محنت کے میوے جنت سے آتے تھے اور میں برابر کھاتی تھی اور شکر پروردگار عالم کرتی تھی۔

قصیدہ در مدح امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام

قرمیش دوستو نزدیک میخانہ بنے دل یہ کہتا ہے مری مٹی سی پیمانہ بنے
اک نگاہ لطف کا ہوں ساقیا محتاج میں آج تو فرد گنہ بخش کا پروانہ بنے
دروسا غریبوں چلے روح الامیں دیکھا کریں غیرت بزم ملک یہ بزم زندانہ بنے
ضو فکرت آج کعبہ میں وہ شمع بزم حسن طور پر جس کے کلیم اللہ پروانہ بنے
دن ہے ساتی کی پیدائش کا پی لے میکہ دل یہ کہتا ہو میری مٹی سے پیمانہ بنے
حیدر صفدر ہیں یا شمع جمال ایزدی آفتاب صبح محشر کیوں نہ افشانہ بنے
کون کر سکتا ہے پھر طرح امیر المومنین جگہ گلزار جہاں قبر کا کاشانہ بنے
اے تجمل کیوں محبت سے جگر دل میں نہ دوں
جب علیؑ کے واسطے کعبہ زچہ خانہ بنے

مال شب محبت و فضائل و فاجناب امیر المومنین

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ
مَرْضَاةِ اللَّهِ - خالق کون و مکان مالک الارض و سما و راق انسان و
حیوان مالک روح و جسم ایک قطرہ سے پیکر انسان خلق کرنے والا حم مادہ
میں حفاظت کرنے والا ہر آواز کا سننے والا ہر چیز کا دیکھنے والا باذن
سے فقیر بنانے والا محتاج کو تخت شاہی پر بٹھانے والا لوگوں کو مقام
امتحان میں لاکر جلاسنے والا اپنی زبان بے زبانی سے ارشاد فرما رہا ہے اور
مدح کر رہا ہے اسکی جس نے نفس اپنا بیچا اور قیمت میں پائی مرضی اسکی

آخر یہ ذکر کس کا ہے کس نے اپنا نفس فروخت کیا اور خدا نے اس
کی قیمت میں کس کو اپنی رضا دیدی کون ایسا اہم معاملہ تھا کہ جس
معاملہ میں نفس کی خریداری کر لی اور اتنی بڑی قیمت دیدی جس سے
بہتر قیمت ہو ہی نہیں سکتی مفسرین لکھتے ہیں یہ آیت شان والا شان
علیؑ ابن ابی طالبؑ میں نازل ہوئی اور واقعہ سب پر ظاہر ہے کہ
رسول اللہؐ نے ہجرت فرمائی اور اپنے بھائی کو اپنے بستر پر سو رہے کا
حکم دیا آج اسکے سو رہنے کا حکم ہو رہا ہے جو کبھی اتنا رات کو سویا ہی
نہیں۔ رسولؐ تشریف لے گئے ادھر علیؑ چادر رسولؐ اوڑھ کر بستر پر
پر سوئے اور سوئے بھی تو کس طرح بالکل بے خوف ہو کر سو گئے چین
کی نیند سے سوئے ایسا سوئے کہ معاملہ نفس کا ہو گیا انسان کے
جسم بھر میں بہترین چیز جو ہے وہ نفس اگر نفس نہیں تو جسم بیکار
ایک رات سوئے نفس بیچ ڈالا کس کے ہاتھ خدا کے ہاتھ جب دیکھ
لیا خدا نے کہ علیؑ بندہ میرا میرے بھر دوسہ پر سو رہا ہے اور اس نے
جان و دل اپنا کسی اور طرف صرف نہیں کیا ہے جو کچھ ہے میرے سپرد
خدا سے بڑھ کے کون جو ہری ہو سکتا ہے جب دیکھ لیا اور پرکھ لیا تو
کہا یہ نفس لینے کے لائق ہے پس خالق نفس نے اپنے نفس بے نفس کے
لئے علیؑ کا نفس نفیس پسند فرما کر خرید لیا نفس جہاں کا تھا وہیں رہا قاب
بدل گیا پہلے نفس علیؑ کا تھا مگر بعد شب ہجرت وہ نفس علیؑ کا نہ رہا بلکہ
نفس علیؑ نفس اللہؐ ہو گیا۔ جب نفس علیؑ نفس اللہؐ ہوا تو ہاتھ اللہؐ
ہو گئے زبان علیؑ لسان اللہؐ ہو گئی آنکھیں عین اللہؐ ہو گئیں۔ ہے
کوئی ایسا۔۔۔ جس کا نفس خداوند عالم اپنا نفس کہے یہ علیؑ ہی تھے

جو مشیت اللہ ہو گئے تھے جو ان کا ارادہ وہ خدا کا ارادہ اور جو خدا کا ارادہ وہ ان کا ارادہ خدا نے ان کی فضیلتیں ظاہر کیں تو لوگ دیکھ کر جلنے لگے حسد کرنا ان لوگوں کا بیکار تھا اس لئے کہ جو خدا نے چاہا وہ ہوا کوئی کہے میں جاہل رہ گیا وہ عالم کیوں ہو گئے میں فقیر رہا اور وہ بار شاہ کیوں ہو گئے میں ذلیل وہ عزت دار کیوں ہو گئے میں کمزور وہ طاقتور کیوں ہو گئے تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ تو اپنی اپنی قسمت ہے کوئی غنی ہوا کوئی فقیر کوئی تندرست رہتا ہے کوئی بیمار کوئی خوش رہتا ہے کوئی رنجیدہ کوئی آرام سے رہتا ہے کوئی تکلیف میں کوئی خیر بنتا ہے کوئی دوش پر قدم رکھتا ہے کوئی بلا کے گلے لگایا جاتا ہے اور کوئی پاس سے ہٹایا جاتا ہے کسی کو سانپ کا ٹٹا ہے کوئی اژدر کے دو ٹکڑے کرتا ہے کوئی علم لیکر جاتا ہے کوئی علم لیکر بھاگتا ہے کوئی بہادر ہے کوئی بودا کوئی میدان میں قدم جما کر کھڑا ہوتا ہے کوئی مارے ڈر کے پہاڑ کی چوٹی پر نظر آتا ہے کوئی بستر پر سوتا ہے کوئی غار میں روتا ہے کوئی رات بھر چین سے سوتا ہی رہا اور کوئی برابر روتا ہی رہا۔ اس مقام پر شاعر کا شعر ہے

لے مجھ کو اپنی اپنی قسمت میں ٹک کیا کیا تیرے لئے خاک شفا میرے لئے
ایک شب تو علیؑ ایسا سوئے کہ کچھ خبر ہی نہیں اور ایک شب
ایسی آئی کہ وہی علیؑ بچپن ہو رہے ہیں کبھی صحن خانہ میں جاتے ہیں
کبھی مقام عبادت میں آتے ہیں۔ جناب ام کلثوم عرض کرتی ہیں بابا
یہ آج کس بات کی بچپنی ہے میں دیکھتی ہوں کہ آپ بہت پریشان
ہو رہے ہیں۔ فرمایا بیٹی علیؑ سے بڑے بڑے پہلو انوں کا مقابلہ ہوا

مگر کبھی علیؑ کے دل پر کوئی ہراس طاری نہیں ہوا مگر اب ایسے
کے سامنے جانا ہے جو خاق شہنشاہ ہے یہ باتیں جناب ام کلثوم سے
شب ۱۹ ماہ رمضان میں ہوئیں اٹھارہ رمضان کا روزہ بیٹی کے
کے گھر میں افطار کیا تھا بیٹی کی خوش قسمتی تھی جو ایسے باپ نے افطار
کرنے کا وعدہ کر لیا تھا یہ بہت بڑا اہتمام ہے کہ افطار میں دو جو
کی روٹیاں تھوڑا نمک تھوڑا سا ایک کانہہ میں دودھ وقت افطار
حضرت نے اس کھانے کو دیکھا اور اپنی بیٹی پر نظر کی فرمایا کبھی
باپ کو اپنے تم نے دیکھا ہے کہ ایک وقت اس نے دو نعمتیں کھان
ہوں ایک چیز ہٹا لو ایک رہنے دو بیٹی نے چاہا نمک ہٹائیں فرمایا
نہیں دودھ ہٹا لو جناب ام کلثوم کیا کر سکتی تھیں فوراً دودھ ہٹا
لیا آپ نے افطار کیا اور شکر کیا پروردگار عالم کا اسکے بعد طاعت خدا
میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ جب نصف سے زیادہ رات گزر گئی مسجد
جانے پر تیار ہو گئے کسی نے چند مرغابیاں حسنین کے دل بہلانے
کو بدیہ دی تھیں وہ تمام مرغابیاں اپنے اپنے پر کھول کر آگئیں اور
سب نے اپنے حلقے میں لے لیا اور صدائے نوحہ بلند کرنے لگیں۔
حضرت نے فرمایا افسوس یہ وہ آوازیں ہیں جو میرے بعد اس سے
کہیں زیادہ بلند ہونگی فرمایا ام کلثوم دیکھو یہ جانور تمہارے قیدی
ہیں اگر آب و دانہ کا انتظام نہ ہو سکے تو ان کو آزاد کر دینا یہ کہہ کر
دروازہ کے پاس آئے زنجیر دروازہ کے میں لپٹ گئی آپ نے وہ
علیحدہ کی اور مسجد کی طرف چلے ادھر ام کلثوم نے امام حسنؑ کو جگایا اور
کہا بھتیام کو کچھ خبر بھی ہے اس تاریکی شب میں ماں ماسی کی طرف گئے

رات ہے اس رات کے بعد علیؑ مسجد میں نہ آئیں گے حضرت نے چند رکعتیں نماز کی پڑھیں اور ایک ساعت مشغول تعقیب رہنے کے بعد پھر دو رکعت نماز پڑھ کے سقف مسجد پر تشریف لے گئے اور اذان کہنا شروع کی کوئی گھرایسا کوفہ میں نہ تھا کہ جہاں آواز اذان حضرت نہ گئی ہو اس رات ابن بلجم ملعون جاگا کیا مگر اتفاق یہ ہوا کہ حضرت جس وقت اذان میں مشغول ہوئے تو اس کمبخت کی آنکھ لگ گئی قطامہ ملعونہ نے حضرت کی آواز اذان سنی فوراً یہ ملعونہ اس ملعون کے پاس آئی دیکھا کہ وہ سو رہا ہے کہنے لگی تعجب ہے اس پر جو ایسے امر عظیم کا ارادہ کرے اس کو نیند کیونکر آئے وہ کہنے لگی اٹھ اور علیؑ کو جا کر قتل کر اور اسکے بعد اپنی مراد کو پہونچ جلدی جا کہ یہ وقت پھر ہاتھ نہ آئیگا۔ یہ سکر وہ ملعون مسجد میں گیا اور اپنی تئیں سونے میں ڈال دیا پس جب حضرت اذان سے فارغ ہوئے تو جو جو لوگ کہ سو رہے تھے ان کو جگانے لگے یہاں تک کہ ابن بلجم کے بھی قریب آئے دیکھا کہ وہ ملعون اس طرح سونے میں اپنے تئیں ڈالے ہوئے ہے جو طریقہ خواب شیطان ہے فرمایا او ملعون اٹھتا کیوں نہیں جھکو علم ہے کہ تو کون سی چیز چھپائے ہوئے ہے۔

اور یہ بھی میں جانتا ہوں کہ جو تیرے دل میں ہے تو نے تو بلا وجہ ایسا قصد کر لیا ہے جس سے قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں یہ فرما کر آپ محراب عبادت میں تشریف لائے اور مشغول نماز ہوئے ادھر تو حضرت نے نماز شروع کی ادھر یہ ملعون اس ستون کے

ہیں امام حسنؑ نے سنا گھر سے باہر نکلے بابا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا بابا ابھی تو رات باقی ہے ابھی سے آپ مسجد کی طرف کیوں تشریف لے جا رہے ہیں فرمایا بیٹا علیؑ نے ایک خواب دیکھا ہے عرض کی بیان فرمائیے حضرت نے فرمایا میں نے خواب میں یہ دیکھا ہے کہ جبریلؑ کوہ ابو فیس پر آئے اور دو پتھر اس پہاڑ سے اٹھا کر جانب کتبہ گئے اور وہاں کھڑے ہو کر ایک پتھر کو دوسرے پر ایسا مارا کہ وہ ریزہ ریزہ ہو گئے اس کے بعد ایک ہوا چلی اس ہوانے ان سنگریزوں کو پر اکندہ کر دیا کوئی گھر مکہ اور مدینہ سے ایسا باقی نہ رہا جس میں وہ سنگریزے نہ پہونچے ہوں عرض کیا تعبیر اس خواب کی کیا ہے فرمایا بیٹا تعبیر اس کی یہ ہے کہ تمہارا باب اسی رات کو شہید کر ڈالا جائیگا اور کوئی گھر مکہ اور مدینہ میں ایسا نہ ہوگا جس میں تمہارے باب کا غم نہ منایا جائے اور ماتم نہ کیا جائے عرض کیا بابا آپ کو کون شہید کریگا فرمایا ابن بلجم عرض کیا جب آپ اپنے قاتل کو جانتے ہیں۔ تو پہلے ہی اس کو قتل کر دیجئے فرمایا بیٹا قصاص قبل از ایذا جائز نہیں۔ اور اے فرزند اب تم گھر میں جاؤ عرض کیا بابا اس اندھیری رات میں تنہا آپ کو کیسے جانے دوں فرمایا کچھ تم غم نہ کرو جو مشیت خدا میں گذرا ہے وہ ہو کے رہیگا تم جو میرے ساتھ جاؤ گے تو تمہاری بہنیں پریشان ہونگی امام حسنؑ بحکم پدر بزرگوار دولت سرا کی طرف روانہ ہوئے جناب امیر مسجد میں تشریف لائے قندیلیں مسجد میں خاموش ہو چکی تھیں۔ تاریکی پھیلی ہوئی تھی سناٹا ہو رہا تھا گویا مسجد بھی سمجھ رہی تھی کہ بس اب یہ آخری

اور نانی تمھاری خدیجہ کبریٰ اور ماں تمھاری فاطمہ زہرا اور بہت سی حورائے جنت تمھارے باپ کو گھیرے ہوئے ہیں اے فرزندِ خاموش ہو جاؤ تمھارے رونے سے آسمان پر فرشتے گریہ کر رہے ہیں عرض کیا بابا یہ تو فرمائیے کہ آپ کو کس نے شہید کیا۔ فرمایا عبد الرحمن ابن ملجم مرادی ملعون نے عنقریب وہ آتا ہو گا ناگاہ ایک شور و لعنت دروازہ مسجد سے بلند ہوا دیکھا کہ شیعیان علیؑ اس ملعون کی مشکیں باندھ کے لا رہے ہیں یہاں تک کہ اس شقی کو حضرت کے سامنے لائے حضرت نے فرمایا کیوں ابن ملجم کیا میں تیرے ساتھ رفیق و مدارا نہیں کرتا تھا کیا میں تجھ پر ظلم کرتا تھا کیا میں نیکی نہ کرتا تھا۔ یا تو اس وقت سچ سچ بتا دے کہ کیا میں تیرا بُرا امام تھا جو تو نے ایسی زہر آلود تلوار سے میرے سر کو زخمی کیا کہ جس زہر کا علاج ہی ناممکن ہے یہ سن کر وہ ملعون رونے لگا اور کہنے لگا جسکے مقدر میں جہنم کی آگ ہو وہ کہاں بچ سکتا ہے۔ ان باتوں کے بعد حضرت کو خیال آیا فرمایا بیٹا حسن میرے قاتل کی مشکیں کھلوادو اس نے جو کیا اس کی سزا اسکو ملیگی لیکن تم دیکھتے نہیں کہ شرمندگی کی وجہ سے چہرہ اس کا مرجھایا جاتا ہے اگرچہ میرا یہ قاتل ہے مگر میں مشکل کشا عالم کہلاتا ہوں مجھے یہ گوارا نہیں کہ رسی سے بندھا ہوا میرے سامنے یہ رہے غرض کہ امام حسنؑ نے اسی وقت اسکے ہاتھوں کو کھلوادیا۔ یا علیؑ قاتل کی مشکیں کھلوادیں اس کا بدلہ یہ ہوا کہ آپکی بیٹیوں کی مشکیں باندھی گئیں چھوٹی سی بچی کا گلا باندھا گیا آپ کے پوتے سید سجادؑ لوہے سے جکڑے گئے یا علیؑ جس طرح آپ نے امام حسنؑ سے اپنے قاتل کی سفارش کی اسی طرح ذرا

قریب آیا جہاں حضرت نماز پڑھ رہے تھے حضرت نے رکوع کیا سجدہ اول میں گئے جیسے ہی سجدہ سے سر اٹھایا اس شقی نے فوراً ایک ضربت سے اقدس پر لگائی افسوس کہ اس ملعون نے نماز بھی ختم ہونے نہ دی نماز کیسی سجدہ دوم بھی نہ کر سکے کہ ضربت پڑ گئی اور پیشانی تک شکافہ ہو گئی جبریل پکارے لَتَعَدَّتْ مَتَّ وَاللّٰہِ اَسْحٰنَ الْہٰدِیْ قَدْ قُتِلَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ شاکر نے استاد کی شہادت پر نوحہ پڑھا کہ قسم ہے خدا کی ارکان ہدایت منہدم ہو گئے امیر المؤمنین قتل ہو گئے جبریل کی یہ آواز ہر مقام پر پہونچی جو نہی یہ آواز جناب ام کلثومؑ نے سنی بیکار ہو گئیں حسنینؑ کو جگایا اور کہا کچھ خبر بھی ہے بابا ماد ڈالے گئے حسنینؑ اپنے پدر شفیق کا حال سن کر نعرہ مار کر رونے لگے اور سر و پا برہنہ مسجد میں داخل ہوئے یہاں عجیب کہرام برپا تھا دیکھا کہ قذیلین مسجد کی آپس میں ٹکرا رہے ہیں شیعہ حضرت کے رو رہے ہیں حسنینؑ نے بھی ذِابْتَاہُ وَاَعْلَیَاہُ کہہ کر اور رونا شروع کیا اور حضرت کو دیکھا کہ محراب عبادت میں زخمی پڑے ہوئے ہیں مسجد کی خاک اٹھا اٹھا کر اس زخمی سر میں بھر رہے ہیں اور یہ فرماتے جا رہے ہیں بِسْمِ اللّٰہِ وِیَا اللّٰہِ وَ عَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ فرمایا بیٹا حسنؑ وقت نماز جا رہا ہے تم اس وقت ان سب کو نماز پڑھاؤ اسلئے کہ میرے بعد تم ہی امام ہو۔ حکم پدر بیٹے نے نماز پڑھائی پھر آنکھوں سے آنسو جاری ہونے لگے سراپے باپ کا زانو پر رکھ کے کہنے لگے بابا ہم دونوں آپ کا یہ حال اپنی آنکھوں سے کیونکر دیکھیں حضرت نے چشم مبارک کھولی فرمایا بیٹا اس وقت تمھارے نانا محمد مصطفیٰ

دربار یزید میں آکر یزید سے سفارش کر دیجئے کہ اویزید بڑا غضب کیا تو نے میری بہو اور بیٹیوں کے ہاتھ پس گردن سے باندھے ہیں اور اویزید میرے بیمار پوتے کو تو چھوڑ دے دوا کے عوض ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ڈالی ہیں۔ سرزخمی تھا پچھنے کی کوئی امید نہیں مگر امام حسنؑ سے فرماتے ہیں کہ اگر میں زندہ رہا تو خیر جھکوا اختیار ہے چاہے قصاص لوں چاہے معاف کر دوں لیکن اگر میں دنیا سے چلا جاؤں اور تم میرا قصاص اس سے لو تو دیکھو ضرب سے زیادہ نہ لگانا اس لئے کہ اس نے بھی جھکوا ایک ہی ضرب لگائی ہے اور جسم اس کا آگ سے نہ جلانا نہ اعضاء کو قطع کرنا تمہارے نانا کہہ گئے ہیں کہ اعضاء کا قطع کرنا جائز نہیں۔ افسوس اس کا ہے کہ علیؑ و رسولؐ تو قطع اعضاء کے لئے یہ حکم فرماتے اور کر بلا میں حسینؑ کا ایک ایک اعضاء لوگ قطع کریں کوئی انگشت مبارک قطع کرے کوئی ہاتھ بندہ دست سے جدا کر دے کوئی سراطہ تن کو جدا کرے اسی اثناء میں ایک کانٹہ شیر حضرت کے لئے آیا حضرت نے نوش فرمایا ابن طلحہ کو بھی پیاس معلوم ہوئی کہنے لگیا علیؑ پیاسا ہوں حضرت نے فرمایا بیٹا حسنؑ ایسا ہی شیر جیسا جھکوا دیا ویسا ہی میرے قاتل کو دو لوگوں نے عرض کیا یا امیر المؤمنین یہ کبخت آپ کا قاتل ہے اس کو قطرہ نہ دینا چاہئے فرمایا یہ تو سچ کہتے ہو میرا قاتل ضرور ہے مگر پیاس سے کو پانی پلانا ہر مذہب و ملت میں جائز ہے اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو اور قاتل ہی کیوں نہ ہو۔ امام رحمہ و کرم نے اپنے سامنے قاتل کو سیراب کر دیا یا علیؑ بڑے رحم دل

تھے اپنے قاتل کو سیراب کیا مگر کربلا میں حسینؑ کو ایک قطرہ کوئی نہ دیتا تھا یہ نہیں کہ حسینؑ کو پہچانتے نہ تھے ضرور پہچانتے تھے اور حسینؑ نے خود اپنے تئیں پہچنوا دیا کہ مسلمانو پہچان لو اور اچھی طرح پہچان لو میں تمہارے نبی کا نواسہ اور علیؑ و فاطمہؑ کا بیٹا ہوں پیاسا ہوں اس وقت تھوڑا سا پانی پلا دو کھمبے نے بھی ایک جرعه آب نہ دیا اور پیاسا ہی شہید کیا آپؑ نے فرمایا بیٹا حسنؑ اب جھکوا مکان لے چلو حسینؑ اور شیعہ حضرت کے دولت سرا کی طرف لے چلے جب قریب مکان پہونچے امام حسنؑ کو اپنے پاس بلا کے فرمایا بیٹا مکان قریب رہ گیا ہے اب ان سب کو رخصت کر دو اس لئے کہ تمہاری بہنیں رو رہی ہوں گی ان کی آواز گریہ ان ناخرموں کے کان میں پہونچے گی عرض کیا یہ تو سب آپ کے دوست ہیں شیعہ ہیں یہ آپکو چھوڑ کر کیسے جائیں گے فرمایا جس طرح بھی ہو اب یہاں سے قدم آگے نہ بڑھیں سمجھا کے ان سب کو رخصت کر دو علی ابن ابیطالبؑ کا منشا یہ تھا کہ یہ سب دوست ہیں مگر جھکوا کو ارادہ انہیں کہ میری بیٹیوں کی آواز ان کے کانوں تک پہونچے۔ یا علیؑ بڑے غیرت دار تھے آپ جن بیٹیوں کی آواز کا آپکو یہ خیال تھا وہی بیٹیاں آپکی سربازد کہیں کہاں پھسرائی گئیں۔ عرض کہ دوست رخصت ہوئے علیؑ مکان میں پہونچے بیٹیوں نے سرو سینہ بیٹنا شروع کئے ہائے بابا ہائے بابا کی صدا میں بلند تھیں جب صبح ہوئی جراح آیا دیکھ کر کہنے لگا اس زخم کا علاج ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ زہر کا اثر تمام جسم میں پھیل گیا ہے جب شب

اکیس رمضان آئی تو حالت بہت متغیر ہونے لگی امام حسنؑ کو بلایا فرمایا بیٹا میرے بعد تم امام ہو گے تم ہی مجھ کو غسل و کفن دینا اور جنوط کرنا اس کا فورے جو جنوط رسالت مآبؐ سے بچا ہے اور تمہیں نماز جنازہ پڑھانا اور سات تکبیریں کہنا اے بیٹا یہ سات تکبیریں کسی کے لئے جائز نہیں سوائے میرے یہ کہتے تھے کہ پسینہ موت کا پیشانی اقدس پر آگیا حسینؑ وزینبؑ و ام کلثومؑ سے فرمایا خدا حافظ اب میں دنیا سے جاتا ہوں کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا روح گلشن جنت کو پرواز کر گئی حسینؑ نے اپنے اپنے عمامے اتار ڈالے سرو پا برہنہ ہو گئے غسل دیے میں مشغول ہو گئے معجزہ یہ تھا کہ جس طرف بھی غسل دینا چاہتے تھے خود بخود جسد مبارک حرکت کرتا جاتا تھا جب غسل سے فارغ ہوئے تو کفن پہنایا ایک نہیں بلکہ پانچ کفن پہنائے۔

میں عرض کروں امام حسنؑ کی خدمت میں آقا پانچ کفن اپنے باپ کو ہی دے رہے ہیں ایک ہی کفن اپنے بھائی کے لئے رکھ لیجئے تو شاید میرا دوسرا امام جواب دے کہ کیا کروں کفن رکھ کے میرا بھائی تو اس مظلومی سے مارا جائے گا کہ بے کفن ہی کئی روز کے بعد دفن ہو گا۔ غرض کہ جناب امیرؑ کی نقش اٹھائی گئی جس عمارت و دیوار و درخت کی طرف سے جنازہ حضرت کا جاتا تھا صدائے واعلیاہ و اعلیاہ آتی تھی۔ ہائے علیؑ دنیا سے کیا گئے دنیا میں انقلاب پیدا ہو گیا آسمان کے ملک علیحدہ رہے تھے ہر ذی روح علیحدہ گریہ کرتا تھا۔ جس روز کہ حضرت نے انتقال فرمایا جو پتھر اٹھایا

جاتا تھا خون تازہ جوش مارتا تھا ابن عباس کہتے ہیں کہ بعد امیر المومنینؑ تین روز تک برابر آسمان سے خون برسا کیا۔

فضائل و لاد امام حسن علیہ السلام

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَمِجَيْنِ بَيْنَهُمَا بَرْخٌ لَا يَبْغِيَانِ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ۔ خداوند عالم قرآن مجید میں دو دریاؤں کا ذکر فرما رہا ہے جن کو اس نے خود بہایا ہے اور ان دونوں دریاؤں کا ذکر فرما رہا ہے کہ درمیان ایک برزخ قرار دیا کہ وہ دونوں دریا ایک دوسرے پر زیادتی نہ کریں فرماتا ہے کہ تم پھر کونسی نعمتوں کو اپنے پروردگار کی جھٹلاؤ گے اور اس سے موتی اور مونگا پیدا ہوا یعنی ان دونوں دریاؤں سے یہ آیت مکر قدرت میں ڈوبی ہوئی ہے کس کی مجال ہے کہ جو اس کی تہ تک پہنچے اور اسکی تھالاوے فکر اگر غوطہ زنی بھی کرے تو بیکار معنی صدف تک پہنچنا مشکل اس لئے کہ آنکھوں پر چادر چھل پڑی ہوئی ہے عقل چکر میں ہے جن لوگوں نے بحر علم میں غواصی کی اب یہ ان کی قسمت کی بات ہے کہ کسی کو موتی مل گیا کسی کو مونگا۔ تہ تک پہنچنے والے نہ دریا کے جذر و مد کو دیکھتے ہیں نہ روانی کا لحاظ کرتے ہیں نہ بھنور سے ڈرتے ہیں نہ دریا کی چوڑائی کو دیکھتے ہیں نہ گہرائی کا خیال کرتے ہیں بلکہ اپنی جان سپرد خدا کے تہ تک پہنچ ہی جاتے ہیں جب پہنچ جاتے ہیں تو گو ہر مرادے ہی کے ابھرتے ہیں۔ غواصان علم نے جب غواصی کی اور غوطہ زنی میں

حسن کو بہت چاہتے ہیں فرمایا کیونکر نہ چاہوں کہ یہ فرزند میرا
میری آنکھوں کا نور اور دل کا ٹکڑا ہے اے انس میں تجھ سے
ایک حکایت بیان کرتا ہوں وہ یہ کہ جب میں شب معراج آسمان
پر گیا اور بہشت میں داخل ہوا تو گزرا میرا ایک درخت کی طرف
سے ہوا اس میں سے خوشبو ایسی آرہی تھی کہ اس کے پہلے کبھی میں
نہیں سونگھی تھی میں بہت متعجب ہوا جبریل نے کہا یا رسول اللہ
آپ تعجب نہ فرمائیے کہ ثمر اس کا اس کی خوشبو سے زیادہ بہتر ہے
یہ کہ جبریل نے ایک پھل اس درخت کا مجھے کھلایا اور دوسرے
درخت کی طرف لے گئے وہ درخت درخت سابق سے مشابہ تھا
پھر جبریل نے ایک پھل اس درخت کا بھی مجھے کھلایا یہ دونوں
پھل ایسے لطیف اور خوش ذائقہ اور خوش خوشبو تھے کہ آج تک
میں نے ویسے پھل کبھی نہ کھائے اور نہ دیکھے جبریل مجھ سے کہنے
لگے کہ آپ نام بھی ان دونوں درختوں کے جانتے ہیں یا نہیں فرمایا
مجھے نہیں معلوم ہے کہ ان دونوں درختوں کا کیا نام ہے جبریل
نے کہا یا حضرت ایک درخت کا حسن اور دوسرے درخت کا نام
حسین ہے یا رسول اللہ قریب ہے وہ وقت کہ جناب خدیجہ حاملہ
ہوں گی ساتھ ایک دختر نیک اختر کے کہ نام اس کا فاطمہ ہوگا۔
جو بہتر ہوگی تمام عورات عالم سے بس فاطمہ کا عقد ہوگا آپ کے
بھائی علی ابن ابی طالب سے ان سے دو شہزادے پیدا ہونگے
ایک کا نام حسن اور دوسرے کا نام حسین ہوگا یا رسول اللہ جب
وہ دونوں صاحبزادے پیدا ہوں گے تو خوشبو ان دونوں درختوں

فکر کی اور مالک ارض و سما سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ بحرین
سے مراد علی و فاطمہ اور برزخ سے مراد جناب رسالتا اور
لؤلؤ مرجان سے مراد حسن و حسین ہیں۔ یہ شاہزادے عرش
بریں کے گوشوارے صاحب معراج کے دو چمکتے ہوئے ستارے
علی و فاطمہ کی آنکھوں کے تارے مومنین کے آقا زادے ہیں
یہ وہ ہیں کہ رسول ان کو بہت چاہتے تھے کبھی اگر دوش پر سوار
ہو گئے تو مہر نبوت کا نگینہ بن گئے اور جب سامنے بیٹھ گئے تو گلہ سہ
ہو گئے غرض کہ یہ دونوں شاہزادے بے مثل و لا جواب تھے۔
مجھ کو صرف اس وقت حال بڑے صاحبزادے کا عرض کرنا
مقصود ہے۔ کتاب مناقب میں انس سے منقول ہے کہ ایک روز
جناب رسالتا نماز میں مشغول تھے کہ دفعۃً امام حسن بھی تشریف
لائے خمسنی کا زمانہ رسول اللہ جہاں نماز پڑھ رہے تھے وہیں
پر بیٹھ گئے جب رسول اللہ سجدہ میں گئے تو سجدہ کو اتنا طول دیا
کہ میں نے کبھی اتنا طول دیتے نہیں دیکھا تھا آخر کار انس کہتا
ہے کہ میں نے سر سجدہ سے اٹھایا اس لئے کہ دیکھوں واقعہ کیا ہو
میں نے دیکھا کہ رسول تو سجدے میں ہیں اور امام حسن پشت
رسول پر بیٹھے ہوئے ہیں جب نماز ختم ہوئی میں نے عرض کیا
یا رسول اللہ آپ نے آج اتنا سجدہ میں طول دیا فرمایا ہاں سبب
اس کا یہ ہے کہ یہ میرا فرزند حسن میری پشت پر سوار تھا مجھے یہ گوارا
نہ ہوا کہ اس کو میں اپنی پشت سے اتار دوں جب تک کہ یہ خود
میری پشت سے نہ اتر جائے انس نے عرض کیا یا حضرت آپ

اٰتَمَا وَلِيَكُمْ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يٰقِيْمُوْنَ
 الصَّلٰوةَ وَيُوْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ۔ مالک حوض دکوثر
 مسکرائے اور وہ جام دست امام حسنؑ میں دیا جو نہی اس شہزاد
 کے ہاتھ میں یہ جام آیا تو اس طرح گویا ہوا عَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ عَنِ
 النَّبَاِ الْعَظِيْمِ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ۔ امام حسنؑ نے یہ جام اسکے
 بعد اپنے چھوٹے بھائی امام حسینؑ کو دیا حضرت نے جیسے ہی وہ جام
 اپنے دست اقدس میں لیا تو فوراً وہ جام اس آیت کی تلاوت
 کرنے لگا قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمُوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰی حسینؑ
 بھی مسکرانے لگے اور اس جام کو اپنے نانا رسالتؑ کے سپرد کر دیا۔
 اب جو رسول اللہؐ کے ہاتھ پر یہ جام آیا تو کہنے لگا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ
 الرَّحِيْمِ اللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یہ آیت پڑھی اور دست
 رسالتؑ سے وہ جام غائب ہو گیا۔ جبریلؑ جام کو لائے۔ رسولؐ
 و علیؑ و حسینؑ نے وہ جام اپنے ہاتھوں میں لیا اور غائب بھی ہو گیا
 جو ملائکہ نے خزانہ غیب میں لپکا کر رکھ دیا جام کی اصلیت ضرور
 ہے اب رہا یہ کہ سب نے دیکھا اور سب کے سامنے غائب بھی ہو گیا
 اگر رسولؐ سے سوال کیا جاتا کہ یا رسول اللہؐ اب وہ جام کہاں ہو
 تو آپؐ فرماتے علم خدا میں خدا نے رسولؐ اور ان کے اہلبیت سے
 یہ اشارہ کیا ہے کہ آپؐ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ امام غائبؑ سے
 منکر نہ ہو جائیں۔ اور اگر کسی سے کوئی پوچھے کہ امام غائبؑ کیا
 پتہ ہے تو جواب دیدیں کہ پردہ غیب میں ہے تعلیم حسینؑ کیونکر تھی
 اس کو سماعت فرمائیے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ حسینؑ علیہم السلام

کی ان میں پائے گا۔ اے انس وہی ہوا جو کہ جبریلؑ نے مجھ سے
 کہا تھا کہ خدیجہ حاملہ ہوئیں سیدہ پیدا ہوئیں ان کا عقد علیؑ سے
 ہوا اور حسینؑ پیدا ہوئے ایک روز میں نے جبریلؑ سے کہا اخی
 میں بہت مشتاق ہوں ان درختوں کا جو شب معراج میں نے
 بہشت میں دیکھے تھے تو جبریلؑ نے مجھ سے یہ کہا کہ آپ ان درختوں
 کے اب کیوں اشتیاق میں ہیں اس لئے کہ جب آپ کو ان دونوں
 درختوں کی خوشبو سونگھنا ہو تو آپ اپنے فرزند حسنؑ و حسینؑ کو گلے
 لگالیا کیجئے آپ کو ان بچوں سے انھیں درختوں کی خوشبو آئے گی
 جن درختوں کے آپ مشتاق ہیں تو اے انس جب میں ان درختوں
 کا مشتاق ہوتا ہوں تو خوشبو حسینؑ کی سونگھ لیتا ہوں۔ چاہتا ہوں
 ایک فضیلت محمدؐ و آل محمدؐ کی عرض کر کے اپنے اور آپ کے شاہزادے
 امام حسنؑ کا حال عرض کروں چنانچہ روایت میں وارد ہوا ہے کہ
 ایک روز جبریلؑ امین خدمت رسالتؑ میں ایک جام بلور
 سرخ کا ملبب بہ مشک و عنبر لیکر حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ
 خداوند عالم نے یہ جام بطور تحفہ آپ کے لئے بھیجا ہے یہ کہہ کر جبریلؑ نے
 وہ جام دست رسالتؑ میں دیا جیسے ہی وہ جام ہاتھ میں سوا
 کے پہونچا تو بقدرت پروردگار عالم گویا ہوا اور تین مرتبہ لا الہ الا اللہ
 تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر اس آیت کی تلاوت کرنے لگا۔ طه مَا اَنْزَلْنَا
 عَلَيْنَا الْقُرْآنَ لِتَشْفٰی۔ رسول اللہؐ نے جب یہ سنا تو وہ جام مسکرا
 کے دست علیؑ ابن ابی طالبؑ میں دیا جو نہی وہ جام ساقی کوثر کے
 ہاتھ میں آیا اس سے یہ آواز آئی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ایک راستہ سے گزر فرما رہے ہیں دیکھا کہ ایک مرد پیر وضو کر رہا ہے مگر اس کا طریقہ غلط ہے تہذیب کے خلاف سمجھا کہ اس بزرگ سے یہ کہیں کہ تو وضو غلط کر رہا ہے سو بچ کے دونوں بھائی اس کے قریب آئے اور کہا اے مرد پیر ہم دونوں تیرے سامنے وضو کرتے ہیں جس کا وضو غلط ہو تو بتا دینا یہ کہہ کر وضو کرنے لگے اس مرد پیر نے دیکھا کہ یہ دونوں تو وضو ٹھیک کر رہے ہیں میں ہی غلطی پر تھا فوراً قدموں پر گر پڑا عرض کی شہزادو بھلا میری کیا مجال کہ آپ دونوں کے حق میں فیصلہ کر سکوں آپ دونوں کا وضو بہت ٹھیک اور میرا ہی وضو غلط تھا اس وقت آپ دونوں کی وجہ سے مجھ کو وضو کرنا آیا۔ یہ تعلیم تھی چاہتے تھے کہ اگر کوئی غلط راستے پر چل رہا ہے تو راہ راست پر آجاوے اور ناراض بھی نہ ہو علم وہ کہ مشکل سے مشکل سوال ہو فوراً جواب دیدیا۔ چنانچہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک اعرابی عبد اللہ ابن زبیر اور عمر ابن عثمان کے پاس آیا اور ان سے ایک مسئلہ پوچھا یہ دونوں بوجہ جہالت ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے اور ادھر ادھر کے حوالے دینے لگے اعرابی کہنے لگا مجھے استفسار مسئلہ کی ضرورت ہے۔ تم سے پوچھنے آیا ہوں اور تم ایک دوسرے کا منہ تک رہے ہو اور جواب نہیں دیتے ہو۔ پس وہ دونوں کہنے لگے کہ ہم اس مسئلہ کا جواب نہیں دے سکتے اگر تجھ کو جواب مسئلہ لینا ہے تو رسول کے نواسوں کے پاس جا وہ تجھ کو اس مسئلہ کا جواب دیں گے پس وہ اعرابی حنین کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسئلہ اپنا بیان کیا۔ ادھر

مسئلہ اس کی زبان پر ختم ہوا ادھر مسئلہ کا جواب دیدیا یہ اعرابی بہت خوش ہوا کہ کتنی جلدی میرا مسئلہ حل ہو گیا حنین کی تعریف و توصیف کرتا ہوا ان دونوں کے پاس آیا اور اس نے چند شعر پڑھے جن میں کے ایک شعر کا مطلب یہ تھا کہ خدا تم دونوں پر ہمیشہ اپنی رحمت نازل نہ کرے اور خداوند عالم تم دونوں کے رخصتوں کو حنین کی نعلین قرار دے کوئی بھی مسئلہ ہوتا تھا فوراً جواب دیتے تھے کسی سوال کو کبھی مشکل نہ سمجھتے تھے کیونکہ حلال مشکلات مشکلات عالم علی ابن ابی طالب کے فرزند تھے ابن شہر آشوب نے اس وقت کو بھی لکھا ہے کہ ایک مرتبہ عمر ابن عاص نے معاویہ سے کہا کہ جب امام حسن منبر پر جاتے ہیں اور لوگ ان کی طرف دیکھتے ہیں تو معاذ اللہ خجالت و شرمندگی ان کو کلام کرنے سے مانع ہوتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کلام کرنے سے عاجز ہیں ایک مرتبہ تجھ کو انکا تجربہ کرنا چاہئے یہ سن کر معاویہ نے آپ کو اپنے دربار میں بلایا اور کہا منبر پر جائیے اور کچھ موعظہ فرمائیے یہ سن کر آپ کے دوسرے امام منبر پر تشریف لے گئے اور آپ نے ایک خطبہ نہایت فصیح و بلیغ حمد پروردگار عالم میں ارشاد فرمایا کہ اہل دربار و جد میں جھومنے لگے سب کی زبانوں پر یہ کلمے جاری ہوئے کہ فرزند رسول امام حسن سے بہتر دنیا میں کوئی لائق منبر نہیں اس کے بعد آپ نے اپنا حسب و نسب بھی ظاہر کر دیا کہ میں تمہارے رسول محمد مصطفیٰ کا نواسا ہوں اور علی وفا طہ کا بیٹا ہوں دشمن جل رہے ہیں دوست خوش ہو رہے ہیں جب علم کا دریا بہا چکے تو منبر سے تشریف لائے اُس وقت

اس کے دربار میں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اس کو یہ موقع ملے اور علم و فضل و کمال جو امام حسنؑ میں تھا پسند نہ آیا اور جسارت اس نے یہ کی کہ کئی کلمے نامناسب شانِ امیر المومنینؑ اور شانِ امام حسنؑ میں اس ملعون نے اپنی زبان نجس پر جاری کئے امام حسنؑ نے جب یہ سنا عرض کیا درگاہِ رب العزت میں خداوندِ بلا وجہ یہ جھکوا اور میرے پدر بزرگوار کو نازیبا کلمے کہہ رہا ہے تو اپنی نعمت اس سے ہٹا لے اور اس مردود کو ابھی سب کے سامنے عورت بنا دے تاکہ اور لوگ اس کو دیکھ کر اس سے عبرت حاصل کریں جیسے یہ جملے ختم ہوئے اس شقی نے جو اپنے تئیں دیکھا تو عورت ہو گیا تھا اور مقام بول بھی مثل عورتوں کے ہو گیا۔ اور ریش نجس بھی اسی وقت صفا چٹ ہو گئی پس حضرت نے ارشاد فرمایا اے عورت دور ہو یہ مجلس مردوں کی ہے تو کیوں اس مقام پر بیٹھی ہے یہ فرما کر حضرت نے چاہا کہ مجلس سے تشریف لیجائیں عمر ابن عاصؓ نے روکا اور کہنے لگا ذرا تھوڑا توقف فرمائے ابھی آپ سے کچھ اور پوچھنا ہے حضرت نے فرمایا جو تیرا دل چاہے وہ پوچھ سیکر عمر ابن عاصؓ نے اپنے نزدیک بہت مشکل سوالات پیش کئے آپ نے جواب دینا شروع کر دیئے۔ جب سب جواب دے چکے تو دولت سرا کی طرف روانہ ہوئے معاویہ نے عمر ابن عاصؓ کو برا کہنا شروع کیا اور کہا اس وقت تیری ہی وجہ سے اہل شام فضائلِ امام حسنؑ پر مطلع ہو گئے اور بہت لوگوں کا خیال میری طرف سے ہٹ گیا ہو گا دیکھئے عمر ابن عاصؓ اس کا کیا جواب

دیتا ہے کہنے لگا امیر فکر نہ کر اس لئے کہ لوگ تم کو دین و ایمان کے لئے نہیں دوست رکھتے ہیں بلکہ درہم و دینار کے لئے دوست رکھتے ہیں غم کی کوئی بات نہیں تلواری اور مال یہ دو چیزیں تمہارے ہاتھ میں ایسی ہیں کہ امام حسنؑ کا کلام کسی پر اثر ہی نہیں کرے گا اور نہ مفید ہو گا جس وقت حضرت دربار معاویہ سے دولت سرا تشریف لے گئے تو وہ معجزہ حضرت کا مشہور ہونے لگا کہ حضرت نے مرد کو عورت بنا دیا خرق عادت اسی کا نام ہے ایسا کام ہو جو کسی کی عقل میں نہ آئے مرد ہو کے کوئی عورت نہ بنا ہو گا۔ حضرت نے یہ معجزہ دکھا دیا کہ دیکھو خدا کی قدرت سے ہم میں یہ قدرت حاصل ہے نہ وجہ کو جب معلوم ہوا کہ میرا مرد عورت ہو گیا ہے دوڑی ہوئی خدمتِ امام حسنؑ میں حاضر ہوئی اور رونا شروع کیا اور عرض کیا مولانا اسکی خطا معاف فرمائیے اور رحم فرمائیے فرزندِ رحم و کرم نے جب یہ سنا رحم آگیا وضو کیا دو رکعت نماز پڑھی دونوں ہاتھ درگاہِ خدا میں بلند کر دیئے وہ عورت کہتی ہے کہ حضرت دعا کر رہے تھے کہ میرا شوہر عورت سے بھر مرد ہو گیا۔ یہ معجزہ دیکھ کر وہ زن و شوہر دونوں ایمان لے آئے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ و شیخ طوسی تحریر فرماتے ہیں کہ ولادتِ امام حسنؑ سہ شنبہ ۵ مارچ مبارک رمضان میں ہجرت کے تیسرے سال واقع ہوئی اور بعضوں نے سال دوم بھی لکھا ہے اسم شریف آپ کا حسنؑ اور توریت میں آپ کا نام شبر ہے اور شریعت عرب میں حسنؑ کو کہتے ہیں اور یہی نام حضرت ہارونؑ کے بڑے بیٹے کا بھی تھا اسما کہتی ہیں کہ جب امام حسنؑ پیدا ہوئے تو میں ان کی

دایہ تھی جناب رسالتؐ نے اپنی بیٹی سے فرمایا تھا کہ جب تمہارے یہاں لڑکا پیدا ہو تو اس کو دودھ نہ دینا۔ رسولؐ کے تشریف لانے میں جب تاخیر ہوئی تو فاطمہؓ زہراؓ نے دودھ پلا دیا۔ حضرت نے فرمایا بیٹی تم نے دودھ پلا دیا حسنؑ سے نسل امامت منقطع ہو گئی۔ خیر میرے فرزند کو میرے پاس لاؤ اسما وجامہؓ زہراؓ پہنا کر امام حسنؑ کو لائیں حضرتؐ نے فرمایا زہراؓ کپڑا کبھی نہ پہنا نا جب جو لڑکا پیدا ہو۔ اسماءؓ نے لباس بدل دیا اور جامہ سفید لاکر پہنایا اور گو د میں جناب رسالتؐ کی دیا پس حضرتؐ نے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جناب امیرؓ سے پوچھایا علیؑ اس اپنے فرزند کا کیا نام رکھا۔ عرض کیا یا رسولؐ آپ پر میں کیسے سبقت کر سکتا ہوں فرمایا حضرتؐ نے کہ پھر میں کیوں کر سبقت کروں اپنے پروردگار پر فوراً جبریلؑ امیں نازل ہو گئے عرض کیا یا رسول اللہ خداوند عالم بعد تحفہ درود و سلام ارشاد فرماتا ہے کہ اس فرزند کا نام وہ رکھو جو ہارونؑ کے بڑے بیٹے کا نام تھا پس حضرتؐ نے اپنے اس فرزند کا نام حسنؑ رکھا اور جب ساتواں دن ہوا ان حضرتؐ نے دو گو سفند عقیقہ میں ذبح کئے اور اسماء امام حسنؑ کو ایک ران گوشت کی اور ایک اشرفی عطا فرمائی اور سر امام حسنؑ کا منڈوا کر بالوں کے برابر چاندی تصدق کر دی۔ اور سر مبارک پر خلوق کہ جو نہایت بہترین از قم خوشبو ہے وہ لگائی اور اس کے بعد خوش و مسرور ہوئے اور فرط محبت میں رخسار و پیشانی کے بوسے لینے لگے۔

قصیدہ در مدح جناب امام حسن علیہ السلام

تھم اے دل مضطر تھم جلوہ نظر آتا ہی
اے ذاتِ حسنؑ تجھ میں کیا کیا نظر آتا ہی
جنت بھی ہو دوزخ بھی برنخ بھی ہو محشر بھی
بڑھتی ہوئی موجیں ہیں اٹھتا ہوا طوفان بھی
جنت بھی ہو کوثر بھی حوریں بھی ہیں ضوا بھی
سجدہ کا نشان ہی یہ یا طور کی تجلی ہے
اے نور امامت کیسی ہو کشش تجھ میں
گلزار ہیں زہرا کے یہ پھول کھلا جیسے
آغوشِ محمدؐ میں بیٹھے ہیں حسنؑ آکر
پردہ شبِ فیت کا اٹھتا نظر آتا ہے
احمد کی ضیاء حق کا جلوہ نظر آتا ہے
ایک موت کے پرے میں کیا کیا نظر آتا ہے
تا حد نظر جھک کر دریا نظر آتا ہے
سبطین کی الفت میں کیا کیا نظر آتا ہے
یا صبح قیامت کا تارا نظر آتا ہے
جو ہے وہ تیرے رخ کا شید نظر آتا ہے
گلشن کا ہر اک غنچہ ہنست نظر آتا ہے
یا نزومہ کامل تارا نظر آتا ہے

اک سمت رسالت ہے اک سمت الوہیت
وسعت میں امامت کا جلوہ نظر آتا ہے

فضائل امام حسنؑ و امام حسینؑ اولی الامر

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأَطِيعُوا أَوْلِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ۔ خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے اپنے بندوں سے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسولؐ کی اور اولی الامر کی خدا اور رسولؐ کا نام تو اس آیت میں صاف صاف ہے لیکن اولی الامر کی اطاعت کا حال نہ معلوم ہوا کہ اولی الامر کون ہیں کوئی کہتا ہے اولی الامر سے بادشاہ وقت مراد ہے کوئی کہتا ہے حاکم وقت کسی کا خیال ہے

حاکم شرع کوئی کہتا ہے، صاحب عزت اولی الامر ہے مگر تفاسیر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اولی الامر آل محمد ہیں اور پہچان اولی الامر کی یہی ہے کہ مشکل سے مشکل سوال کیا جائے تو فوراً وہ حل ہو جائے اولی الامر خدا کے فضل سے ایک نہیں کیا رہ تھے اور بارہواں اولی الامر فضل خدا سے موجود ہے یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ اس بارہویں اولی الامر کو ہم دیکھ نہیں سکتے کیونکہ دیکھیں وہ تو بردہ غیب میں ہو خدا وہ دن جلدی دکھائے کہ منادی کی ندا سنیں کہ اے شیعو جلد تمہارے بارہویں اولی الامر نے ظہور فرمایا ہے۔

افراد اولی الامر سے ایک فرد کا ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ایک روز جناب رسالتاً مع جناب امیر کے کوہِ حرّیٰ یا اور کسی پہاڑ پر تشریف لے کھتے تھے اور گردِ ہاجر و انصار تھے ناگاہ دیکھا کہ رسول کے بڑے نواسے نہایت وقار کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔ یہ دیکھا کہ حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا یہ فرزند میرا میری جان ہے میری پسلیوں میں سے ایک پسلی ہے میرا برابر دراز ہے میرا نور عین ہے میرے دل کا چین ہے میرے باغ کا ایک سیب ہے میرے گلشن کا ایک پھول ہے میری جان و روح ہے میرے بعد ہدایت کنندہ ہوگا میری سنت کو زندہ رکھے گا میرے کاموں کا متولی ہوگا خدا اس پر اپنی رحمت نازل کرے گا جو اس کو دوست رکھے گا ابھی کلام حضرت کا ختم نہ ہوا تھا کہ دیکھا کہ ایک اعرابی نیزہ ہلاتا ہوا چلا آ رہا ہے حضرت ہاجر و انصار کی طرف متوجہ ہو کے فرمانے لگے کہ ایک اعرابی دیکھو اس طرف آ رہا ہے وہ تم سے سخت کٹانی

گرے گا کہ اس کے کلام سے تم لوگ کانپنے لگو گے حضرت یہ فرمایا رہے تھے کہ وہ اعرابی آگیا کہنے لگا تم لوگوں میں محمد کون ہے ایک شخص بولا تیرا مطلب کیا ہے حضرت نے فرمایا اے شخص خاموش رہ اس اعرابی کے جو دل میں آوے وہ کہے حضرت کے جملے سے وہ اعرابی کہنے لگا اے محمد اس سے پہلے میں تمہارا دشمن تھا اور اب تم کو دیکھ کر میں اور زیادہ دشمن ہو گیا۔ حضرت متبسم ہوئے لوگوں نے چاہا کہ کچھ سزا دیں حضرت نے منع فرمایا اعرابی نے کہا اے محمد تم پیغمبری کا دعویٰ کرتے ہو کچھ حجت و دلیل بھی ہے تمہارا پیغمبر ہونے کی حضرت نے فرمایا تجھے کیا معلوم کہ میرے پاس کوئی دلیل پیغمبری نہیں ہے اعرابی کہنے لگا کہ کیا دلیل ہے بیان کرو فرمایا میرے اعضا تیرے سوال کا جواب دے سکتے ہیں۔ اعرابی کہنے لگا کہیں انسان کا عضو بھی کلام کر سکتا ہے حضرت نے فرمایا بیشک اور متوجہ ہوئے اولی الامر جناب امام حسن کی طرف اور فرمایا بیٹا ذرا جت تو اس اعرابی پر تمام کر دو اعرابی متعجب ہوا کہ اس رسول نے ایک بچے کو حکم دیا ہے کہ وہ مجھ سے گفتگو کرے حضرت نے فرمایا تو اس بچے کو عالم و دانا سے بہتر پائے گا یہ سنکر امام حسن گویا ہوئے اعرابی کیا کہتا ہے تو مجھے سمجھتا ہے ہم بڑے اور چھوٹے سب برابر ہیں تو اس وقت جاہل و غافل سے سوال نہیں کریگا بلکہ فقیہ و دانا سے سوال کریگا۔ یہ فرما کر چند شعر نہایت فصیح و بلیغ اپنی مفاخرت اور علم و فضل و جلالت پر پڑھے اور فرمایا اے اعرابی اچھی طرح سمجھ لے کہ تو اس مقام سے حرکت نہ کریگا مگر یہ کہ انشاء اللہ ایمان لائے گا

اعرابی متبسم ہوا اور کہنے لگا وہ کہو جو میرا سبب اسلام و ایمان ہو فرمایا جو واقعہ ہے تیرا کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھ سے بیان کر دوں اس نے کہا اگر جانتے ہو تو بیان کر و آپ نے فرمایا تم لوگ مع اپنی قوم و قبیلہ کے ایک مقام پر جمع تھے اور بسبب اپنی اپنی جہالت کے میرے نانا جناب محمد مصطفیٰ کو تم لوگوں نے خلاف تہذیب یاد کیا اور کہا تم لوگوں نے کہ محمد اہل عرب سے دشمنی رکھتے ہیں۔ اور عرب والے ان کے دشمن ہیں ان کا دفعیہ لازم ہے تم سب نے کہا اگر محمد مار ڈالے جائیں تو ان کے خون کا مطالبہ کوئی نہ کریگا پس سب لوگوں نے بغیر سمجھے بغیر سوچے تجھے مقرر کیا کہ تو میرے نانا کو قتل کر تو نے ہرزہ اپنے ہاتھ میں لیا اور بارادہ قتل چلا مگر تو خائف و ترساں رہا کہ کوئی اس راز سے واقف نہ ہو جائے اور یہ تجھے معلوم نہیں کہ خدا تجھ کو ایک امر خیر کے لئے لایا ہے کہ تو ایمان لے آ اور اب میں تجھ کو ان امور کی خبر دیتا ہوں جو تجھ پر سفر میں گذرے اے اعرابی تو اپنی قوم سے فلاں تارخ فلاں وقت چاندنی رات میں جدا ہوا۔ کہ دفعۃً ایک آندھی آئی اور اندھیرا ہو گیا اس کے بعد ایک ابر آیا اور خوب بارش ہوئی اس وقت بہت حیران و پریشان ہوا اور ایسا گھبرا یا کہ راستہ بھول گیا تو اس تردد میں ہو گیا کہ نہ واپس جاسکتا ہوں اور نہ آگے جاسکتا ہوں نہ تو تجھ کو کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوتی تھی نہ روشنی دکھائی دیتی تھی ابر محیط آسمان پر تھا تارے چھپے ہوئے تھے کبھی تو تجھے ہوا تھپیر مارتی تھی اور کبھی خاک و خار سے ایذا پہنچتی تھی بجلی کی چمک سے آنکھوں میں تیرے چکا چوند ہوتی تھی پاؤں

تیرے پتھر سے مجروح ہوتے تھے اسکے بعد تو نے مصائب سے رہائی پائی اور یہاں تک پہنچا اور اب تیری آنکھیں روشن ہوئیں۔ اعرابی کہنے لگا یہ سب باتیں آپ کو کیونکر معلوم ہوئیں تمام واقعہ تو اس طرح بیان کر دیا جیسے آپ میرے ساتھ تھے فرمایا کہ پھر ہم میں اور تجھ میں فرق ہی کیا اگر تیرے واقعات گذشتہ اور آئندہ ہم نہ بتا سکیں۔ اے شخص آگاہ ہو خدا نے ہم کو ایسی قدرت دی ہے کہ ہم سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے کیا تو ہم کو کسین سمجھتا ہے ہم ہی اسرار غیب ہیں ہم ہی مشیت اللہ ہیں ہمیں رازِ خدا ہیں ہم سے کوئی کہیں کی بات پوشیدہ نہیں ہے یہ سن کر وہ اعرابی مشرف باسلام ہوا جناب رسالت مآب خوش و مسرور ہوئے اور قرآن مجید تعلیم فرمایا عرض کی اعرابی نے یا رسول اللہ مجھ کو اجازت دیجئے تاکہ اپنی قوم کی طرف جاؤں اور ان کو امر دین کی توجہ دلاؤں اور اسلام تعلیم کروں۔ حضرت نے اجازت دی وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور بہت سے لوگوں کو مسلمان کر دیا اس واقعہ کے بعد لوگ جب امام حسن کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ واقعی خدا نے کیا شرف و مرتبہ و علم حضرت کو عطا فرمایا ہے کہ وہ لائق تعریف نہیں یہی عالم علم خدا ہیں اور یہی اولی الامر ہیں انھیں حضرات کو بس خدا نے یہ حکم دیا تھا کہ جس وقت جو جس نے پوچھا فوراً باسانی اسی علم کی وجہ سے جو خدا کی طرف سے عطا ہوا تھا جواب دیدیتے تھے ایک روز منبر پر امام حسن تشریف لے گئے اور فضل و کمال کا تھوڑا سا نمونہ دکھانے لگے فرمایا آپ نے خدا کے دو شہر ہیں ایک مشرق دوسرا مغرب اور ہر شہر میں ایک

آپ نے فرمایا پہلا سوال تیرا یہ ہے کہ حق و باطل میں کیا فرق ہے اور کتنا فاصلہ ہے آسمان و زمین میں اور کتنا فاصلہ ہے مشرق سے مغرب تک اور قوس و قزح کیا چیز ہے اور مخنث کسے کہتے ہیں اور وہ آٹھ چیزیں کونسی ہیں جو ایک دوسرے پر غالب ہیں یہ سننا تھا کہ وہ شخص قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا سبحان اللہ کیا علم خدا نے آپ کو دیا ہے۔ یہی میرے سوالات ہیں اب جواب بھی ارشاد فرمائیے حضرت نے فرمایا سن حق و باطل میں صرف چار انگشت کا فرق ہے جو تو آنکھ سے دیکھتا ہے وہ حق ہے اور جو کان سے سنتا ہے وہ باطل ہے اور آسمان و زمین کا فاصلہ بقدر نظر انسان ہے اور فاصلہ مغرب و مشرق کا مسافت ایک روز کے آفتاب کی ہے اور قزح نام شیطان کا ہے اور قوس شیطان کا نام نہیں ہے بلکہ قوس ذریعہ معرفت خدا ہے اور یہ عکاس افرادانی روزی کی ہے اور امان ہے اہل زمین کے لئے اور مخنث وہ ہے جس میں یہ پتہ نہ چلے کہ یہ عورت ہے یا مرد اس کے لئے نابالوغ انتظار کرنا چاہیے اگر محکم ہو تو مرد ہے اور اگر حائض ہو تو عورت ہے اور اب وہ دس چیزیں سن جو ایک دوسرے پر غالب ہیں۔ دنیا میں سخت چیز پتھر ہے اور پتھر سے زیادہ سخت آہن ہے جو پتھر کو تراشتا ہے اور آہن سے زیادہ سخت آگ ہے جو لوہے کو بھی گلا دیتی ہے اور آگ سے زیادہ سخت پانی ہے جو آگ کو بھی بجھا دیتا ہے اور پانی پر غالب وہ ابر ہے جو پانی کو بھی سنبھالے رہتا ہے اور ابر پر غالب ہوا ہے کہ وہ ابر کو بھی

ایک قلعہ آہنی ہے اور ہر ایک شہر میں ہزار ہزار دروازہ ہیں اور ہر دروازہ میں ستر ستر ہزار آدمی داخل ہوتے ہیں اور ہر گروہ کی زبانیں اور لغت علیحدہ علیحدہ ہیں لیکن شکر ہے خدا کا کہ میں ان سب زبانوں کو جانتا ہوں وہاں کے شہروں اور ساکنان پر سوائے میرے اور میرے بھائی حسین کے کوئی حجت و امام نہیں ہے آپ کے علم کے متعلق ایک معجزہ یہ ہے کہ ایک روز جناب امیر کو فہ میں تشریف رکھتے تھے یکایک ایک شخص حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا یا علیؑ میں آپ کی رعیت اور اہل شہر سے ہوں آپ نے فرمایا نہ تو میرا عایا ہے نہ میرے شہر کا رہنے والا ہے بلکہ تجھ کو بادشاہ روم نے معاویہ کے پاس چند مسئلہ دیکر بھیجا تھا معاویہ ان مسائل کا جواب نہ دے سکا تو اس نے تجھ کو یہاں بھیجا ہے اس نے کہا یا امیر المومنین سچ فرمایا آپ نے۔ معاویہ نے بہت پوشیدہ طریقہ سے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ آپ سوالات کے جواب عنایت فرمائیں اس وقت اتفاق سے شاہزادہ کونین جناب امام حسنؑ اور امام حسینؑ اپنے بابا کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے فرمایا کہ میں کیا جواب دوں میرے ان دونوں بچوں میں سے جس بچے سے تیرا دل چاہے تو پوچھ لے۔ یہ سن کر وہ کہنے لگا کہ میں آپکے بڑے فرزند سے پوچھنا چاہتا ہوں جب اس نے یہ کہا تو امام حسنؑ نے فرمایا کہ تیرے سوالات میں تجھ کو بتاؤں یا تو مجھ کو بتائیں گا اس نے کہا کہ اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے کہ آپ ہی میرے سوالات بتا دیں۔

اُردیتی ہے اور ہوا پر غالب وہ فرشتہ ہے جو ہوا پر حاکم ہے۔
یعنی جہاں جہاں حکم خدا ہوتا ہے وہ فرشتہ ہوا کو حکم دیتا ہے اور
فرشتہ پر غالب ملک الموت ہے کہ وہ اس فرشتے کی بھی روح قبض
کریں گے اور ملک الموت پر غالب موت ہے کہ جو ملک الموت کو
بھی نہ چھوڑے گی اور موت پر غالب خود پروردگار عالم ہے اور
پروردگار عالم خالق دین و دنیا ہے وہ سب پر غالب ہے اور
جتنی چیزیں ہیں وہ سب اس سے مغلوب ہیں جب غالب کل غلب
کا فرزند سوال و جواب پر غالب آیا تو جو دین اس کا تھا اس نے
اپنا دین اسلام سے مغلوب کیا اور اس طرح کلمہ شہادتین زبان
پر جاری کر کے اپنے مذہب پر غالب آیا شہدان لا الہ الا اللہ محمد
رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ کہہ کے فرزند امیر المومنین کے
دستِ حق پرست کو جو کم کر با ایمان ہو گیا ایمان والے آواز تکبیر بلند
کرنے لگے مومنین کرام بھی صلوٰۃ بھیجیں محمد و آل محمد پر۔ رحم و کرم
و سخاوت کے متعلق ایک روایت یہ ہے کہ ایک مرتبہ امام حسن
گھوڑے پر سوار تشریف لے جا رہے تھے ناگاہ ایک شامی سامنے
آیا اور حضرت کو بُرا کہنے لگا حضرت نے کوئی جواب نہ دیا جب وہ اپنے
کلام سے فارغ ہوا تو آپ اسکی طرف متوجہ ہوئے اور پہلے سلام
کیا اور مسکرا کے فرمایا اے شخص میں جانتا ہوں کہ تو صاحبِ حاجت
ہے اگر تو مجھ سے کسی چیز کا سوال کرے تو میں تجھے عطا کروں اگر
تو مجھ سے طالبِ ہدایت ہے تو میں تجھ کو ہدایت کروں اگر تو مجھ سے
سواری مانگے تو میں تجھ کو سواری عطا کروں اگر تو گرسنہ ہے میں تجھ کو

سیر کروں اور اگر لباس چاہتا ہے تو لباس فاخرہ دوں اگر محتاج
ہے تو غنی کروں اگر تیرے مالک نے تجھ کو نکال دیا ہو چلکے سفارش
کر دوں اگر تیرا مکان نہیں ہے تو میرے ساتھ چل میں تجھ کو مکان
دیدوں غرض کہ جس قسم کی جو تیری حاجت ہو اس کو بیان کر فوراً
تیری حاجت روائی ہو جائے یہ سن کر وہ کہنے لگا قبل اس کے کہ میں
آپ کا اور آپ کے پدر بزرگوار کا دشمن تھا مگر اب دوست ہو گیا اور
مجھ کو معلوم ہوا کہ زمین پر خدا کے خلیفہ برحق آپ ہی ہیں یہ کہہ کر
رونے لگا اور عرض کرنے لگا کہ جو کچھ میں نے آپ کو کہا اس کو معاف
فرمائیے اور مجھے کلمہ تعلیم فرمائیے حضرت نے کلمہ تعلیم فرمایا اور وہ مسلمان
ہو گیا آپ امام وقت تھے بھلا آپ سے معاذ اللہ کس طرح کوئی کام
بغیر رضی خدا ہو سکتا تھا مگر اس پر یہ حالت تھی کہ جب نماز کے لئے
وضو کرتے تھے تو تمام اعضاء جسم مبارک کا نپا کرتے تھے اور رنگ
چہرہ اقدس کا متغیر ہو جاتا تھا اور جب مسجد میں تشریف لاتے تھے
تو عرض کرتے تھے خداوند اہمان تیرا تیرے در پر حاضر ہے اے بخشے
والے بخش دے تجھ کو اور عفو کر اپنے اجناسات کے ساتھ کیوں حضرات
جو امام ایسا ہو تو کیا وہ اسی لائق تھا کہ اس کو زہر ہلاہل پلا دیا جائے
جس زمانے میں آپ امام وقت تھے وہ زمانہ معاویہ اور ام المومنین
عائشہ کا تھا ہر روز قریب قریب معجزات امام حسن سے ظاہر ہوتے
تھے لوگ آپ کے دشمن ہو گئے خصوصاً معاویہ حالانکہ آپ صلح کر چکے
تھے گوشہ نشین ہو گئے تھے مگر معاویہ کو آپ کی زندگی ہی ناگوار تھی
تدبیریں کرتا تھا خفیہ طریقہ سے مگر کارگر نہ ہوتی تھی ایک روز ایک

تدبیر ہاتھ آئی وہ یہ کہ جعدہ بنت اشعث کو اس نے اپنا بیٹا بنایا اور بہت کچھ مال و اسباب اس کے پاس بھیج دیا اور اسی کے ساتھ ساتھ زہر بھی بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ یہ زہر امام حسنؑ کو کھلا کر مجھے خوش و مسرور کر اور اگر تو نے زہر پلا دیا تو سمجھ لے کہ میں اپنے فرزند یزید کا نکاح تیرے ساتھ کر دوں گا اور ایک لاکھ درہم تجھ کو دوں گا جب یہ پیغام جعدہ کے پاس پہنچا تو چھو لوں نہ سمائی تھی ایک روز کا ذکر یہ ہے کہ امام حسنؑ روزہ سے تھے اور اس روز بہت پیاس تھی حضرت کو جب افطار کا وقت آیا تو حضرت دولت سرا میں تشریف لائے پس اس ملعونہ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا فوراً ایک کانٹہ سبز میں وہ زہر ہلا ہل ملا کر لے آئی آپ نے وہ کانٹہ اپنے ہاتھ میں اٹھا کر وہ پانی بہر آلود نوش فرمایا فوراً اثر زہر تمام جسم میں ظاہر ہو گیا۔ فرمایا اے ملعونہ بڑا غضب کیا تو نے مجھ کو ناحق قتل کیا تھوڑی ہی دیر میں ایک استفراق حضرت کو آیا بہتر فکڑے جگر کے کٹے ہوئے نکلے رنگ چہرہ اقدس کا مرجھا گیا امام حسینؑ اسی اثنا میں آگئے تمام حالت معلوم ہوئی زار زار رونے لگے اور فرط محبت میں اپنے تئیں اپنے بھائی پر گرا دیا سمجھ گئے کہ اب بھائی میرے نہیں گئے عرض کیا بھئی کیسا مزاج ہے حضرت نے فرمایا بھائی حسینؑ غمگین نہ ہو دل کو سنھال لو پریشانی دور کرو اور جو کچھ میں تم سے کہتا ہوں پہلے تم مجھ سے سن لو اس کے بعد پھر جتنا دل چاہے گم یہ کرنا یہ کہہ کر فرمایا بھائی میں اب دنیا سے جاتا ہوں اور تم سے جدا ہو رہا ہوں حسینؑ نے پھر رونا شروع کیا امام حسنؑ نے فرمایا

بھائی روؤ نہیں تمہارے رونے سے میرے دل کو بہت تکلیف ہوتی ہے یہ کہہ کر اسم اعظم اور تبرکات انبیاء سلف جو اپنے پدر بزرگوار علیؑ ابن ابی طالبؑ سے پائے تھے وہ سب سپرد کئے اور کہا اے بھائی جب میں دنیا سے انتقال کروں تو تم ہی مجھ کو غسل دینا اور تم ہی مجھ کو کفن پہنانا تمہیں حنوط کرنا اور تمہیں نماز جنازہ پڑھانا نانا کے روضہ میں میری لاش لیجا کر دفن کر دینا اور اگر کوئی مانع ہو اور دفن نہ ہونے دے تو کسی کچھ رنجیدہ نہ ہونا اور لاش وہاں سے جنت البقیع میں لیجا کر میری ماں کے پہلو میں مجھے دفن کرنا حسینؑ نے جب یہ سنا گلے میں باہیں ڈال کر رونے لگے اسی اثنا میں حالت اور زیادہ نازک ہو گئی کلمہ شہادت زبان پر جاری کیا اور روح گلشن جنت کو پرواز کر گئی خانہ امام حسنؑ میں شور رونے کا بلند ہوا امام حسینؑ نے عمامہ اپنے بھائی کے غم میں سر سے پھینک دیا اور حسب وصیت غسل دیا کفن پہنایا نماز جنازہ پڑھی بھائی کی لاش کو اٹھا کر روضہ رسولؐ کی طرف لے چلے عزیز دوست ساتھ ساتھ روتے اور نوحہ پڑھتے ہوئے روضہ رسولؐ میں داخل ہو ہی رہے ہیں کہ دشمن آگئے اور تیر باراں کرنا شروع کئے ام المومنینؑ عائشہؓ بگڑ گئیں کہنے لگیں کہ رسولؐ کے روضہ میں حسنؑ دفن نہیں ہو سکتے جب تیر تا بوت پڑے تو جسم اقدس میں بھی سات تیر بیوست ہو گئے تھے یہ دیکھ کر بنی ہاشم کی آنکھیں سرخ ہو گئیں رگوں میں خون جوش مارنے لگا تلواریں کھینچ لیں چاہا کہ دشمنوں پر حملہ کریں امام حسینؑ نے منع فرمایا بھائی کی وصیت صبر کی ہے جو ان لوگوں نے کیا وہ کیا اور جو چاہیں اور ظلم کریں مگر

فضائل جناب امام حسین و ولادت

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ الْحُسَيْنُ وَ الْحُسَيْنُ سَيِّدَ أَشْبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

یہ کلام بلاغت نظام ہے سردار ہر دوسرا صاحب قاب قوسین
او ادنیٰ زینت آرائے دنیٰ قدلی راکب براق علی اعلیٰ باعث
خلقت آدم و بنی آدم شفیع روز جزا جناب محمد مصطفیٰ کا ہے حضرت
فرماتے ہیں کہ حسن و حسین سردار ہیں جوانان جنت کے خداوند عالم
نے کیا شرف حسین کو عطا فرمایا کہ سردار جنت قرار پائے نانا سردار
انبیاء پ سردار اوصیاء ماں سردار زنان عالم خود سردار جنت۔ عالم
مسلمان جناب رسالت مآب کی رسالت کے قائل ہیں اور خدا
قرآن مجید میں فرما رہا ہے مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ
يُّوحٰی۔ یعنی جناب رسالت مآب بغیر حکم خدا کلام نہ فرماتے تھے کوئی
شاید یہ کہے کہ رسولؐ اپنے نواسوں کو چاہتے تھے بہت دوست
رکھتے تھے اس وجہ سے کہ یہ دونوں ان کی بیٹی کے بیٹے تھے اسلئے
حضرت نے اپنے نواسوں کو سردار جنت فرمایا تو اس کے جواب میں
قرآن کی آیت شاہد ہے کہ رسولؐ اپنی خواہش نفس سے کلام ہی نہ
کرتے تھے اور یہ حدیث تو فریقین نے بالکل طے کر لی ہے اور مان
لی ہے کہ رسولؐ نے حسن و حسین کو سردار جنت فرمایا ہے اب میں ان
لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ جو لوگ انھیں جنتی بناتے ہیں اب چاہے
وہ پیر ہوں یا مرید صغیر ہوں یا کبیر وہ جنت میں کیونکر جاسکتے ہیں
جب تک کہ حسن و حسین کی سرداری نہ مان لیں۔ جو لوگ کہ حسینؑ

مجبوری یہ ہے کہ بھائی کی وصیت صبر کی ہے اور اگر وصیت نہ
ہوتی تو انکی مجال تھی کہ تابوت پر تیر لگا سکتے۔ تمام بنی ہاشم مجبور گئے
اور لاش حضرت کی جنت البقیع میں لا کر اپنی مادر گرامی فاطمہ زہرا کے
پاس دفن کر دیا شہادت امام حسنؑ ۲۸ صفر بمقام مدینہ منورہ واقع
ہوئی یہ بات تو آپ حضرات کو معلوم ہی ہو گئی کہ بنی ہاشم ساتھ تھے
بھائی نے بھائی کی لاش کو عزت کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کر دیا
ہاں جناب کیوں نہ ہو بھائی ایسا شفیق بھائی موجود تھا بھلا یہ کیسے
ہو سکتا تھا کہ بھائی کی لاش پر طی رہتی اور دفن نہ ہوتی مگر انھیں
سید الشہداء کو ایک وقت ایسا آیا کہ بھائی کی لاش دفن کرنا کیسا لاش
بھی نہ اٹھا سکے۔ دفن تو یوں نہ کر سکے کہ اتنا وقت ہی نہ تھا جو حسینؑ
قبر کھودتے اور بھائی کی لاش کو دفن کر دیتے اور لاش اٹھانے کی
مجبوری یہ تھی کہ بھائی نے بھائی سے وصیت کر دی تھی کہ میری لاش
اٹھائیے گا نہیں ایک وجہ تو وصیت کی یہ سمجھ میں آتی ہے چونکہ
غیرت دار تھے سکینہ سے شرم آتی تھی کہ جب لاش اٹھ کے خیمہ
میں جائیگی تو میری صورت سکینہ ضرور دیکھے گی بسبب غیرت یہ
کہا کہ آقا میری لاش یہیں رہنے دیجئے گا اور دوسری وجہ لاش
نہ اٹھوانے کی یہ سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت قمر بنی ہاشم جانتے تھے
کہ میرے مولائے صبح سے برابر لاشوں کو اٹھوایا اور اٹھایا ہے اور
میرے مرنے سے آقا کی کمر ہی شکستہ ہو گئی ہے لہذا لڑائی ہوئی کر
سے کیونکر میری میت اٹھا سکیں گے۔

تھے اب فلاں عہدہ ترقی پر گئے ہیں تو ماتحت بہت خوش ہوتا ہے ہماری خوشی اس میں ہے کہ حسین کو ایک عہدہ یہ دیا کہ رسولؐ کے نواسے ہوئے دوسرا عہدہ یہ ملا کہ علیؑ وفا طمہ کے بیٹے ہوئے تیسرا عہدہ خدا نے ان کو یہ دیدیا کہ سردار بنا دیا جو انان جنت کا جو انان جنت کی زینت اگر ہوئی تو حسینؑ سے اور خداوند عالم نے عرش کو زینت دی تو حسینؑ سے کہ انھیں کو گو شوارہ ہائے عرش بریں قرار دیا اور رسولؐ نے اپنے کاندھوں کو زینت دی تو حسینؑ سے اور وفا طمہ کی گود کی زینت ہوئی تو حسینؑ سے ذاکر کو اس وقت اس مجلس کو فضائل حسینؑ سے زینت دینا ہے۔ چاہتا ہوں کہ کچھ علم و کمال و سخاوت کو عرض کروں۔ چنانچہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک اعرابی خدمت میں امام حسینؑ کی حاضر ہوا اور عرض کی یا بن رسول اللہ ایک شخص نے ایک شخص سے قرض لیا میں نے ضمانت کی۔ قرض جس نے لیا ہے وہ بہت پریشان ہے اور ادائی سے عاجز ہے میں نے یہ خیال کیا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور عرض حال کر کے اپنی مراد کو پہونچوں فرمایا اعرابی تین باتیں تجھ سے پوچھتا ہوں اگر ایک کا جواب دیا تو تین حصہ مال سے ایک حصہ دوں گا اور اگر دو سوالات کا جواب دیا تو دو حصہ مال کے دوں گا اور اگر تینوں سوالوں کا جواب دیدیا تو کل مال تجھ کو دے دوں گا۔ یہ سنکر اس نے عرض کیا یا حضرت بھلا میں اور آپ کے سوالات کا جواب دے سکوں کہاں ذرہ سے بھی بدتر اور کہاں چمکتا ہوا آفتاب آپ اہل علم اور مالک علم اور میں جاہل حضرت نے فرمایا کہ میں نے

کے سردار جنت ہونے کے قائل ہیں اور آل محمدؐ کے دوست بھی ہیں جنت انھیں کو مل سکتی ہے اور جو جنت کی سرداری کے قائل نہیں ہیں وہ انشاء اللہ داخل جہنم ہونگے اور جنت میں جانا کیا آسان ہے جنت میں وہی جائیگا جو محمدؐ و آل محمدؐ کا دوست ہوگا جنت پر قبضہ محمد مصطفیٰؐ کا ہوگا اس لئے کہ خدا نے ان کو مالک جنت و ناز قرار دیا اور علی ابن ابی طالبؑ قاسم جنت و ناز ہونگے خداوند عالم نے یہ نظام کیا اچھا معین کیا کہ رسولؐ کو مالک قرار دیا اور علیؑ کو قاسم کیا اور ان کے بچوں کو سردار جنت کر دیا معلوم ہوا کہ خدا نے جنت انھیں حضرات کے لئے خلق فرمائی جنت ان کے لئے اور یہ جنت کے لئے جو شخص کہ رسولؐ کی رسالت اور علی ابن ابی طالبؑ کی وصایت اور حسینؑ کی سرداری قبول کرے تب تو جنت میں جاسکتا ہے اور جو رسولؐ کی رسالت ہی کا قائل نہ ہو اور علیؑ کی ولایت ہی کو نہ مانتا ہو وہ جنت میں کیا جاسکتا ہے جنت میں جانا کیا جنت کی کوئی بو نہیں سونگھ سکتا جنت کی خوشبو کیا کوئی معمولی خوشبو ہے کہ ہر مشام میں پہونچ جائے یہ تو اسی مشام کو معطر کرے گی جو برابر خوشبو سونگھتا رہا ہو اور ہر وقت اگر خوشبو سونگھنے والے ہیں تو وہ شیعیان علیؑ ہیں آپ حضرات کے لئے فضائل اہلبیتؑ دل و دماغ میں خوشبو کا کام کرتے ہیں سچ بتائیے گا جب فضائل محمدؐ و آل محمدؐ سے دل و دماغ معطر ہو جاتا ہے تب ہی تو نعرہ صلوٰۃ بلند ہوتا ہے دنیا میں قاعدہ ہے کہ جب کوئی ماتحت اپنے افسر کے عہدہ کو سن لیتا ہے کہ ہمارے سردار فلاں عہدہ پر

اپنے نانا سے سنا ہے کہ نیکی بقدر اس کی معرفت کے کرنا چاہیے۔
جب اس نے یہ سنا تو گھر دن کو جھکا کر کہنے لگا کہ میں اس قابل نہیں
کہ آپ مجھ سے سوال فرمائیں لیکن آپ کے تعمیل ارشاد کرنا چاہتا ہوں
اور جو میں نہ جانتا ہوں گا آپ سے پوچھ لوں گا حضرت نے فرمایا
پہلا سوال یہ ہے کہ تمام اعمال میں کونسا عمل بہتر ہے۔ اس نے
عرض کیا بس وہی عمل اچھا ہے جو خدا کو پسند آجائے فرمایا دوسرا
سوال یہ ہے کہ مہالک سے نجات کیوں کر ہو سکتی ہے اس نے کہا
خدا پر توکل و اعتماد سے فرمایا تیسرا سوال یہ ہے کہ انسان کی زینت
کس چیز سے ہے اس نے کہا کہ علم سے فرمایا اگر یہ نہ ہو تو کس چیز
سے زینت ہے، اس نے کہا علم نہ ہو تو مال ہو فرمایا مال بھی نہ
رکھتا ہو۔ اس نے کہا کہ پھر فقر ہو اور ایسا فقر کہ جس پر صبر کر سکتا
ہو فرمایا فقر کے ساتھ اگر صبر نہ کر سکتا ہو اعرابی نے کہا کہ پھر ایسے
شخص کا علاج یہ ہے کہ ایک بجلی آسمان سے گرے کہ اس کو جلا کر
خاک کر دے یہ سن کر امام حسینؑ متبسم ہوئے اور ایک کینہ زریں میں
ایک ہزار دینار تھے اس کو دیئے اور ایک انگوٹھی اپنے دست مبارک
سے اتار کر اس کو مرحمت فرمائی جس کی قیمت دو سو دینار تھی فرمایا
ایک ہزار سے تو قرض ادا کرنا اور اس انگوٹھی کو بیچ کر اپنی بقیہ
زندگی بسر کرنا اعرابی اس سلوک نیک سے بہت خوش ہوا اور طرح
و شنا حضرت کی کرتا ہوا چلا گیا۔ سبحان اللہ کیا شان امام تھی اور
کیا مرتبہ تھا نزدیک پروردگار عالم کے خالق کلام تو وہ ہے لیکن
شانِ امامت اس کو کہتے ہیں کہ حکم خدا سے جس کو یہ چاہیں باتیں

کرنے لگے وہ بچہ جو نہایت کمسن ماں کی گود میں ہے بات کرنا
کیسا کوئی اشارہ بھی کسی قسم کا نہیں سمجھ سکتا وہ آپ کے حکم سے باتیں
کرنے لگا۔ جیسا کہ روایت میں وارد ہوا ہے کہ امام حسینؑ ایک
مقام پر تشریف رکھتے تھے دو آدمی آپس میں لڑتے ہوئے اور
جھگڑا کرتے ہوئے اور ایک عورت کو مع ایک کمسن لڑکے کے
حاضر خدمت ہوئے آپ نے فرمایا کیا واقعہ ہے ایک شخص نے
کہا یا حضرت یہ عورت اور لڑکا میرا ہے دوسرے نے کہا یا حضرت
یہ غلط کہتا ہے بلکہ یہ عورت اور لڑکا میرا ہے حضرت اس عورت
کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا اے عورت سچ بتا کہ کیا واقعہ ہے
اس عورت نے ایک شخص کو بتایا کہ یہ ہی میرا شوہر ہے اور لڑکا
بھی اسی کا ہے حضرت متوجہ ہوئے اس طفل شیرخوار کی طرف جو اپنی
ماں کی گود میں تھا فرمایا اے لڑکے بحکم خدا تو بتا کہ یہ عورت سچ
کہتی ہے یا جھوٹ پس وہ لڑکا بحکم خداوند عالم اور باعجاز امام حسینؑ
گویا ہوا فرزند رسولؐ میں ان میں سے کسی کا فرزند نہیں۔ بلکہ میرا
باپ فلاں شخص تھا اور یہ عورت بالکل غلط کہہ رہی ہے یہ کہہ کر
خاموش ہو گیا حضرت نے حکم دیا کہ اس عورت کو ابھی سنگسار
کر و جب وہ عورت سنگسار ہوئی تو اسی وقت واصل جہنم ہو گئی
یہ قصہ تمام مقام پر پھیلا تمام عورتیں زنا کاری سے ڈرنے لگیں دیکھئے
امام نے ایک عورت کو سنگسار کیا نتیجہ یہ نکلا کہ اور عورتیں گناہوں
سے بچنے لگیں ایسا ہو سکتا تھا کہ حضرت اسکی خطا کو معاف کر دیتے
کیونکہ مرضی خدا کے فرزند تھے لیکن آپ کو خیال یہ ہوا کہ اگر چھوڑ دے

دیتا ہوں تو دیگر عورتوں میں یہ سلسلہ اور زیادتی کے ساتھ ہو جائیگا اس وجہ سے حضرت نے اس کو سنگسار کیا لوگ صدائے تکبیر بلند کرنے لگے اہل بخل بھی صدائے درود بلند کریں۔ اہل انجاء لکھتے ہیں کہ کوئی بچہ چھ مہینہ کا نہیں پیدا ہوا جو زندہ رہا ہو مگر دو بزرگ ایک حضرت یحییٰ دوسرے امام حسینؑ اور شکم مادر میں کسی نے کلام نہیں کیا مگر چند حضرات نے۔ اول جناب رسول مختار حبیب پروردگار دوسرے صاحب ذوالفقار یعنی جناب حیدر کرار تیسرے فاطمہ زہرا بنت جناب محمد مصطفیٰ جو تھے فرزند رسول الثقلین یعنی جناب امام حسینؑ۔ جناب سیدہ ارشاد فرماتی ہیں کہ جب میرے فرزند حسینؑ کا نور میرے شکم میں قرار پایا تو مجھ پر حزن و ملال طاری ہوا ہر وقت دل چاہتا تھا کہ سوائے رونے کے کوئی کام نہ کرو۔ جب دوسرا مہینہ آیا آب و طعام کی رغبت جاتی رہی جب تیسرا مہینہ آیا تو خواہش طعام ہوئی غم و الم بھی دور ہوئے۔ جب چوتھا مہینہ آیا تو عبادت کی طرف رغبت اور زیادہ ہوئی جب میں نماز کے لئے کھڑی ہوں اور تکبیر کہوں تو میرے شکم سے بھی آواز تکبیر آتی تھی معلوم ہوتا تھا کہ یہ بچہ جو میرے شکم میں ہے یہ بھی ذکر خدا میں مشغول ہے۔ آج تاریخ ولادت و حال ولادت عرض کرنا ہے مگر یہ خیر جملوں کی ضرورت نہیں مگر کیا کروں کہ حسینؑ کی حالت از ابتدا اتنا انتہا رونے کے قابل ہے جناب سیدہ فرماتی ہیں کہ جب پانچواں مہینہ آیا تو میرے شکم سے یہ آواز آنے لگی یا اُمّاءُ اَنَا وَلَدُكَ الْعَرَبِيَّ اَنَا وَلَدُكَ الْعَطَشَانَ اَنَا

وَلَدُكَ السَّحْقَانَ فاطمہؑ نے جب یہ جملے سنے روتی ہوئی اپنے بابا سے عرض کیا بابا یہ بچہ تو عجب طرح کے جملے استعمال کرتا ہے جس سے مجھ کو از حد تکلیف پہنچتی ہے فرمایا بیٹا وہ جملے کون سے ہیں۔ جناب سیدہؑ نے وہ جملے سنائے رسولؐ بھی یہ سنکر رونے لگے فاطمہؑ زہرا نے عرض کیا بابا ان جملوں کا مطلب سمجھا دیجئے فرمایا نہ پوچھو سنے نہ جائیں گے کہنے لگیں ضرور بتائیے فرمایا بیٹی یہ بچہ تمہارا کہتا ہے اے مادر گرامی میں پیسا سا رہوں گا میں عریاں بھی رہوں گا اور میری لاش بھی پامال ہوگی۔ جسکے یہاں کوئی بچہ پیدا ہونے والا ہوتا ہو تو اس بچہ کے پیدا ہونے کے قبل خوشی ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ یہاں ابھی حسینؑ شکم مادر میں ہیں مگر سب کو اپنے حال پر دلدار ہے ہیں غرض کہ جب چھٹا مہینہ آیا اور قریب ختم پہنچا تو وقت وضع حمل آگیا جناب سیدہؑ کے یہاں کیا ہے جو سامان وضع حمل کو انجام دیں مترد و متفکر ہیں اسی اثناء میں بعض مخدرات عصمت و طہارت جناب سیدہؑ کے پاس آئیں اور فرمایا سیدہ گھبرانا نہیں۔ میں خدیجہ بنت خویلد ہوں۔ اور یہ آسیہ زین فرعون ہیں اور یہ کلثوم خواہر موسیٰ ہیں اور یہ مریم مادر عیسیٰ ہیں۔ ہم سب کو خداوند عالم نے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ تم گھبراؤ نہیں اس کے بعد لگیا کہ ایک حوزہ ہشتی ہے اور وہ ستر ہزار حوروں پر سردار ہے خدا نے ستر ہزار قصر ان ستر ہزار حوروں کو عطا فرمائے ہیں۔ اور ایک قصر جو ان تمام قصور سے بالاتر ہے وہ لگیا کہ خدا نے رہنے کو عطا فرمایا ہے اور نور و جمال لگیا میں اتنا ہے کہ یہ تمام قصور بوجہ حسن و ضیاء روشن

ہو جاتے ہیں۔ ایسی تو یہ حور ہے کہ جو ستر ہزار حوروں کی سردار ہے اس کو حکم خدا ہوا۔ لے لے گیا بہت جلد زمین پر جا سردار انبیاء کی بیٹی کے شکم سے سردار جنت پیدا ہو گا اس کی جا کر وہ خدمت کر جو وقت وضع محل قابلہ کرتی ہے یہ سننا تھا کہ لے گیا مع ستر ہزار حوروں کے خانہ سردار نساء العالمین کی خدمت میں حاضر ہو کر بادب سلام کیا فاطمہ زہرا بوجہ اُس علم کے جو خدا نے ان کو عطا فرمایا تھا سمجھ گئیں کہ سب حوران جنت ہیں اتنی حوروں کو بٹھانے کے لئے فرش کہاں سے آوے گھر میں ایک فرش یعنی ایک جلد گو سفند جس پر دن کو اونٹ دانہ کھائے شام کو یہ حضرات آرام فرمائیں۔ دفعۃً کچھ حوریں فرش جنت لیکر حاضر ہوئیں لے گیا عرض کرتی ہے اے سیدہ مجھ کو خدا نے بھیجا ہے اس لئے کہ میں آپ کی خدمت بجالاؤں جو دایہ سے متعلق ہوتی ہے یکایک نور جمال حسینؑ نے تمام دنیا کو روشن کر دیا لے گیا نے ایک پارچہ میں لپیٹ کر حضرت کو گود میں لیا اور بہت پیار کیا تمام حوریں خوش و مسرور ہو رہی ہیں بچہ کی ولادت کا معاملہ ایسا با مسرت ہے جس کی حد نہیں۔ جو جیسا ہوتا ہے اسکے یہاں ویسی خوشی ہوتی ہے اگر حملہ میں کوئی ولادت ہوئی تو اہل محلہ خوش ہوتے ہیں اور اگر عربز و قرا بتدار ہیں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر صاحب قبیلہ ہے تو اہل قبیلہ خوش ہوتے ہیں۔ اگر کوئی رئیس ہے تو تمام رؤسا خوش ہوتے ہیں اور اگر کوئی صوبہ والا ہے تو تمام اہل صوبہ اس مسرت میں ساتھ دیتے ہیں اور اگر ایک بادشاہ کے یہاں لڑکا پیدا ہو گیا

تو تمام رعایا خوش و مسرور ہوتی ہے پھر حسینؑ بھی تو بادشاہ دین و دنیا کے بیٹے تھے ان کے پیدا ہونے کی عالم میں کیوں نہ خوشی ہوتی وہی ہوا کہ خدا کی خدائی کو معلوم ہو گیا کہ رسولؐ کے جان سردار اوصیا کے یہاں سردار جنت پیدا ہوا ہے عالم میں خوشی کے باجے بجنے لگے ہر شخص آنے لگا اور آکر مبارکباد دینے لگا دنیا کے رہنے والے خوش ہوئے خدا نے ملائکہ کو حکم دیا کہ اپنے قبیلہ کو ساتھ لیکر جاؤ اور حسینؑ کے پیدا ہونے کی ہماری طرف سے مبارکباد دو ملائکہ آنے لگے مبارکباد دینے لگے یہ مبارکباد خدا کی طرف سے ایک یا دو روز دی گئی نہیں نہیں سات شبانہ روز ملائکہ سموات مع حوران جنت در دولت فاطمہ زہرا پر حاضر رہے اور مبارکباد دیئے گئے۔ آٹھویں روز یہ سب فرشتے مع حوران جنت جانبِ آسمان پرواز کر گئے۔ مگر جبریلؑ نے اتنی محبت کی کہ جب سے حسینؑ پیدا ہوئے ہیں روز آتے ہیں اور حسینؑ کو آکر دیکھ جاتے ہیں اور اپنی خوشی کا حال ملائکہ سے جا کر بیان کرتے ہیں حسب عادت ایک روز جو جبریلؑ کو دیکھنے آئے تو حسینؑ کو اپنی طرف متوجہ نہ پایا بلکہ یہ دیکھا کہ اس شاہزادے کے گہوارہ میں دو لعل لٹک رہے ہیں وہ شاہزادہ ان لعلوں کو دیکھ رہا ہے یہ بھی عرض کر دوں کہ یہ لعل کہاں سے آئے جناب رسالتؐ کو ایک بادشاہ نے یہ دونوں لعل بطور ہدیہ پیش کئے تھے جناب رسالتؐ نے اپنی بیٹی کو عطا فرمائے جناب سیدہؑ نے یہ دونوں لعل اپنے لعل کے گہوارہ آبدار میں آویزاں کر دیئے تھے حسینؑ انھیں لعلوں کو دیکھ رہے

گہوارہ حسین سے پس فطرس نے تعمیل کی فوراً بال و پر پیدا ہو گئے اور جن فرشتوں کے ساتھ آیا تھا انھیں فرشتوں کے ساتھ اڑتا ہوا آسمان پر پہنچ گیا اور کہنے لگا کون ہے مثل میرے کہ میں آزاد کردہ حسین ہوں خاتمہ کلام میں ایک جملہ علی ابن ابی طالب کے علم کے متعلق بھی عرض کر دوں چونکہ آپ باب علم تھے ملائکہ غیر دروازہ سے کیسے آئیں جتنے ملک آئے انھیں نے پہلے باب علم کی چوکھٹ چومی اور سلام کیا تب رسولؐ کے پاس گئے علی ابن ابی طالب سے پوچھا گیا یا حضرت آپ بتا سکتے ہیں کہ کتنے ملک آسمان سے آپ کے فرزند کی مبارکباد دینے کے لئے نازل ہوئے۔ فرمایا ہاں بتائے دیتا ہوں سو کروڑ ملائکہ آسمان سے نازل ہوئے پوچھا یا حضرت آپ کو یہ تعداد کیوں کر معلوم ہوئی فرمایا ہر سردار ملک مع اپنے قبیلہ کے آتا تھا اور سلام کرتا تھا پس جتنے سردار آئے تھے ان کی زبان و نسب جدا جدا تھی میں نے ان کی جدا جدا زبانوں کی وجہ سے تعداد ملائکہ کا شمار کیا حسینؑ جو پیدا ہوئے تو سو کروڑ ملائکہ خدا نے مبارکباد کے لئے رسولؐ کی خدمت میں بھیجے خدا بھی خوش ہوا اور اس کے ملک بھی جنت بھی اسی خوشی میں آراستہ ہوئی حوروں کو خداوند عالم نے طرح طرح کی خلعت ہائے نفیس عنایت فرمائے۔ دنیا میں شجار جھگڑنے لگے دریا لہریں مارنے لگے چرند و پرند خوش ہونے لگے دریا کی پھیلوں میں بھی خوشی ہوئی اب مومنین خوش ہونے کا مقام یہ ہے کہ آج تیسری شعبان کو بروز جمعہ بطن جناب سیدہ سے امام حسینؑ تشریف لائے اور اپنے نور جمال سے تمام دنیا کو روشن

تھے بوجہ صغریٰ جبریل کی طرف مخاطب نہ ہوئے جبریل کو رنج ہوا کہ آج شاہزادہ میری طرف متوجہ نہ ہوا آسمان پر پہنچے آواز قدرت آئی جبریل کیوں کیا بات ہے کیونکہ وہ ہو عرض کیا خداوند اتو خوب جانتا ہے اور میرے سبب رنج کو بھی جانتا ہے آواز آئی جبریل ہم تیرے اس طال سے بہت خوش ہیں اس کے عوض میں ہم تجھ کو وہ نعمت عطا کریں گے جو تمام ملائکہ میں تیرے فخر و مباہات کا سبب ہو دفعۃً جبریل نے ایک تاج مرصع بہ جواہر جنت اپنے زیب سر پایا جبریل خوش ہو گئے اس لئے کہ یہ تاج سرمایہ افتخار جبریل ہوا فرشتوں سے کہتے تھے کہ یہ دولت میں نے حسینؑ کی بدولت پائی ہے۔ سبحان اللہ کیا مرتبہ تھا فرزند رسولؐ کا کہ فرشتے کی خطا خدا نے ان کی وجہ سے معاف فرمائی جیسا کہ روایت میں ہے کہ امام حسینؑ پیدا ہوئے تو ملائکہ آسمان حکم پروردگار عالم سے تہنیت و مبارکباد کے لئے رسولؐ کی خدمت میں جلنے لگے یہ فرشتہ جو عتاب خدا سے ایک جزیرہ میں پڑا ہوا تھا جبریل کو مع افواج ملائکہ آسمان سے جو اترتے دیکھا فطرس کہنے لگا جبریل کیا قیامت آ رہی ہے جو تم سب کے سب آسمان سے اتر رہے ہو جبریل نے کہا نہیں محمد مصطفیٰؐ کو خداوند عالم نے بیٹا کرامت فرمایا ہے۔ ہم سب ان کو مبارکباد دینے حکم خدا سے جا رہے ہیں فطرس نے کہا جبریل تجھ کو لیتے چلو میں بھی اس خوشی میں شریک ہو جاؤں جبریل فطرس کو رسولؐ اللہ کی خدمت میں لائے واقعہ بیان کیا حضرت نے فرمایا جبریل فطرس سے کہہ دو کہ اپنے تئیں مس کرے

فضائلِ امام حسینؑ مع شہادِ امام حسینؑ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ حُسَيْنٌ قَمِيٌّ وَأَنَا مِنَ الْحُسَيْنِ أَحَبُّ اللَّهِ
مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا وَابْغَضَ اللَّهُ مَنْ ابْغَضَ حُسَيْنًا۔ ارشادِ رسولؐ ہے
کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں خدا اسکو دوست رکھتا
ہے اسکو جو حسینؑ کو دوست رکھے اور خدا دشمن رکھتا ہے اسکو جو
حسینؑ کو دشمن رکھے ظاہری بات تو یہ ہے کہ حسینؑ رسولؐ سے تھے مگر
یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ رسولؐ اللہ حسینؑ سے کیونکر تھے سب جانتے ہیں
کہ جناب رسولؐ خدا اشرف الانبیاء تھے باعثِ خلقتِ چرند پرند و جن
و طیور ملک جن انس بلکہ یہ کیوں نہ کہوں موجبِ خلقتِ آدمؑ تھے
موجبِ خلقتِ زمین و آسمان تھے۔ موجبِ خلقتِ عالم ہوئے آپ
وہ تھے جن کی وجہ سے خلائق نے خالقِ جہان کو پہچانا یہ نہ ہوتے
تو خدا کو کوئی پہچان بھی نہیں سکتا تھا یہ نہ ہوتے تو جہان میں کچھ نہ
ہوتا ہر طرف اندھیرا ہوتا کہ روشنی یہ کوئی بتا نہیں سکتا کہ ملک ہوتے
یا انسان دن ہو یا رات سحر ہوتی یا شام آسمان ہوتا کہ زمین فرشتے
ہوتے یا انسان شیطان ہوتے یا حیوان اچھے ہوتے یا بُرے نیک
ہوتے یا بد غرض کہ کیا ہوتا کچھ کسی کو نہیں معلوم اگر یہ نہ ہوتے تو یہی
معلوم نہ ہوتا کہ سب سے پہلے اگر خدا نے کچھ خلق کیا تو انھیں کا نور
پیدا کیا اب معلوم ہو گیا کہ اگر یہ نہ ہوتے تو سیدہؑ بھی نہ ہوتیں یہ
تھے تو سیدہؑ بھی ہوئیں جب سیدہؑ ہوئیں تو حسینؑ ہوئے اب ثابت

و منور کیا آپ حضرات بھی اس مجلس ولادت کو نعرہٴ درود سے
روشن و منور فرمائیے۔

قصیدہ در مدحِ امام حسینؑ

طلوعِ صبح سے عالم کا ہر ذرہ درخشاں ہے
بنے دیتی ہیں کلیاں اور پھیلا گئے گلستان
منائے عید ہیں اہلِ ولا جوشِ مسرت میں
یہ کی آمد آمد ہے کہ عالم میں چراغاں ہے
زمین ہو گلشنِ جنت گلِ زہرا کے کھلنے سے
نظر پڑتی ہو جسکی چوم لیتا ہے مسرت میں
ملائک صفِ بصف آئے لباسِ فلز پہنے
کسی کو پرے تھے کسی نے روٹیاں پائیں
کہاں ہو ساقیا بقے پلا دے تیسرا سر
تیرا سر تیری دم ہو تیرے ہاتھوں میں ہو
کہ جسکے نور کی پر نور صحرا و بیاباں ہے
خوشی ہو عجب عالم کہ حیرانِ عقلِ انساں ہے
عند و کینہ جو حیرانِ سرشتہ پریشاں ہے
یہ کسے نور کو اب ہر تاباں بھی پشیمان ہے
کہ اتنی تیسری شمعِ ہر وادی گلستاں ہے
کنارِ فاطمہؑ میں کوئی بچہ ہو کہ قرآن ہے
برائے تہنیتِ حاضر در حیدر پہ ضوان ہے
گر وہ عالم بالا تیرا ممنون احسان ہے
خبر سکر ولادت کی دلِ ہر زندہ شاد ہے
بس اتنی دل کی حسرت بس اتنا دل کا رما ہے
علیؑ خوش ہیں نبیؑ خوش ہیں جنائیدِ خوش ہیں
سہارا پائے بخشش کا دلِ راقم بھی شاداں ہے

۔۔۔۔۔

ہو احسینؑ منی کے معنی کہ حسینؑ۔ رسولؐ کی بیٹی کے بیٹے تھے اس وجہ سے فرمایا کہ حسینؑ مجھ سے ہے اب دوسرا جملہ باقی ہے جو آپ نے فرمایا کہ میں حسینؑ سے ہوں کوئی آپے خورد سے بزرگ نہیں ہو سکتا تو رسولؐ کیونکر حسینؑ سے ہو گئے۔ مطلب رسولؐ کا یہ تھا کہ حسینؑ ہر شخص کو راہ ہدایت پر لگائے گا اسلام کو قائم رکھے گا لا الہ الا اللہ کا بانی ہوگا بیعت نہ کریں گا جان دے دینا بھائے نسل میری جو ہوگی وہ حسینؑ سے ہوگی اس لئے کہ امام حسنؑ پر امامت ختم انکی کوئی اولاد امام نہ ہوگی اور اولاد حسینؑ سے سلسلہ امامت جاری رہے گا اگر حسینؑ کی اولاد لائق امامت نہ ہوتی تو جس وقت حسینؑ شہید ہوئے قیامت آجاتی مگر چونکہ امام زین العابدینؑ موجود تھے اور ان کی اولاد اب تک موجود ہے جو ہم سے پوشیدہ ہیں جب حکم ہوگا خدا کا وہ پردہ غیب سے ظاہر ہونگے نتیجہ یہ نکلا کہ نسل رسولؐ اب تک باقی ہے جب باقی ہے تو بھائے نسل رسولؑ حسینؑ کی وجہ سے ہوئی اب معنی اسکے یوں سمجھ میں آئے کہ اگر حسینؑ نہ ہوتے تو نسل رسولؑ اب تک کہاں ہوتی اس وجہ سے رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میں حسینؑ سے ہوں تیسرا جملہ کہ خدا اس کو دوست رکھتا ہے جو حسینؑ کو دوست رکھے اس جملہ کی نظیر میں ایک واقعہ عرض کروں ایک صیاد بہت مفلس و نادار تھا مچھلیوں کا شکار کرتا تھا تب اوقات ب سری کی صورت زن و شوہر کی ہوتی تھی ایک روز اس نے چار مچھلیاں شکار کیں لیکن ایک مچھلی ایسی تھی یہ معلوم ہوتا تھا کہ پھٹکے اسکے جسم پر نہیں ہیں بلکہ نعل و مہرجان جیسے جڑے

ہوئے ہیں دیکھ کر خوش ہو گیا اور دل میں کہنے لگا کہ تعجب نہیں جو اس مچھلی سے خداوند عالم میری مفلسی و پریشانی کو دور کر دے خوشی خوشی ان مچھلیوں کو لیکر آیا اپنی زوجہ کو دیں اور کہا بھوک بہت زیادہ ہے بہت جلد ان مچھلیوں کو بریاں کر اسکی زوجہ نے بریاں کرنا شروع کیا ایک مچھلی بریاں ہو گئی دوسری مچھلی بریاں ہو گئی تیسری مچھلی بھی بریاں ہو گئی جب چوتھی مچھلی کی نوبت آئی تو بریاں نہ ہوئی بلکہ جتنی آگ تھی وہ سب گل ہو گئی اس کی زوجہ نے پھر آگ مشتعل کی پھر وہ آگ ٹھنڈی ہو گئی چند مرتبہ ایسا ہی اتفاق ہوا زن و شوہر بید پریشاں ہو رہے ہیں کہ آخر یہ مچھلی کیسی ہے بریاں ہونا کیسا ہر مرتبہ آگ کو بجھا دیتی ہے یکایک آواز قدرت آئی اے صیاد تجھ کو مرتبہ اس مچھلی کا نہیں معلوم اگر ساتویں طبق جہنم اس مچھلی کو بریاں کرنا چاہیں تو بریاں نہیں کر سکتے اے صیاد یہ وہ مچھلی ہے باوجودیکہ پانی میں رہتی ہے مگر ساتویں محرم سے پانی پینا ترک کر دیتی ہے اس خیال سے کہ حسینؑ پر پانی کا ساتویں تاریخ سے قحط تھا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ یہ مچھلی حسینؑ کو دوست رکھے اور بریاں ہو جائے یہ مچھلی حسینؑ کو چاہتی تھی خدا نے اپنی محبت اس مچھلی پر اپنی قدرت سے ظاہر کر دی اس مچھلی نے اپنا واقعہ اور مچھلیوں سے کہا ہوگا کہ حسینؑ کو ضرور دوست رکھو حسینؑ کی محبت سے خداوند عالم دوست رکھتا ہے رسولؐ نے فرمایا احبَّ اللہُ من احبَّ حسینا اس کی تصدیق یہ ہوئی کہ دریا کی مچھلی حسینؑ کو دوست رکھتی تھی خدا نے اس کو دوست

دیکھ کر فریفتہ ہو گیا اور یہ تدبیر کرنے لگا کہ یہ عورت میرے دامِ مکر میں آجائے لیکن وہ عورت برابر اپنی عزت کو بچاتی رہی جب اس عورت نے دیکھا کہ اب عزت بچنا مشکل معلوم ہوتی ہے ایک شب کو اس نے اپنے شوہر کو ساتھ لیا اور پوشیدہ طریقہ سے ایک سمت کو چلی اس خیال سے جب میں یہاں سے چلی جاؤں گی تب تو میری عزت بچ جائیگی نہ معلوم کیونکہ اس شخص کو معلوم ہو گیا کہ وہ عورت اس تاریکی شب میں اپنے شوہر کو اپنے ساتھ لیکر یہاں سے چلی گئی ہے آتشِ فراق نے دل کو جلا دیا فوراً اپنے ایک دوست کو اپنے ساتھ لیکر اس عورت کی تلاش میں چلا جاتے جاتے پہونچ گیا اس مقام پر عورت نے دیکھا پہچان گئی۔ اپنے شوہر کو بسبب اپنی محبت کے ایک جھاڑی میں چھپا دیا اس وجہ سے کہ ہمیں یہ دونوں میرے شوہر کو قتل نہ کر ڈالیں جب یہ دونوں اس عورت کے پاس آئے تو چاروں طرف دیکھ کر کہنے لگے کہ تیرا شوہر کہاں گیا اس عورت نے مصلحتاً کہا کہ میں اپنے شوہر کو مکان پر چھوڑ آئی ہوں اور تنہا یہاں آئی ہوں انھیں نے کہا ہرگز نہیں تو جھوٹ بولتی ہے تیرا شوہر تیرے ساتھ ضرور ہے اور تو ہی نے اسکو کہیں چھپا دیا ہے دیکھ سچ سچ بتا کہ تیرا شوہر کہاں ہے ورنہ تجھکو ابھی قتل کریں گے اور ہم دونوں تجھ سے اقرار کرتے ہیں کہ ہم تیرے شوہر کو کوئی ایذا نہیں پہونچائیں گے کوئی بدسلوکی نہیں کریں گے۔ اس نے کہا یہ مجھکو کیونکر یقین آئے کہ تم میرے شوہر کو کوئی تکلیف نہیں پہونچاؤ گے انھیں نے کہا جو طریقہ تیرے یقین کا ہو وہ بتا اس نے کہا میں

رکھا اور آتشِ دنیا کو اس پر حرام کر دیا خدا نے یہ دکھا دیا کہ حسین کے دوست کو اتنا چاہتا ہوں کہ آتشِ دنیا اس پر حرام کر دی حسین کے دوست کا یہ مرتبہ ہے کہ آتشِ دنیا حرام ہو جائے تو انشاء اللہ روزِ قیامت ہر دوست پر خداوندِ عالم آتشِ جہنم کو حرام کر دیگا۔ خیال فرمائیے کہ جو شخص حسینؑ کو دوست رکھے اس کو بہت فائدے ہیں اول تو یہی کیا کم ہے کہ حسینؑ کے دوستوں کو خدا دوست رکھتا ہے جب خدا دوست رکھتا ہے تو کیا رسولؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ نہ دوست رکھتے ہونگے ضرور دوست رکھتے ہیں اور اس کا تجربہ روزِ قیامت یہ ہوگا کہ کوئی تو حسینؑ کے دوست کے لئے لوا احمد کے ذریعہ سے دعا کریگا کوئی حسینؑ کے پیار سے دوست کو نہر کوثر پر آب کوثر پلائیگا کوئی بی بی بال سر کے کھول کر پل صراط کے دروازہ پر ہوگی کوئی دروازہ جنت پر کھڑا ہوگا اور کہے گا جنتک حسینؑ کے دوست جنت میں نہ پہونچ جائیں گے میں اپنا قدم جنت میں نہ رکھوں گا اس وقت شاید خود پروردگارِ عالم ان حضرات سے فرمائے کہ تم سب حسینؑ کے دوستوں کی سفارش کرتے ہو آج کے دن میں خود حسینؑ کے دوستوں کو ایسا راضی کروں گا کہ وہ راضی ہو جائیں اور میں تو خود حسینؑ کے دوستوں کو دوست رکھتا ہوں حسینؑ سے دوستی میں بڑا فائدہ ہے جو حسینؑ کو دوست رکھے حسینؑ خود اس کو دوست رکھتے ہیں چنانچہ صاحبِ شمع الجالس تحریر فرماتے ہیں کہ شہرِ گجرات میں ایک زرگرت پرست کی زوجہ بہت خوبصورت تھی ایک شخص اسی محلہ میں رہتا تھا اسکو

چاہتی ہوں کہ اپنا کسی کو ضمانت دار قرار دیدوانھیں نے کہا
اس جنگل میں ضمانت دار کہاں سے لائیں اس نے کہا کہیں نہ
جانے کی ضرورت ہے نہ کسی کو لانے کی حاجت ہے۔ میں تو قوم
بت پرست سے ہوں جنگو میں مانتی ہوں تم کا ہے کو مانو گے اسلئے
کہ تم مسلمان ہو میں تمہارے ہی مذہب کے آدمی کو مان لوں گی۔
اور ضمانت قبول کر لوں گی پوچھا کہ وہ آخر کون ہے وہ عورت بولی
مجھ کو تو نام بھی نہیں معلوم مگر اتنا ضرور کہوں گی کہ یہ بہینہ محرم کا ہو
جن کی تم لوگ تعزیہ داری کرتے ہو انھیں کی ضمانت چاہتی ہوں
وہ بولے ہم دونوں سمجھ گئے تو حسینؑ کی ضمانت چاہتی ہے خیر بہت
بہتر ہم دونوں حسینؑ ہی کو ضمانت میں دیے ہیں جیسے ہی دونوں
نے حسینؑ کو ضمانت میں دیا فوراً اس پاک اعتقاد نے حسینؑ پر بھروسہ
کر کے اپنے شوہر کا پتہ بتا دیا جیسے ہی ان دونوں نے اس کے شوہر کو
دیکھا اسی وقت آگے بڑھے اور ایک تلوار ایک شخص نے اسی لگائی
کہ سراسر بے خطا کا کٹ کر زمین پر گر پڑا اور یہ دونوں اس عورت
کو اپنے ساتھ لیکر اپنے مکان کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں
اس بیچاری عورت کی یہ حالت ہے کہ رو رو کر اپنے دل میں کہہ
رہی ہے اے حسینؑ میں ہوں تو غیر دین میں مگر یہ سمجھ لیجئے کہ میں
نے آپ کی ضمانت میں اپنے شوہر کو دیا ہے میں اس کو آپ ہی
لوں گی اے حسینؑ مجھ کو ان دشمنوں کے ہاتھ سے پھڑپھڑائیے اور میرے
شوہر کو مجھ سے ملحق کیجئے وہ عورت اپنے دل میں یہ باتیں کرتی
تھی اور مڑ مڑ کر دیکھتی جاتی تھی وہ دونوں کہنے لگے کہ مڑ مڑ کر

کس کو دیکھ رہی ہو اس نے کہا ضمانت دار کو یہ سن کر وہ بیدین
کہنے لگے تو کیا مڑ مڑ کر اس کو دیکھتی ہے جو کہ خود مردہ ہے اور جو
خود مردہ ہو گا وہ تیری مدد آ کر کیا کرے جیسے ہی یہ جملے ان کی
زبانوں سے نکلے دفعۃً اس جنگل میں ایک نور ساطع ہوا کہ تمام صحرا
چمکنے لگا ناگاہ ایک سوار نقابدار نمودار ہوا جس کے چہرہ سے آثار شجاعت
و دلیری ظاہر تھے بس ایسے تھے کہ یہ دونوں مردود دیکھ کر کانپنے
لگے ایک درخت کی آڑ میں کھڑے ہو گئے سوار نقابدار نے درخت
سے اشارہ کیا کہ اے درخت مثل زنجیر بحکم خدا ان دونوں کو جکڑ
لے جیسے ہی یہ جملے نکلے فوراً اس درخت نے ان دونوں کو مثل زنجیر
جکڑ لیا ادھر تو اس درخت کی شاخ نے ریشمان اجل کی طرح دونوں
کے گلے میں پھندا ڈالا ادھر اس سوار نے اس عورت سے کہا کہ اپنے
شوہر کی لاش پر چل یہ عورت اپنے شوہر کی لاش پر لائی فرمایا
سراسر اس کے جسد میں ملا دے بس لعاب دہن اس کی گردن میں لگا
کے درگاہ خدا میں وہ سوار نقاب دار دعا کرنے لگا وہ عورت کہتی
ہے کہ ابھی وہ جناب دعا کر ہی رہے تھے کہ شوہر اس کا زندہ ہو گیا۔
اور خاک جھاڑتا ہوا زمین سے اٹھ کھڑا ہوا یہ مسیحائی دیکھ کر اس
عورت نے قدموں کو پکڑ لیا اور عرض کیا کہ آپ کون ہیں فرمایا وہی
ہوں جس پر لوگ اس مہینہ میں روتے ہیں۔ تعزیہ داری کرتے ہیں
سینہ زنی کرتے ہیں اور نام اگر پوچھتی ہے تو نام میرا حسینؑ غریب ہے
یہ سن کر وہ دونوں زن و شوہر اتنا روئے کہ روتے روتے غش کھا کر
گم گئے جب افاقہ ہوا تو دیکھا۔ حسینؑ چلے گئے ہیں یہ دونوں جب گھر

واپس آئے اپنا اپنا واقعہ بیان کیا جب لوگوں نے سنا تو وہ لوگ بھی رونے لگے اور ساتھ ساتھ ان دونوں کے بہت سے لوگ مشرف باسلام ہو گئے اب تو دوستوں کو معلوم ہو گیا کہ خدا پر منحصر نہیں ہے بلکہ خود حسینؑ اپنے دوستوں کو دوست رکھتے ہیں اور دشمنوں کو دشمن رکھتے ہیں اور دل چاہے یوں سمجھے کہ حسینؑ آئے اور مدد کی کس کے حکم سے وہی خدا کے حکم سے۔ دشمنوں کو ہلاک کیا تو خدا کے حکم سے اور زرگر کو زندہ کیا تو حکم خدا سے اب مطلب واضح ہو گیا **اَحَبَّ اِلَیَّ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا وَاَبْغَضَ اِلَیَّ مَنْ اَبْغَضَ حُسَيْنًا** کا کہ پروردگار عالم حسینؑ کے دوست کو دوست اور دشمن کو دشمن رکھتا ہے اب یہ عرض کرنے کو دل چاہتا ہے کہ حسینؑ خدا کے نزدیک کیسے تھے اور خدا کیسی خاطر کرتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جناب رسالتؐ صبح میں تشریف رکھتے ہیں کہ ایک صیاد ایک بچہ آہولیکر حاضر ہوا اور بدیہ پیش کیا اس وقت اتفاق سے نانا کی خدمت میں بڑا نواسا حاضر تھا عرض کیا نانا جان یہ بچہ آہو مجھ ہی کو مرحمت ہو جائے فرمایا بیٹا تو خدا مبارک کرے امام حسنؑ نے وہ بچہ آہولیا اور وہیں سے اس سے کھیلے ہوئے گھر میں پہنچے امام حسینؑ نے دیکھا کہ بھائی بچہ آہو سے کھیل رہے ہیں عرض کیا بھائی یہ بچہ آہو کہاں سے لائے فرمایا نانا نے مجھے دیا ہے یہ سنکر امام حسینؑ اپنے مقام سے اٹھے اور جناب رسالتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا نانا جان بھائی حسنؑ کو اپنے بچہ آہو دیا اور مجھے کیوں نہ دیا حضرت نے حسینؑ کو اپنے زانو پر

بٹھایا فرمایا بیٹا حسینؑ صیاد نے ایک بچہ لاکر دیا حسنؑ موجود تھے ان کو دیدیا اگر تم ہوتے تو تمہیں کو دیدیتا اب مجبوری یہ ہے کہ اس وقت بچہ آہو دوسرا موجود نہیں ہے جاؤ اور اسی بچہ آہو سے دونوں بھائی کھیلو عرض کیا نانا جان یہ نہیں ہو سکتا میں بھی ایک بچہ ضرور لوں گا کسی کا زمانہ بچنے کی ضد بچہ موجود نہیں رسول اللہؐ کو خیال ہو رہا ہے کہ اگر بچہ آہو حسینؑ کو دوسرا نہ ملا تو حسینؑ کو رنج ہوگا پھر حسینؑ عرض کرتے ہیں نانا بچہ آہو ہم کو دیجئے رسول اللہؐ خاموش ہیں کیا جواب دیں اسی اشار میں دروازہ مسجد پر آواز تکبیر ہوئی فرمایا کہ خداوند عالم ہر وقت بزرگ برتر ہے لیکن اس وقت سب تکبیر کیا ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ایک ہر نی مع ایک بچہ کے دوڑتی ہوئی آرہی ہے اور ایک گرگ صحرائی اسکے پیچھے پیچھے آرہا ہے یہ باتیں ختم نہ ہوئی تھیں کہ اس ہر نی نے اپنا بچہ رسولؐ کی خدمت میں ہدیہ دیا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ صیاد نے میرا ایک بچہ شکا کیا ایک یہ باقی تھا میں ابھی دودھ پلاڑی تھی دفعۃً آواز آئی اے ہر نی بچہ اپنا محمد مصطفیٰؐ کی خدمت میں لیجا کہ نواسہ ان کا بچہ آہو کے لئے مچل رہا ہے اور ضد کر رہا ہے اور پھر یہ آواز آئی اے ہر نی جلدی پہنچ رسولؐ تک اگر حسینؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گیا تو یہ گرگ صحرائی تجھ کو کھا جائیگا۔ یا رسول اللہؐ خدا کا شکر ہے کہ میں ایسے وقت میں بچہ لیکر حاضر ہو گئی کہ حسینؑ کی آنکھوں سے آنسو نہیں یہ واقعہ سن کے مومنین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ پروردگار عالم حسینؑ کو کیسا دوست رکھتا تھا اس کو کبھی اور

میں کس کس کو روئیں۔ آیا عون و محمد کے لئے روئیں یا قاسم سے بھتیجے کو روئیں یا عباس سے بھائی کو روئیں یا شبیہ پیغمبر علی اکبر کو روئیں یا چھوٹی سی تصویر علی اصغر کے لئے روئیں حسین علی صغر کے لئے تو اس وقت تک روئے کہ اتنی طاقت تھی جو علی اصغر کو میدان میں لے بھی آئے تھے ہائے رُلانے والے بیدردوں نے ایسے ضعف کی حالت میں رُلایا کہ رونے والا ایسے وقت میں رو نہیں سکتا عرض کروں کہ آخر وقت حسین کیوں روئے۔ بلند مرتبہ شاہ ز صدر رزیں افتادہ اگر غلط نہ کنم عرش برز میں افتاد۔ سینے حسین کے رونے کا وقت آگیا گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اُدھر بھتیجے نے دیکھ لیا روتا ہوا مقتل کی طرف چلا ماں درخیمہ پر رو رہی ہے یہاں یہ بچہ اس وقت پہنچا کہ ایک ملعون تلوار کا وارہ حسین پر کرنے والا تھا اس بچہ نے رو رو کر یہ کہا اے دشمن خدا کیا غضب کرتا ہے کیا میرے چچا کو مار ڈالے گا یہ کہہ کر بجائے سپر اپنے ہاتھ بڑھا دیئے کہ میرے چچا بچ جائیں وہی ہوا کہ اس وارہ سے حسین بچ گئے اور اس بچے کے ہاتھ قطع ہو گئے اسی اثناء میں ایک تیرا یا آ کے پڑا کہ وہ بچہ روتے روتے ہلاک ہو گیا۔ حسین کے جسم نازک پر سیکڑوں زخم پیاس کی شدت اس پر بھتیجے پر جب یہ ظلم دیکھا تو اس آخری وقت میں رونا شروع کیا ابھی اچھی طرح رونے نہیں پائے تھے کہ شمر نے رسول اللہ کو رُلادیا۔ کہ سر برہنہ اُن کو آنا پڑا فاطمہ کو جنت میں رُلادیا ملائکہ کو آسمان پر رُلادیا فاطمہ صغریٰ کو مدینہ میں رُلادیا افسوس کہ ۶۰ھ میں

کسی وقت یہ گوارہ ہی نہ ہوا کہ حسین کی خاطر شکنی ہو یا کسی وجہ سے حسین کی آنکھ سے آنسو نکلے حسین کا جب بچنا تھا اس وقت تو خدا کو یہ منظور ہوتا تھا کہ حسین کی خاطر شکنی نہ ہو اور آنکھ سے آنسو نہ نکلے ایک وقت مشیت خدا یہ تھی اور ایک وقت حسین پر ایسا آیا کہ مشیت خدا بدل گئی کہاں یہ مشیت کہ حسین رنجیدہ نہ ہوں آنسو نکلنا کیسا اور کہاں یہ مشیت کہ حسین کی آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری ہو رہے ہیں اور بے تحاشہ رو رہے ہیں حال حسین کے رونے کا یہ تھا کہ دشمن تک رو رہے تھے خیموں میں بسیاں رو رہی تھیں آسمان پر فرشتے رو رہے تھے جنت میں حواریں رو رہی تھیں کر بلا کی زمین رو رہی تھی انسان و جنات رو رہے تھے جانور ان صحرائی رو رہے تھے اللہ رے امام کے رونے کا اثر ممکن ہے کہ لاشہ ہائے شہداء ابھی رو رہے ہوں کیسے تھے وہ لوگ جنہوں نے رسول کے نولے کو رُلایا یہ کیوں نہ عرض کروں کہ اشقیاء کو فتنے حسین کو کیوں نہ رُلایا ایسا رُلایا کہ رونے والا امام خود کہہ گیا ہر رونے والوں سے کہ اے شیعوں میں وہ کمر شتم ظلم و جور ہوں کہ اشقیاء نے مجھ کو رُلانے لاکر مارا ہے حقیقت امر یہ ہے کہ رُلانے کی کوئی حد بھی ہوتی ہے اشقیاء کو یہ بھی رحم نہ آیا اور یہ اُنھیں نے خیال نہ کیا کہ ایک شخص کہاں تک روئے صبح سے عصر تک رُلایا کسی کا ایک دوست چھوٹ جاتا ہے تو وہ اس پر کتنا روتا ہے حسین کے بہت سے دوست چھوٹ گئے کس کس کو روئیں۔ اپنے دوست حر کو روئیں یا حبیب ابن مظاہر کو روئیں یا مسلم ابن عویصہ کو روئیں عزیزوں

عبادت کریں معلوم ہوتا ہے کہ جن اور انس یہی دونوں عبادت سے بے خبر رہے۔ اس آیت میں خدا نے ملائکہ کی حالت تو خداوند عالم جانتا تھا کہ یہ ایسے عبادت گزار ہیں کہ جو میرا رکوع کرینگا وہ قیامت تک رکوع ہی میں رہیں گے اب رہے جن اور انس یہ ایسے ہیں کہ ان کے لئے تاکیدِ حکم رسولؐ کے ذریعہ سے بھیجا کہ اے حبیب ہمارے نہیں پیدا کیا ہم نے جن اور انس کو مگر اس لئے کہ وہ ہماری عبادت کریں۔ تو وہ معبود کیونکر کہلائے وہ معبود ایسا ہے کہ ذی روح اور غیر ذی روح سب کا وہ خالق ہے اور جو جہاں عبادت کرتا ہے وہ اسی کی دریا میں مچھلیاں عبادت کرتی ہیں تو اسی کی صحرا کے جانور عبادت کرتے تو اسی کی باغ میں بلبل چہکتے ہیں غنچوں سے پھول چھکتے ہیں پھول سے خوشبو نکلتی ہے سب اسی کی عبادت کا ثبوت ہے آسمان پر ملک تسبیح خواں ہیں تو اسی کی جنات جو کچھ بھی عبادت کرتے ہیں اسی کے لئے انسان جتنے بھی سجدہ کرتے ہیں اسی کا ثبوت دیے ہیں کہ وہ معبود ہے اور ہم عباد ہیں اب یہ بات اور ہے کہ کوئی کسی طرح عبادت کرتا ہے کوئی کسی طرح مگر بات مانی ہوئی قریب قریب ہر مذہب و ملت میں یہی ہے کہ جتنے بھی ہیں سب ایک خدا کو مانتے ہیں ہر قوم میں عبادت ضرور کی جاتی ہے کوئی قوم بغیر خدا نہیں۔ اب یہ بات اور ہے کہ کوئی کم عبادت کرتا ہے کوئی زیادہ ہمارے لئے ظاہری عبادت یہ ہے کہ نماز پنجگانہ پڑھ لیں۔ نہیں نہیں بہت سی باتیں عبادت میں شامل ہیں۔

رُلا رُلا کر اشقیاء نے
حسینؑ کو شہید کر ڈالا۔
بوقتِ عصر میدانِ کربلا میں

حَالِ وِلَادِ جَنَاتِ اِمَامِ زَيْنِ الْعَابِدِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِعِبَادَةٍ
معبودِ حقیقی حکم عبادت دینے والا جن و الانس کا خلق کر نیو الا جو ملد
و لم یولد ہے وہ خالق جو معبودِ بحق ہے وہ خالق جس نے انسان
کو اشرف المخلوقات بنایا وہ خدا جس کا نہ مکان ہے نہ خود ممکن
ہے وہ خالق جو سب جگہ ہے اور پھر کہیں نہیں وہ خدا جس نے
موت حیات کو خلق کیا وہ خالق جس نے ایک قطرہِ نجس سے ہمو
خلق کیا وہ معبود جس کی عبادت مختلف زبانوں میں کرتے ہیں
وہ خدا جس نے زمین پر بڑے بڑے سمندر پیدا کئے جن کی آجک
کوئی تھا نہ لا سکا وہ خدا جس نے کیسے کیسے بلند پہاڑ خلق فرمائے
وہ خدا جس نے آسمان کو بغیر ستون قائم کیا وہ خدا جس نے
جنت و نار خلق فرمایا وہ خدا جس نے لاتعداد ملک پیدا کر دیے
وہ خدا جو ہر کہ و مہ کی اچھی طرح سنتا ہے وہ خدا جس نے حورو
غلماں خلق فرمائے وہ خدا جو خالقِ ارض و سما ہے وہ خدا
جو گنہگاروں کے گناہوں کو اور عبادت گزاروں کی عبادت کو
اچھی طرح دیکھتا ہے وہی خدا اپنے حبیب سے فرما رہا ہے کہ اے
محمد مصطفیٰؐ! جن اور انس کو ہم نے اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ ہماری

فخیر کو مال دیا عبادت اس کی ہوئی بھوکے کو کھانا کھلایا عبادت اس کی ہوئی تنگی کو مشکل سے بچالیا عبادت اس کی ہوئی مختلف عبادتیں ہیں۔ کسی نے کھانے کے عبادت کا ثواب لیا جیسے ماہِ رمضان کے روزہ۔ کسی نے سو کے عبادت کا شرف حاصل کیا جیسے علیؑ ابن ابی طالبؑ خدا کے لئے کبھی کسی سے ڈرے نہیں۔ میدان میں جنگ ہو رہی ہے تیر آ رہے ہیں نماز کا وقت آ گیا مصلے بچھا دیا نماز پڑھنے کھڑے ہوئے ہیں لوگ کہتے تھے یا علیؑ یہ مقام عبادت نہیں بلکہ جنگ کی جگہ ہے فرمایا اسی نماز کے قائم کرنے کے لئے تو جنگ کرتا ہوں کہ معبود حقیقی کے یہ لوگ عبد بنیں۔ عابدین تو سجدہ و بے حساب دنیا میں گذر گئے مگر خدا نے عابدوں کی زینت کسی کو نہیں کہا اور نہ زین العابدینؑ کا کسی کو لقب عطا فرمایا یہ شرف اگر ملا تو ہمارے اور آپ کے چوتھے امام۔ سید الساجدینؑ ہی کو ملا۔ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار امام زین العابدینؑ نے جس نعمت خدا کو کبھی یاد کیا سجدہ کیا پروردگار عالم کا اور جب خداوند عالم کسی کے مکر کو ان سے دفع کرنا تھا نہایت سجدہ کرتے تھے اور ہر نماز کے بعد سجدہ کرتے تھے اور جب دو آدمیوں میں آپ صلح کراتے تھے تب سجدہ کرتے تھے مختصر یہ کہ خدا کے اتنے سجدے کئے کہ سید الساجدینؑ ہو گئے عبادت اتنی کی کہ زین العابدینؑ ہو گئے زہری علمائے اہلسنت سے ہے وہ بقول رسالتما ب لکھتا ہے کہ روز قیامت حکم خدا سے ایک منادی ندا کریگا اَیُّنَ زَیْنُ الْعَابِدِیْنَ اس وقت تمام صفوں کو شکافہ کر کے سید الساجدینؑ

وہاں پہنچیں گے تب محشر کے لوگوں کو معلوم ہوگا کہ دنیا میں بس یہی زین العابدینؑ تھے علیؑ ابن ابی طالبؑ کا عبادت خدا میں رجوع قلب ایسا تھا کہ کسی کا قلب نہیں۔ جو قلب علیؑ کو بیان کر سکے آپ کے رجوع قلب کی حالت ایسی تھی کہ ایک جنگ میں ایک تیر پیر میں پیوست ہو گیا تھا جب لوگ چاہتے تھے کہ اس تیر کو نکالیں مگر آپ کو ایسی تکلیف ہوتی تھی کہ قابلِ بردا نہیں یہ اعتراض یہاں پر ہوتا ہے کہ عمر و ابن عبدود کو مارا مرنے کو قتل کیا خیبر کا دروازہ اکھاڑا کہاں وہ قوت کہ عمرو کا وار سر پر پڑا اور صبر کیا لیکن ایک تیر نکالنے میں یہ حالت حضرت کا خود ارشاد ہے کہ علیؑ نے خیبر کا دروازہ اکھاڑا اپنی قوت سے نہیں بلکہ وہ قوت ادھر کی تھی اور اس تیر کے نکالنے میں حضرت کو یوں تکلیف ہوتی تھی کہ انسانی قوت تھی جس طرح ہر انسان کو تکلیف معلوم ہوتی ہے اسی طرح علیؑ ابن ابی طالبؑ کو بھی تکلیف معلوم ہوتی تھی قابلِ تعریف بات اگر ہے تو یہ کہ انسانی قوت علیؑ میں تھی اور ضرور تھی تیر نکالنے میں تکلیف ہو رہی ہے مگر انسانی قوت سے جب نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو رجوع قلب ایسا کہ تیر نکالا گیا مگر خبر نہ ہوئی خود فرماتے تھے قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے مجھ کو نہیں معلوم کہ تیر کس وقت میرے پیر سے نکال لیا گیا دادا کا رجوع قلب ایسا اور پوتے کا رجوع قلب ایسا میری یہ مجال نہیں کہ دادا پوتے کا تقابل عرض کروں صرف واقعہ عرض کئے دیتا ہوں کہ امام زین العابدینؑ نماز پڑھ رہے ہیں امام

محمد باقر کنویں میں گر پڑے ماں کو معلوم ہوا پریشان ہوئیں بیٹا ہو کر امام کے پاس حاضر ہوئیں دیکھا حضرت نماز پڑھ رہے ہیں محبت مادری جوش میں آئی پکار کر کہا آپ تو نماز پڑھ رہے ہیں۔ میرا فرزند کنویں میں گر گیا ہے حضرت نے کچھ توجہ نہ فرمائی جب نماز سے فارغ ہوئے اس چاہ کے پاس تشریف لائے ہاتھ اپنا کنویں میں دراز کیا اور اپنے صاحبزادے کو صحیح و سالم کنویں سے نکال کر ان کی مادر گرامی کے سپرد کر کے فرمایا کہ میرا فرزند ہرگز ہرگز کنویں میں ہلاک نہیں ہو سکتا تھا اس لئے کہ یہی فرزند میرا میرے بعد امام ہوگا دوسرا واقعہ رجوع قلب کے متعلق سماعت فرمائیے کہ آپ کے چوتھے امام محراب عبادت میں ہیں ناگاہ ابلیس ملعون بصورت اژدہا آگیا اس لئے کہ حضرت کو اپنی طرف رجوع کرے اور رجوع کرنے کا طریقہ اس نے یہ نکالا کہ پیائے مبارک کا انگوٹھا چبانا شروع کیا حضرت اسی طرح نماز میں مشغول رہے اور آپ پر کسی طرح کوئی اثر اسکے انگوٹھا چبانے کا نہ ہوا جب نماز سے فارغ ہوئے معلوم ہو گیا کہ یہ شیطان ہے فرمایا او ملعون دور ہو یہاں سے تو طاعتِ خدا میں فرق ڈالنے آیا تھا حضرت نے یہ فرمایا وہ اسی وقت غائب ہو گیا فوراً آواز بات آئی انت زین العابدین انت زین العابدین انت زین العابدین انت زین العابدین یہ شرف امام زین العابدین کو کب ملا جب آپ امام زمانہ تھے آپ کے معجزات و کرامات دیکھ لو گ حیران پریشان ہوتے تھے مثلاً ایک معجزہ آپ کا یہ ظہور میں آیا کہ جناب محمد حنفیہ نے کہا بیٹا سید سجاد میں تمہارا چچا ہوں اور تمہارے دادا

کا بیٹا ہوں، تم سے زیادہ سن رکھتا ہوں لہذا امامت مجھ کو ملنا چاہیے اور اس امر میں تم مجھ سے مخالفت نہ کرو آپ نے فرمایا چچا قرابت اور بزرگی اور شے ہے۔۔۔۔۔ لیکن آپ جو یہ فرماتے ہیں تو ہم اور آپ دلمجعی کے لئے حجر اسود کے پاس چلیں اور اپنا اپنا دعویٰ درگاہ رب العزت میں پیش کریں اور حجر اسود جس کی امامت کی شہادت دے وہی امام ہے جناب محمد حنفیہ اس پر رضی ہو گئے دونوں حضرات حجر اسود کے پاس آئے اور دونوں نے اپنا اپنا ثبوت پیش کیا فوراً حجر اسود سے آواز آئی کہ اے محمد حنفیہ نزاع نہ کرو زین العابدین ہی امام زمانہ ہیں جناب محمد حنفیہ نے جب یہ سنا تو دعوائے امامت سے باز آئے اور بقیہ عمر امام زین العابدین کو امام برحق مانتے رہے مخالفین کا اعتراض اس مقام پر یہ ہے کہ محمد حنفیہ نے دعوائے امامت کیا اور امام زین العابدین کی امامت سے انکار کیا اس پر بھی شیعہ حضرات محمد حنفیہ کی تعریف کرتے ہیں اسی طرح صحابہ نے حضرت علیؑ کی خلافت کو نہیں مانا تو محمد حنفیہ قابل مدح ہو گئے اور صحابہ قابل قدح ہو گئے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ جناب محمد حنفیہ نے جب دعوائے امامت کیا اور حجر اسود نے ان کو منع کر دیا کہ آپ اس میں جھگڑانہ کیجئے امام زین العابدین امام ہیں تو محمد حنفیہ خاموش ہو گئے اور کوئی جھگڑانہ کیا تا مامی عمر امام زین العابدینؑ کو امام مانا کئے اس وجہ سے ہم ان کی تعریف کرتے ہیں اسی طرح اگر خلفائے ثلاثہ بھی جناب امیرؑ کی خلافت بحق مان لیتے تو ہم کو کوئی عذر نہ تھا ان کی مدح کرنے میں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جناب محمد حنفیہ اگر غلطی میں مبتلا ہو گئے تو فوراً ہی انھیں نے اس غلطی کی اصلاح بھی کرنی اور مدۃ العمر اپنا امام سمجھا کئے اسی طرح خلفائے ثلاثہ اگر اپنی اپنی غلطی تسلیم کر لیتے اور یہ سمجھ لیتے کہ سوائے علیؑ کے اور دنیا میں کوئی لائق خلافت نہیں ہے تو کوئی وجہ ایسی نہ تھی جو شیعہ ان کی تعریف نہ کرتے۔

ایک اعتراض یہ ہے کہ جب خلفائے ثلاثہ کی خلافت و جہاد نزدیک اہل تشیع کے درست نہیں تو جناب شہر بانو جو غزوہ قادیان کی فتح کے بعد زمانہ خلیفہ دوم میں ہندی کی حیثیت سے آئیں اور ان سے امام زین العابدینؑ پیدا ہوئے تو شرعی طریقہ سے یہ کیونکر جائز ہو گیا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ یقیناً خلفاء کے جہاد صحیح نہ تھے اس لئے کہ جہاد کی عورتوں کے ساتھ جو کارروائی جائز نہ تھی کئی ہے وہ کارروائی کوئی مورخ نہیں لکھتا ہے کہ جناب شہر بانو کے ساتھ بھی کی گئی ہو اس لئے کہ جناب شہر بانو کا عقد امام حسینؑ کے ساتھ پڑھوایا گیا حاجت نکاح ہوئی یہ کیوں اس لئے کہ حضرات خلفائے ثلاثہ کے جہاد ہرگز صحیح نہ تھے۔

(سوال) ایک قول یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو خاندان رسالت والے پسند کرتے تھے اس میں کوئی گفتگو کرنے کا محل و موقع نہیں ہے اس وجہ سے کہ اگر یہ خلافت مقبول نہ ہوتی تو علیؑ غنائم جہاد سے کبھی حصہ نہ لیتے اور شہر بانو کو امام حسینؑ ہرگز ہرگز تصرف میں نہ لاتے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خلافت ثلاثہ کو آل

رسول حقؐ سمجھتے تھے ورنہ ایسا نہیں ہو سکتا تھا کہ شہر بانو آئیں جہاد سے اور ان کا عقد کیا گیا امام حسینؑ سے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ شیعیان علیؑ کا خاص عقیدہ یہ ہے کہ سوائے علیؑ ابن ابی طالبؑ کے اور ان میں سے کوئی خلیفہ رسولؐ نہیں مگر یہ عقیدہ نہیں ہے کہ جتنی کارروائیاں خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں ہوئیں وہ سب ناجائز بلکہ جو کارروائی ماننے کے قابل تھی اس کو ماننا اور جو نہیں ماننے کے قابل تھی اس کو کیونکر مانتے اگر کوئی خلیفہ کے زمانہ میں مسجد بنائی جائے کہ لوگ اگر عبادت کریں تو یہ فعل ناجائز نہیں سمجھا جاسکتا اور اگر کوئی خلیفہ حکم دے کہ نماز صبح اور شام پڑھو اور ظہرین چھوڑ دو تو یہ حکم اس کا ہرگز نہیں مانا جاسکتا اگر کسی خلیفہ کے زمانہ میں مالگذاری بڑھ گئی تو یہ ترقی ناجائز نہیں سمجھی جاسکتی اگر کسی خلیفہ کے زمانہ میں کوئی ملک فتح ہو جائے تو اس فتح کو ناجائز نہیں کہیں گے اور فتح کے ساتھ ساتھ مال غنائم بھی مل جائے تو اس پر مال ناجائز کا اطلاق ہرگز نہیں ہو سکتا جو بات بالا سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جناب امیرؑ نے مال غنائم سے جو حصہ لیا وہ جائز تھا حضرت ان خلافتوں کو اور اصولوں پر غیر حق سمجھتے تھے اور مال غنائم میں ان کی شرکت اور اصول پر تھی اس کے پہلے جو کچھ میں نے عرض کیا اسکی تصدیق یہ ہے کہ جب علیؑ ابن ابی طالبؑ تخت خلافت پر بیٹھے اس وقت تک بہت سے کفار کے بلاد اسلام میں فتوحات کے ذریعہ سے داخل ہو چکے تھے آپؑ نے ان ملکوں کو داخل خلافت رکھا یہ نہیں فرمایا کہ میرے قبل کے لوگوں نے چونکہ یہ فتح کئے

تھے لہذا میں واپس کرتا ہوں علی ابن ابی طالب نے یہ نہیں کیا بلکہ جو فتوحات میں مقام داخل خلافت ہو چکے تھے وہی رہے اور حضرت نے واپس نہیں کیا۔ ایک اعتراض یہ ہے کہ امام زین العابدینؑ کی والدہ جاریہ تھیں اور ایک بات یہ ہے کہ جب خلفاء ثلاثہ کی خلافت ہی شیعہ نہیں مانتے تو ان کے وقت میں جو کام ہوئے اسکو کیوں مانتے ہیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ ہم پہلے بھی کہہ چکے کہ اگر کوئی بات ماننے کے قابل ہے تو اس میں عذر ہی کیا مثلاً خلیفہ صاحب کا حکم ہوتا کہ نہ زکوٰۃ نہ دو تو ہم اس کو کیونکر مان سکتے تھے ہاں اگر خلیفہ صاحب کا حکم تاکید ہی یہ ہو کہ حج ضرور کرو ہم کو کوئی عذر نہ تھا اور نہ ہے۔ معترض کے بقول اگر جناب شہر بانو خلفاء کے زمانہ میں آئی ہوں ناجائز ہو سکتا ہے حالانکہ شیعہ اس کے قائل نہیں۔ اور بفرض محال اگر انھیں کے عہد حکومت میں ان حضرات کے آئیں کوئی کہتا ہے انہیں کا زمانہ تھا کوئی کہتا ہے ان کا زمانہ تھا چنانچہ ابن بابویہ لکھتے ہیں کہ شہر بانو عہد خلافت عثمان میں آئیں اور جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ جناب شہر بانو عہد خلافت جناب علی ابن ابی طالب میں آئیں اگر اس عہد میں آئیں تب بھی عقد ہوا اور اس عہد میں آئیں تب بھی عقد ہوا۔ یہ کیونکر سمجھا جاتا ہے کہ شہر بانو جاریہ تھیں ہرگز نہیں بادشاہ زادی تھیں۔ جناب شیخ مفید لکھتے ہیں کہ جناب شہر بانو کا انا خلافت علیؑ میں ثابت ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں کہ جناب شہر بانو یوں آئیں کہ جناب امیر نے حرث ابن جابر جعفی کو ایک ملک پر حاکم بنا کر

بھیجا تھا انھیں نے دو بیٹیاں یزدجرد کی خدمت میں بھیجیں جناب امیر نے ایک کا عقد جن کا نام شاہ زنان یعنی شہر بانو تھا امام حسینؑ سے کیا جن سے امام زین العابدینؑ پیدا ہوئے اور دوسری کو محمد بن ابی بکر کو دیا ان سے قاسم بن محمد پیدا ہوئے جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ کی موافقت میں جناب مولوی سید شاہ محمد کبیر صاحب ابو العلانی دانا پوری اپنی کتاب تذکرۃ الکرام تاریخ عرب و اسلام کی تیسری فصل صفحہ ۳۵ میں جناب شہر بانو کا انا عہد خلافت امیر المومنینؑ میں اس طرح صفحہ بالا میں تحریر فرماتے ہیں کہ جناب امیر المومنینؑ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں حرث بن جابر جعفی کو خراسان کے بعض شہروں کا حاکم مقرر کر کے بھیجا تھا حرث کو تین لڑکیاں یزدجرد کی ملیں جہر بانو شہر بانو ماہ بانو حرث نے ان تینوں لڑکیوں کو علی ابن ابی طالب کی خدمت میں روانہ کیا جب وہ حاضر ہوئیں تو آئے یہ خیال کیا کہ یہ لڑکیاں بادشاہ کی ہیں معززین کے گھر میں ان کو جانا چاہیے چنانچہ آپ نے جہر بانو کا عقد محمد بن ابی بکر سے کر دیا اور ماہ بانو کا عقد عبداللہ بن عمر سے کیا اور شہر بانو کا عقد امام حسینؑ کے ساتھ کر دیا جن سے امام زین العابدینؑ پیدا ہوئے اور صاحب بجا تحریر فرماتے ہیں کہ بحکم علی بن ابی طالب حذیفہ خطیبہ پڑھا اور امام حسینؑ کا عقد شہر بانو سے ہوا۔ کیا کہنا امام زین العابدینؑ کا جس نے ان کو نیچی نظر سے دیکھا وہ کو رہا باطن رہا اور جواب دیکھے گا وہ بھی کو رہا باطن رہے گا اس لئے کہ کسی کے شرف

بزرگی کو پوشیدہ کرنا کیا اچھی بات ہے چہ جائیکہ امام اور امام
بھی وہ امام جس کے نہال کا سلسلہ نوشیروان عادل تک اور
دھیاں کو اگر ملاحظہ کیجئے تو علی ابن ابی طالب تک نوشیروان
عادل بہت ذی وقار بادشاہ گذرا ہے جس کا عدل اب تک
مشہور ہے اور زبان زخلاق ہے اگر اس بادشاہ کی طرف
دیکھئے تو وہ دنیا کا بادشاہ تھا یہ دنیا کی شہزادی اور اگر سلسلہ
علی ابن ابی طالب کا دیکھا جائے تو وہ دین و دنیا کے بادشاہ تھے
یہ دین و دنیا کے شہزادے ہوئے۔ ایک بات اس مقام پر اور
کہنے کو دل چاہتا ہے وہ یہ کہ تفسیر اہلبیت میں ہے کہ جو جہاد
امام وقت اور خلیفہ وقت کی اجازت سے نہ ہوں ان میں جو
مال آوے جو عورتیں آویں وہ حصہ امام وقت کا ہے یہ بات
طے شدہ ہے اور کیسے کیسے عالم زبردست اپنی اپنی تحریروں
میں لاپچکے ہیں کہ جناب رسالتؐ اپنی حیات میں بحکم خدا علیؑ
ابن ابی طالب کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنا چکے تھے اور یہ بھی تسلیم
ہے کہ جناب امیر امام بھی تھے لہذا جو کچھ بھی مال آیا اسیر خلفائے
ثالثہ کے زمانہ میں آئے اس کے حقدار سوائے امیر المومنین کے اور
کوئی نہ تھا پس اگر جناب شہر بانو کے ساتھ کر دیا تو کیا مضائقہ
ہوا بقول شخصہ حق بہ حقدار رسید اب رہا یہ امر کہ جناب شہر بانو
کافرہ تھیں کہ مسلمان اس کے لئے بھی اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ
جناب شہر بانو نے فاطمہؑ زہرا کو خواب میں دیکھا اور ان معصومہ
نے ان کے بالوں میں کنگھی کی اور بشارت دی اور فرمایا کہ

تو میرے فرزند حسینؑ کے عقد میں جائیگی یہ رتبہ کیا کم ہے شہر
بانو کا کہ فاطمہؑ زہرا بشارت دیں جس کو فاطمہؑ زہرا خوشخبری
سنائیں بھلا وہ عورت کہیں کافرہ رہ سکتی ہے بس ایسی
تھیں کہ رسول اللہؐ کی نواس بہو بنیں۔ علیؑ و فاطمہؑ کی بہو
بنیں بھلا وجہ امام حسنؑ کی زوجہ بنیں امام حسینؑ کی اور ماں
ہوئیں نو اماموں کی جب عقد امام حسینؑ کا جناب شہر بانو کے
ساتھ ہوا ہوگا تو جناب امیرؑ نے بہت خوشی کے ساتھ جناب
شہر بانو کو بشارت دی ہوگی اور اپنے فرزند امام حسینؑ سے تو
فرمایا ہی تھا بیٹا حسینؑ اس تمہاری زوجہ سے ایک ایسا فرزند
پیدا ہوگا جو بہترین اہل زمین ہوگا وہی ہوگا کہ ۵ اجمادی الاولیٰ
۳۶ بروز جمعہ یا بروز پنجشنبہ ولادت باسعادت امام زین العابدینؑ
واقع ہوئی جب امام زین العابدینؑ پیدا ہوئے ہوں گے خانہ
امام حسینؑ میں کتنی خوشی ہوئی ہوگی جناب شہر بانو اپنے مقدر پر
خوش ہو رہی ہوں گی کہ میں کہاں تھی اور کہاں آگئی فرماتی ہوگی
بلکہ فرماتی ہوں گی کہ باپ میرا بادشاہ دنیا اس کی کیا ہستی اور کیا
وقار میرے اس بچے کے سامنے اس لئے کہ یہ بچہ میرا بادشاہ دین
و دنیا ہوگا امام زادہ بھی اور خود بھی امام اور باپ بھی امام کا
اور یہ تو وہ بچہ ہے جس کے صلب سے نو امام پیدا ہوں گے اور
آخری فرزند اس میرے فرزند کا ایسا ہوگا جس کے بارے میں
ارشاد ہے۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ
زَهُوًّا۔

قصیدہ

سپیدی صبح کی یوں ڈوبے تاروں تک پہنچی
کہ جیسے سیل دریا بڑھ کے انگاروں تک پہنچی
شہ زین العبا کے رخ کی ضو تاروں تک پہنچی
ولادت کی خبر فرقت کے بیماروں تک پہنچی
وہ تھی بنجم مہ شعباں کی اور تھا روز ہفتہ کا
یہ روح افزا خبر جس وقت دینداروں تک پہنچی
طلائی ایک جدول سی کھینچی صحن گلستاں میں
سنہری دھوپ جب گلشن کی دیواروں تک پہنچی
شفق کا عکس سورج کی کرن سے مل گیا آخر
یہ خونی نہر بڑھتے بڑھتے تلواروں تک پہنچی
جسے اے چوتھے ساتی میرے خود حیدر پلاتے تھے
گلشن سے دل کی وہ تیرے میخواروں تک پہنچی

قطعہ

انگوٹھا جب چبایا اژدر شیطان نے مسجد میں
تو اس ظلم صرخی کی خبر تاروں تک آپہنچی
شہاب ثاقب اس ملعون پر اک چرخ سے ٹوٹا
کہ جس کی روشنی مسجد کی دیواروں تک آپہنچی
یہ جب دیکھا تو پہلے چھپ گیا وہ اور پھر بھاگا
جھٹک اس دم خوشی کی شہ کے رخساروں تک پہنچی

کیا جب معجزہ سے سنگ اسود نصب کعبہ میں
تو دل کی ضو خوشی سے شہ کے رخساروں تک پہنچی

تمنا پہلے جو محمد ود تھی دل تک مسرت میں
وہ ضو اب دیکھ بڑھ کر تیرے رخساروں تک پہنچی

حَالُ دَفَاتِ بِنَا اَمَزِينِ الْعَابِدِينَ عَلَیْہِ السَّلَامُ

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَيُؤْتِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ
وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ - مال و متاع بخشے والا شاہوں
کے سروں پر تاج شاہی پہنانے والا مفلس کو تو نگر کر نیوالا اپنی
قدرت سے عزت دیے والا ارشاد فرماتا ہے اور ان لوگوں کی
مدح کرتا ہے جنہوں نے ایثار کیا سخاوت و ایثار میں فرق ہے
مثلاً کسی کی آمدنی دس روپیہ کی ہے اس نے دو روپیہ کے
پیسے فردا فردا دو دو چار چار دینا شروع کئے دیکھنے والے یہی
کہیں گے کہ فلاں شخص برا سخی ہے اور ایثار اس کو کہتے ہیں
مثلاً کسی شخص نے اپنی خوشی کے لئے ایک نئی قمیص بنوائی اور
سائل بے لباس والا آگیا اور اس نے وہی نئی قمیص دیدی
اور وہی پرانی جو پیوند دار تھی پہن لی اس کو ایثار کہتے ہیں
یہ ایثار نہیں ہے کہ دس دن کا کھانا رکھا ہے ایک دن کا سائل
کو دیدیا۔ ایثار وہ ہے کہ بس اسی وقت کا کھانا ہے جس وقت

کھینز دو روٹیاں جو کی لائی حضرت نے اس اپنے دوست کو وہ
دونوں روٹیاں عنایت فرمائیں اور فرمایا کہ بھائی ان روٹیوں
کو لیجا خداوند عالم تجھ کو برکت عطا فرمائے گا مومن تھا دوست
تھا فوراً وہ روٹیاں لیکر آنکھوں سے لگائیں اور حضرت سے
رخصت ہو کر بازار کی طرف چلا راستہ میں اس نے دیکھا کہ
ماہی فروش کی دوکان پر مچھلیاں رکھی ہیں اس کا دل چاہا کہ
مچھلی کھاؤں مگر رقم کہاں جو خریدے کچھ سوچ کر ماہی فروش سے
کہنے لگا میرا دل چاہتا ہے کہ بعوض ایک روٹی کے ایک روٹی کے
ایک مچھلی تو مجھے دیدے اس نے کہا کوئی مچھلی ایسی نہیں ہے جو
بعوض روٹی دی جائے مگر ایک مچھلی کی طرف اشارہ کیا جو سب
مچھلیوں سے علیحدہ پڑی تھی اور بہت بدبودار تھی کہنے لگا اگر تو
پسند کرے تو میں یہ مچھلی تجھ کو دے سکتا ہوں یہ اسی مچھلی کو غنیمت
سمجھے لیکر آگے بڑھے اور نمک فروش کی دوکان پر آئے اور
دوسری روٹی کے عوض میں نمک لے لیا اور گھر میں پہنچ کر
یہ دونوں چیزیں اپنی زوجہ کو دیں اور کہا کہ مچھلی جلدی صفا
کر تاکہ جلدی سے تیار ہو زوجہ نے مچھلی صاف کرنا شروع کی
جیسے ہی شکم ماہی کو چاک کیا ایسا ڈر بے بہا نکلا کہ آنکھیں اسکی
خیرگی کرنے لگیں شوہر سے کہا کہ خدا نے ہماری پریشانی کو
دور کیا دیکھ کیسا چمکدار موتی اس کے شکم سے نکلا ہے یہ جو آیا
تو اس نے دیکھا کہ واقعی بقدرت پروردگار عالم اور بہ برکت
امام زین العابدین ایسا ڈر بے بہا ہے کہ کسی بادشاہ کے خزانہ

کھانے بیٹھے اور کل کا خد ا مالک سائل آگیا اپنا کھانا دیدیا بھوک
رہے شکر کیا پروردگار عالم کا اسی کو کہتے ہیں کہ اپنی ذات سے
دوسرے کی ذات کو مقدم کیا اور خود بھوکے رہے اس کو کہتے
ہیں ایثار۔ دنیا میں ایسے لوگ کم گزرے ہیں جنہوں نے اپنے
نفس سے دوسرے کے نفس کو مقدم کیا ہو اگر دنیا میں نظیر
ملتی ہے تو محمد و آل محمد کی اور مفسرین نے لکھ بھی دیا کہ یہ آیت
شان والا شان آل محمد میں نازل ہوئی ہے۔ یہی وہ حضرات
تھے جو اپنے نفس سے دوسروں کے نفسوں کو مقدم سمجھتے تھے
اور خود عسرت و پریشانی میں بسر کرتے تھے ایک مرتبہ کا ذکر
ہے کہ امام زین العابدین دولتسرا میں تشریف رکھتے تھے اور
دوست دشمن سب بیٹھے ہوئے تھے ناگاہ ایک دوست اہلبیت
اطہارہ حاضر خدمت ہوا اپنی مفلسی و پریشانی پر رونے لگا اور
عرض کرنے لگا یا حضرت اب توفیقہ نہیں کئے جاتے بہت زیادہ
حالت خراب ہے آپ نے جب اسکی پریشانی تو خود دھبی رونے
لگے ایک دشمن کو موقع مل گیا اس سے کہا تو بھی کس مفلس سے سوال
کرنے آیا ہے جو تیری مفلسی سن کے خود رونے لگا اس دوست
کو یہ کلمہ اس دشمن کا بہت بُرا معلوم ہوا اور عرض کرنے لگا یا
ابن رسول اللہ مجھ کو اپنی پریشانی گوارا ہے۔ ایسے جلے سننے کا تحمل
نہیں ہو سکتا ہوں آپ نے فرمایا ہر بات پر صبر کرنا نزدیکی خدا
بہت بہتر ہے اور خدا صابروں کو بہت دوست رکھتا ہے
یہ فرما کر کھینز کو آواز دی فرمایا ہمارے کھانے کی روٹیاں لے آ۔

سردار دین تھا اور ہر ایک سچا رہنما تھا اور ہر ایک ان میں کا ہادی تھا ان میں سے ہر ایک عالم باعمل تھا اور ہر ایک ان میں سے ذاتی طور پر آفتاب علم و عمل تھا۔ یہی وہ حضرات ائمہ ہیں جن کا ذکر تورات میں موجود ہے اس وقت بھی جس کا جی چاہے تورات کھول کر پڑھ سکتا ہے کہ نسل اسمعیل سے خداوند عالم بارہ شہزادوں کے پیدا ہونے کی بشارت دیتا ہے وہ بارہ شہزادے کون ہیں وہ یہی ہمارے ائمہ اثنا عشر ہیں یہی حضرات شہنشاہ رسالت کے تخت جگر ہیں یہی وہ ہمارے ائمہ ہیں جن کی توقیر سولے پروردگار عالم کے اور کوئی کر نہیں سکتا۔ یہی وہ حضرات ہیں جن کو سوائے خدا اور رسول کے کسی نے نہیں پہچانا۔ یہی وہ حضرات ہیں جو راضی برضا، پروردگار عالم رہے ان کو خدا نے ایسی عزت دی تھی ایسا شرف عطا کیا تھا کہ دنیا میں جس طرح سے چاہتے عیش سے بسر کرتے مگر نفس کا خیال نہ کیا اور برابر فاقہ اور دیگر پریشانیوں میں بسر کی جانتے تھے عیش و راحت دنیا کا آخرت میں نقصان پہنچائے گا یہ حضرات جو چاہتے اس طرح بسر کرتے مگر دنیا کی طرف کبھی متوجہ نہ ہوئے ظاہر میں تو یہ حضرات ایسے بیگس اور مظلوم تھے کہ جناب علی ابن ابی طالب سے لیکر گیارہویں امام تک نہایت آسانی سے شہید کر ڈالے گئے مگر باطناً یہ سب کے سب دین خدا کی کچھار کے بڑے قوی اور زبردست شیر تھے۔ میں اپنے اور آپ کے چوتھے امام کا حال عرض کر رہا تھا انھیں کا حال عرض کر کے مجلس کو ختم کرنا ہے

میں ایسا موتی نہ ہو گا اسی اشار میں کسی نے دق الباب کیا یہ فوراً ہر آیا دیکھا کہ ماہی فروش و نمک فروش دونوں اس کے دروازہ پر کھڑے ہیں پوچھا کیوں آئے ہو ماہی فروش بولا وہ اپنی روٹی یہ ہم سے نہیں کھائی جائیگی اور وہ مچھلی ہم نے تم کو بجل کی نمک فروش نے بھی یہی کہہ کر روٹی واپس کی اور یہ دونوں چلے گئے دفعۃً ایک خادم حضرت کا آیا اس نے کہا کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ خداوند عالم نے تیری حاجت پوری کی اب وہ روٹیاں ہماری ہم واپس کر دے اس لئے کہ یہ روٹیاں سوائے ہمارے کوئی کھا نہیں سکتا یہ ایک مختصر ماجرہ کا نمونہ حضرت کا آپ حضرات کے سامنے ذکر کیا مگر یہ بھی آپ نے خیال فرمایا کہ ان حضرات کے ساتھ ساتھ دشمن ضرور رہتے تھے چاہتے تھے ایسا نہ ہو کہ ہمیں ان حضرات کا علم و فضل و زہد و تقویٰ و صدق و حیا و عدالت و مروت و عبادت و حلم و رضا و شجاعت و سخاوت ظاہر ہو جائے یہ حضرات صرف امت محمدی ہی میں اپنا مثل نہ رکھتے تھے بلکہ دیگر نبیوں کی امتوں میں بھی کبھی کوئی ان کا جواب نہ دکھائی دیا ہمارے حضرات ائمہ وہ تھے جن رگوں میں رسالت مآب کا خون دوڑتا تھا۔ یہی حضرات رسول اللہ کے جان و دل تھے یہی حضرات رسول اللہ کے ہمد، ہم نفس، ہم لحم اور ہم روح تھے جی بھی تو رسول اللہ فرمایا کرتے تھے میں محمد ہوں۔ اور جو آخر ہو گا وہ بھی محمد ہو گا اور جو اوسط میں ہو گا وہ بھی محمد ہو گا بلکہ ہمارے سب کے سب محمد ہوں گے یہ حضرات ایسے تھے کہ ان میں ہر ایک

یہ امام ایسے تھے کہ جب سے امام ہوئے گوشہ نشین ہو گئے اور گوشہ نشین کیوں ہوئے زمانہ بہت خلاف تھا کیوں زمانہ خلاف تھا اس لئے کہ خدا نے ان کو ایسے ایسے مراتب کیوں دیئے جیسے اس زمانہ کا حال ہے کسی کو تو نگر دیکھا دل کو برا معلوم ہوا کسی کو خوش بو شاک دیکھا اپنے جسم کے کپڑے دیکھنے لگے کسی کو خوش خوراک دیکھا غور سے دیکھنے لگے کسی عالم کو دیکھا اپنے دل میں جہالت کرنے لگے کسی کو دیکھا کہ اس کی عزت بڑھتی چلی جاتی ہے دیکھ دیکھ کے رشک و حسد کرنے لگے اسی طرح اُس زمانہ میں حضرات ائمہ کے لوگ دشمن تھے کیوں دشمن تھے اسلئے دیکھتے تھے کہ ان کے پاس کوئی بیمار آیا وہ اچھا ہو گیا کوئی محتاج آیا غنی ہو کر چلا گیا کوئی جاہل آیا عالم بن کر چلا گیا جس طرف سے بھی گذر گئے تو شجر و حجر سلام کرنے لگے یہ وجوہ تھے حسد و رشک کے تعجب یہ ہے کہ دشمن ان حضرات سے دشمنی کرتے تھے ان کو چاہیے تھا کہ خدا سے لڑتے کہ تو نے اپنی خدائی میں ایسے بندے کیوں پیدا کئے۔ انھیں امام زین العابدینؑ کو خیال فرمائیے کہ ان حضرات نے کس کے ساتھ کیا برائی کی مگر لوگوں نے خواہ مخواہ تکلیفیں پہونچانا شروع کر دیں نہ تو آپکے کسی نے روزہ کا خیال نہ کیا نہ آپکی نماز کا خیال کیا نہ آپکے احسانات کا لحاظ کیا نہ آپکے معجزات پر غور کیا کہ خدا نے ہم سب کی ہدایت کے لئے کیسا امام خلق فرمایا جو حکم خدا سے معجز نہ ہے ایک معجزہ جو بہت مشہور ہے اور بیحد معتبر ہے وہ سماعت فرمائیے کہ ایک شخص بلخ کا رہنے والا ہر سال حج بیت اللہ کو جاتا تھا اور بعد

حج امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا طریقہ اس نے اپنا یہ رکھا تھا کہ سال بھر کے بعد جب آوے تو کچھ نہ کچھ اپنے شہر کا تحفہ ضرور لاوے اور حضرت چونکہ جانتے تھے کہ یہ ہمارا دوست ہے اس کا ہدیہ آپ قبول فرما لیتے تھے ایک روز اس کی زوجہ نے کہا کہ اے شخص میں تجھ کو ہر سال قریب قریب دیکھتی ہوں کہ تو کسی کے لئے اپنے شہر کے تحفے لیجا کر تا ہے مگر میں نے کبھی تجھ کو یہ نہیں دیکھا کہ تو ان تحفوں کا عوض بھی وہاں سے لایا ہو آخر وہ ہے کون جو تیرا ہدیہ قبول کر لیتا ہے اور اس کا عوض تیرے ساتھ نہیں کرتا اور خدا نے قرآن مجید میں بھی فرمایا ہے کہ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ جیسے ہی اس مومن نے یہ جملے سنے کہنے لگا اے عورت تو نے بڑا غضب کیا کہ ایسے جملے زبان سے نکالے اس وقت جو کچھ تو نے کہا سب انکو خبر ہو گئی ہو گئی تیرے جملوں کا ایک ایک حرف ان تک پہونچ گیا ہو گا یہ باتیں ہو گئیں جب زمانہ حج کا آیا تو یہ برائے حج روانہ ہوا بعد فراغ حج حسبِ سنیہ قدیم اپنے شہر کے تحفے لیکر امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا آج جو یہ حاضر ہوا تو نصیب اس کا جاگ گیا وہ یہ کہ امام طعام نوش فرما رہے تھے فرمایا بھائی بہت اچھے وقت پر آیا اور شریک طعام ہو یہ خوش قسمت تھا۔ امام کے ساتھ کھانے میں مشغول ہو گیا جب خوب سیر ہو گیا تو خادم طشت و آفتابہ لیکر حاضر ہوا حضرت فوراً اٹھ کھڑے ہوئے عرض کیا آقا کیا ارادہ ہے فرمایا تیرے ہاتھ دھولا دنگا عرض کیا مولا غلام کی بھی یہ مجال کہ آقا کے ہاتھ

سے اپنا ہاتھ دھوئے فرمایا میں تیرے ہاتھ اس وجہ سے دھولاؤں گا کہ تو اس وقت میرا ہمان ہے جب ہمان ہے تو کیا وجہ ہے کہ میں تیرا ہاتھ نہ دھولاؤں سبحان اللہ کیا ہمان نوا تھے کھانا ساتھ کھلایا اور ہاتھ بھی دھولانے پر تیار ہیں اسلئے کہ یہ ہمارا ہمان ہے۔

میں عرض کرتا ہوں مولا اس ہمان کے ہاتھ دھولانے پر تو آپ آمادہ ہو گئے مگر ساتھ ہی ساتھ اسکے کر بلا کی ہمانی کا بھی ضرور خیال آیا ہو گا کہ میرے بابا کو بھی تو مسلمانوں نے ہمان کیا تھا ایسی ہمان نوازی کی کہ کوئی کافر بھی ایسا نہ کریگا کھانا کیا پانی تک بند کر دیا چھوٹے چھوٹے بھائی بہن آپکے خالی کونے ہاتھوں میں لئے آوازیں اعطش کی بلند کر رہے تھے کسی ہمان نواز کے دل میں یہ نہ آیا کہ تھوڑا پانی پلا دیا جائے آقا اس ہمان کے کھانے کے وقت یہ ضرور خیال آیا ہو گا کہ میں تو اس طرح ہمان نوازی کروں اور کر بلا کے ہمان نواز میرے چھوٹے بھائی کو بغیر پانی چھوٹے میں ترپائیں مولا یہ بھی خیال آیا ہو گا کہ میری چھوٹی بہن اپنے باپ کی لاڈلی ایک ایک خیمہ میں جاتی تھی اور نا امید خالی کوزہ لئے ہوئے واپس آتی تھی اور یہ بھی ضرور خیال آیا ہو گا کہ میرے بابا وقت آخر زخموں سے چور چور ایک ایک سے پانی مانگتے تھے مگر کسی کے دل میں رحم نہ آتا تھا۔ غرض کہ جب اس نے بہت اصرار کیا کہ مولا غلام سے ایسی خطا نہیں ہو سکتی کہ آپ میرے ہاتھ دھولاؤں میں ہی آپکے ہاتھ دھولاؤں گا۔ فرمایا خیر خوشی

تیری مگر اے بھائی یہ بھی سمجھ لے کہ اگر اس وقت تو نے میری محبت سے میرے ہاتھ دھولاؤں تو حکم خدا سے ایسی چیز دکھاؤں گا کہ کبھی تو نے نہ دیکھی ہو یہ فرما کر ہاتھ دھونے لگے جب ثلث طشت پانی سے بھر گیا فرمایا بھائی ذرا ٹھہر جا پانی کو روک لے اس نے پانی روکا فرمایا آپ نے دیکھ تو اس طشت میں کیا ہے عرض کیا پانی فرمایا نہیں پانی نہیں ہے بلکہ زمر دسبز ہیں اب جو اس نے دیکھا تو حضرت کے ہاتھ کا دھوون زمر دسبز ہو رہا ہے پھر فرمایا پانی ڈال اس نے ہاتھ دھولا نا شروع کئے جب دو ثلث طشت پانی سے بھر گیا پوچھا دیکھ اس طشت میں کیا ہو عرض کیا وہی پانی فرمایا غور سے دیکھ پانی نہیں یا قوت سرخ ہیں جو ہیں اس نے غور سے دیکھا وہ پانی یا قوت سرخ بنا ہوا تھا فرمایا اور پانی ڈال اس نے پانی ڈالنا شروع کیا جب تمام طشت پانی سے بھر گیا فرمایا اب کی تو دیکھ کے بتا کہ اس طشت میں کیا ہے عرض کی مولا وہی پانی فرمایا نہیں موتی سفید ہیں۔ اب جو اس نے دیکھا تو تمام طشت موتیوں سے بھرا ہوا تھا۔ سنا آپ حضرات نے اپنے امام کے وقار کو کہ کیا عزت تھی پروردگار عالم۔ تھا تو وہ پانی مگر جب آپ نے زمر دسبز ہو گیا اور جب یا قوت کہا تو پانی یا قوت سرخ بن گیا اور جب موتی کہا تو تمام پانی موتی بن گیا یہ اثر تھا زبان میں اور یہ وقت تھی درگاہ خدا میں فرمایا بھائی لے یہ جواہرات اور جا کر دے اپنی زوجہ کو اس لئے کہ اس نے ابکی مرتبہ ہم پر عتاب کیا تھا اور یہ عوض اُن

تحفوں کا ہے جو میرے لئے لایا کرتا تھا مگر اپنی زوجہ سے یہ بھی کہہ دینا کہ اگر ہم سے زمانہ موافق ہوتا تو ہم تیرے ساتھ اس سے زیادہ سلوک کرتے سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت اسکے ہدیے ہر سال نئے لیتے تھے اور اس کا عوض نہیں فرماتے تھے شاید حضرت کو یہ خیال ہوتا ہو کہ اسکی زوجہ کو تو میری شانِ امامت معلوم ہو جائے وہ وہاں باتیں کرے اور میں یہاں بتاؤں اگر یہ نہیں بتاؤں گا تو وہ آئیگی کیسے اور میں اپنی دعا سے حکم خدا سے زندہ کس کو کروں گا اب رہی یہ بات کہ حضرت نے ہر مرتبہ اسکے تحفوں کا معاوضہ کیوں نہ کر دیا شاید وجہ یہ ہو کہ حضرت خیال فرماتے ہوں کہ ایک ہی مرتبہ اس کو اتنا دیدیں گے کہ بادشاہوں کے خزانہ میں نہ نکلے گا ہر مرتبہ تھوڑا تھوڑا عوض کرنا بہتر نہیں اس سخاوت میں دادا کی شان دکھا دی کیونکہ حاتم کی تعریف جب لوگوں نے کی کہ وہ ایک ہی سائل کو چالیس دروازوں پر دیا کرتا تھا تو آپ کا جواب یہ تھا کہ یہ سخاوت تو قابل تعریف نہیں ایک ہی دروازہ پر اتنا کیوں نہ دیا کہ اس سائل کو دوسرے دروازہ پر جانکی حاجت ہوئی یہاں پوتے نے وہی شان دکھا دی ایسا دیا کہ مالا مال ہو گیا۔ الغرض یہ مومن دیندار جو اہرات بے بہا لیکر حضرت سے رخصت ہو کر مکان پر آیا اور وہ جو اہرات اپنی بی بی کے سامنے رکھ دیے اور کہا کہ میں نے تجھ سے کہا تھا کہ وہ امام وقت ہیں جو تو کہہ رہی ہے ان کو معلوم ہو جائیگا وہی ہوا کہ ان کو خبر ہو گئی زوجہ یہ جو اہرات دیکھ کر حیران ششدر ہو گئی اس لئے کہ کبھی ایسے جو اہرات اس کی

نظر سے نہیں گذرے تھے اپنے شوہر کو قسم دیکر کہنے لگی کہ ابکی اگر زندہ رہ گئے تو ہم بھی تیرے ساتھ ضرور چلیں گے یہاں تک کہ زمانہ حج کا آیا اور یہ دونوں زن و شوہر مکان سے روانہ ہوئے حج بیت اللہ کو ادا کیا اس کے بعد زیارت امام زین العابدین کو چلے مدینہ کچھ فاصلہ پر تھا کہ زوجہ اس کی علیل ہوئی اور دفعۃً مر گئی اس مومن کو کوئی تدبیر ہاتھ نہ آئی میت کو وہیں چھوڑ دیا ہوا امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی مولا میری زوجہ آپکی زیارت کے لئے بہت شوق سے میرے ساتھ آرہی تھی دفعۃً بیمار ہوئی اور ہلاک ہو گئی حضرت اٹھے وضو کیا دو رکعت نماز پڑھ کے دعا کی اور فرمایا جا خداوند عالم نے تیری زوجہ کو اپنے حکم سے زندہ کر دیا اور اے بھائی ایک خوشخبری اور سن لے چونکہ وہ زیارت کے اشتیاق میں آئی تھی خدا نے چالیس سال کی زندگی اور بخشی ہے تاکہ وہ سمجھ تو لے کہ جس کی زیارت کو میں گئی تھی اس کا مرتبہ پیش خدا ایسا بلند ہے یہ سن کر وہ دوڑتا ہوا خوشی خوشی اپنی زوجہ کی طرف روانہ ہوا جب پہونچا اس مقام پر دیکھا کہ زوجہ اسکی صحیح و سالم بیٹھی ہے کہا کہ تو مر گئی تھی زندہ کیونکر ہوئی اس نے کہا جب ملک الموت نے میری روح قبض کی اور میری روح لیکر چلے تو میں نے دیکھا کہ ایک صاحب لباس سفید پہنے ہوئے آئے ملک الموت نے جو نبی ان کو دیکھا مودب کھڑے ہو گئے جیسے کوئی غلام خدمت آقا میں کھڑا ہوا انھوں نے ملک الموت سے فرمایا کہ روح اس عورت کی اس کے جسم میں واپس کر دو میں نے خدا سے دعا کی ہے ابھی چائیں

سال اور زندہ رہے گی ملک الموت نے عرض کیا سمعاً و طاعتاً اور میری روح میرے جسم میں داخل کر دی میں فوراً زندہ ہو گئی اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ ملک الموت نے ان کے ہاتھوں کے بوسے لئے اور چلے گئے اس نے کہا وہ جناب جو تشریف لائے تھے ان کی صورت کیسی تھی اس نے شکل و شمائل کو بیان کیا دل میں کہنے لگا یہ تو ایسی صورت بتا رہی ہے جیسی صورت میرے آقا کی ہے کہنے لگا اگر دیکھے گی تو ان کو پہچان لے گی اس نے کہا بیشک پس شوہر اس کا اس کو لیکر خدمتِ امام زین العابدینؑ میں حاضر ہوا جیسے ہی زوجہ نے چہرہ پر نظر کی اپنے شوہر سے کہنے لگی واللہ ہی تو وہ جناب ہیں جن کے فرمانے سے میں زندہ ہوئی اور یہی وہ ہیں جن کے ہاتھوں کے بوسے ملک الموت نے لئے تھے۔ میں کہتا ہوں بیشک یہ ہاتھ اسی قابل تھے کہ ملک الموت بوسے لیں ملک الموت معصوم تھے معصوم کے ہاتھوں کے بوسے لئے بلکہ یہ کہوں کہ ملک الموت کو یہ ہاتھ چوم کر شرف حاصل ہو گیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیونکر یہ ہاتھ ہتھکڑیوں کے قابل ہو گئے ہمارے اس امام پر ایسے مصائب گذرے کہ کسی امام پر ایسی مصیبتیں نہیں گذریں یہ دعویٰ میرا غلط نہیں اس لئے کہ کوئی ایسا اسیر نہیں ہوا کہ جنگی ماں بہنیں بھوپھیاں رسن بستہ دربار عام میں آئی ہوں یہ دل سید سجاد ہی کا تھا کہ ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنے ہوئے اپنی ماں بہنوں کو رسی سے جکڑا ہوا بھرے ہوئے دربار عام میں لیکر آئے ہائے ایسے امام سے بھی زمانہ

خلاف ہو گیا اور یہ تدبیر کی کہ کسی طرح نہ ہر دیدیا جائے۔ ہشام بن عبد الملک ملعون اس اپنے ارادہ میں کامیاب ہو گیا اور زہر دلوادیا حالتِ حضرت کی متغیر ہو گئی بیٹے کو بلایا یعنی امام محمد باقر کو وصیتیں کیں علمِ امامت تعلیم فرمایا اور کچھ گھٹے کے ٹھوٹے دیئے اور کہا بیٹا یہ گھٹے نماز پڑھتے پڑھتے جب بڑھ جاتے تھے تو میں کٹواؤں تاکہ اور رکھتا جاتا تھا دیکھو بیٹا ان گھٹوں کو میرے جسم کے ساتھ دفن کر دینا امام کی وصیت سے معلوم ہوا کہ اعضاء کو اعضاء کے ساتھ دفن ہونا ضروری ہے میں ابھی ایک میت کے ساتھ غسل خانہ گیا تو وہاں ایک میت رکھی ہوئی تھی پوچھا کہ غسل میں کیا دیر ہے تو میت کے ساتھیوں نے کہا کہ اس میت کا ہاتھ میڈیکل کالج میں کاٹا گیا تھا تو ہاتھ لوگ لینے گئے ہیں۔ وہ آجائے تو غسل دیا جائے یہ طریقہ عام معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص یہ نہیں چاہتا کہ میت کا کوئی عضو رہ جائے بلکہ ہر عضو دفن ہونا چاہیے اس مقام پر مجھ کو حسینؑ کی مظلومی یاد آتی ہے ہاتھ کہیں انکشت مبارک کہیں سر کہیں نہ معلوم کونسا عضو کہاں دفن ہوا۔ آپ کے امام زین العابدینؑ نے ۲۵ محرم کو انتقال فرمایا امام محمد باقرؑ موجود تھے خود غسل دیا خود کفن پہنایا نماز جنازہ پڑھی بہت عزت کے ساتھ باپ کی لاش کو اٹھایا شیعہ حضرت کے ساتھ روتے پیٹتے خاک سروں پر ڈالتے چلے جا رہے تھے واقعی بیٹے نے باپ کی لاش کو بہت عزت سے اٹھایا۔ لیکن خیال یہ ہوتا ہے کہ سید سجاد کو اس وقت تابوت میں چین نہ آتا ہو گا اسلئے کہ میری

لاش میرے بیٹے نے اس عزت سے اٹھائی اور میں بیٹا موجود
تھا اپنے باپ کی لاش کو نہ اٹھا سکا۔

حَالُ لَادَتِ جَنَابِ اِمَامِ مُحَمَّدٍ بِاَقْرَاءِ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا
وہ رسول جو سب سے بہتر وہ رسول جس سے کوئی خدا کی خدائی میں
افضل نہیں وہی سب سے افضل وہ رسول جو خدا کا محبوب تھا
وہ رسول جو خدا کا خاص عہد تھا جس کی شان میں خداوند عالم
ارشاد فرماتا ہے سُبْحَانَ الَّذِي اَسْرَى بِعَبْدِهِ وَہ رسول جس کو
خدا نے شب معراج قاب قوسین تک بلایا اور دعوت کی وہ رسول
جو باعث خلقت آدم و بنی آدم ہے وہ رسول جس کو خدا نے حمت
بنا کر دنیا میں بھیجا اور قرآن مجید میں یوں ذکر فرمایا وَمَا اَرْسَلْنَاكَ
اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ وَہ رسول جس کو ظہر فرمایا وہ رسول جس کو
کبھی یا ایہا المدثر فرمایا وہ رسول جس کو کبھی یا ایہا المزمل کہا وہ
رسول جس کو یسین فرمایا وہ رسول جس کے لئے اس طرح ارشاد فرمایا
وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ اِنْ هُوَ اِلَّا وَّحْيٌ يُؤْتٰهُ وَہ رسول جو اپنی
خواہش نفس سے کلام ہی نہ کرے وہ رسول فرما رہا ہے کہ میں
علم کا شہر اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں جو کہ رسول اللہ کو سچا رسول
جانتے ہیں وہی قائل رسالت بھی ہیں ہم کو انھیں لوگوں سے
مطلب ہے جو رسول کو رسول برحق اس قادر مطلق کا جانتے ہیں

وہی نظر حق سے دیکھیں اور عقل حق سے سمجھیں کہ رسول اللہ نے
انامدینہ علم و علیؑ باہبا جو ارشاد فرمایا وہ اپنی خواہش سے نہیں
بلکہ اسی خداوند برحق کے حکم سے شہر علم کے حقدار خود بنائے گئے
اور دروازہ کا حق علیؑ کو دیا یعنی جب رسول اللہ ایمان و اسلام
کا شہر بنا چکے تو اب دروازہ کی ضروری ہوئی کہ اگر دروازہ نہ
ہو گا لوگ آئیں گے کدھر سے اس وجہ سے اپنے وصی و جانشین
کو دروازہ بتایا عمارت و قصر و مکانات بنانے والے سب سے زیادہ
دروازہ ہی کی سجاوٹ زیادہ کرتے ہیں جتنے نقش و نگار پھول
بوٹے دروازہ پر بنائے جاتے ہیں اتنی سجاوٹ قصر کے اندر
نہیں ہوتی چونکہ علیؑ ابن ابی طالبؑ دروازہ علم تھے صناع
قدرت نے ایسی سجاوٹ کی جس کی تعریف کوئی کر نہیں سکتا ذرا
سراٹھا کر اس دروازہ کی سجاوٹ کو دیکھئے تو سوائے اس کے
کہ وجہ اللہ کہئے گا داہنے اور بائیں یعنی دروازہ کے بازوؤں کو
اگر دیکھئے گا تو لافنی الالعی لاسیف الاذوالفقار نظر آئے گا خدا
نے رسول اللہ کو شہر علم تو بنایا مگر اس طرح کہ دروازہ ضرور
بنایا اگر دروازہ نہ بنتا تو آنے والے شہر میں داخل کیونکر ہوتے
مطلب یہ تھا کہ صرف رسولؐ کے پاس آنے سے کام نہیں چلے
گا اگر آنا ہے تو علیؑ کے پاس سے ہو کے آؤ صرف محمد رسول اللہ
کہنے سے کچھ نہ ہو گا جب تک علیؑ ولی اللہ وصی رسول اللہ نہ کہو
گے یا یوں سمجھئے کہ پہلے علیؑ کی امامت و خلافت کو مان لو تو رسول
کی رسالت کو مانو گے تو فائدہ مند ہو گا یا یوں سمجھئے کہ اگر کوئی

شخص زینہ پر جانا چاہے تو پہلا قدم پہلے زینہ پر رکھے گا اور اگر کوئی کہیں چوتھے زینہ پر قدم رکھے گا تو نتیجہ یہی ہوگا کہ منہ کے بھل زمین پر گر پڑیگا اور قاعدہ کی بات ہے جو بلا فصل ہو اس میں فصل کیسا خیر جس کا دل چاہے فصل سمجھے مگر ہم تو بلا فصل سمجھتے ہیں جس کا ثبوت بالکل معمولی سایہ ہے کہ ہم جب صلوٰۃ بھیجتے ہیں تو ذرا سا بھی فاصلہ نہیں قرار دیتے اور اسی طرح کہتے ہیں اللہم صل علی محمد و آل محمد ایک بات یہ بھی ہے کہ اگر شہر میں دروازہ نہ ہوگا تو وہ شہر بغیر دروازہ کے بیکار سمجھا جائے گا علی ابن ابی طالب چونکہ دین رسول کے حافظ تھے اس وجہ سے رسول اللہ نے شہر علم کا دروازہ قرار دیا نتیجہ یہ نکلا کہ علی بن ابی طالب کو بارگاہ رسالت میں وہ شرف حاصل تھا کہ بغیر توسل علی رسول تک رسائی ناممکن ہے اور اگر کوئی شخص شہر میں داخل ہونے کے لئے بغیر دروازہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے گا تو ہر صاحب عقل اس کو چور کہے گا رسول اللہ کا یہ منشا تھا کہ لوگ اس بد تہذیبی سے بچیں اور جو آدے وہ علی کے دروازہ کی آستانہ بوسی کر کے آئے یہ فرمان رسول ایسا تھا کہ مدینہ کی عورتیں تک جانتی تھیں مگر افسوس ہے ان پر کہ بوڑھے ہو گئے اور تازہ ندگی کچھ نہ سمجھے میں یہ عرض کر رہا تھا کہ رسول شہر علم اور علی اس شہر علم کا دروازہ۔ میں عرض کروں گا کہ جناب رسالت مآب نے شہر علم کا ایک دروازہ نہیں قرار دیا بلکہ گیارہ دروازے اور بھی تھے یہ گیارہ دروازے ایک ہی رنگ کے تھے ایک ہی سائز کے تھے

کسی دروازہ میں کوئی فرق نہ تھا لیکن فرق اتنا ضرور تھا کہ جیسے باپ اور بیٹے کے مراتب میں فرق ہوتا ہے میں اس وقت شہر علم کے پانچویں دروازہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ کون ہے ہمارے اور آپ کے پانچویں امام۔ امام محمد باقرؑ کا۔ اس وقت صرف ایک اور معجزہ حضرت کے عرض کرنا چاہتا ہوں جابر ابن عبد اللہ انصاری ایک روز حالت پریشانی میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سوال کیا حضرت نے فرمایا جابر اس وقت تو میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے اسی اشار میں ایک شاعر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اگر اجازت ہو تو ایک قصیدہ عرض کروں حضرت نے اجازت دی اس نے قصیدہ پڑھنا شروع کیا جب پڑھ چکا تو آپ نے غلام سے فرمایا کہ حجرہ میں جا اور ایک کیسہ اٹھا لا خادم گیا اور کیسہ زرا اٹھا لایا اور حاضر کیا آپ نے اس شاعر کو عطا فرمایا جب اس شاعر نے یہ دیکھا کہ ایک کیسہ زرا انعام میں حضرت نے عطا فرمایا عرض کرنے لگا مولا اگر اجازت ہو تو دوسرا قصیدہ عرض کروں فرمایا بسم اللہ ضرور پڑھ اس نے قصیدہ پڑھا جب پڑھ چکا تو آپ نے پھر غلام سے فرمایا کہ وہیں سے ایک کیسہ زرا اور اٹھا لا غلام حجرہ میں گیا اور ویسا ہی کیسہ اور اٹھا لایا اور شاعر کو دے دیا شاعر کی طمع دلاج نے زیادتی کی عرض کیا فرزند رسول اجازت ہو تو تیسرا قصیدہ عرض کروں فرمایا پڑھ اس نے پھر پڑھا حضرت نے غلام کو حکم دیا اور وہ حجرے سے ایک کیسہ زرا اور لے آیا اور شاعر کو دیدیا شاعر نے جب یہ حال دیکھا تو

اس نوشتہ کو آج ہی لیجانا اور جب درمیان بقیع پہونچنا تو فلاں شخص کا نام لیکر پکارنا جب وہ تمہارے پاس آئے تو یہ میری تحریر اس کو دیدینا یہ شخص حضرت سے تحریر لیکر بقیع میں پہونچا آواز دی دیکھا کہ ایک اس کے سامنے آکر کھڑا ہوا اور کہا کیا کہتا ہے اس نے کہا میرے مولانا نے یہ خط تجھ کو دیا ہے اس نے اس خط کو پڑھا اور کہنے لگا کہ کیا تو اپنے باپ کو دیکھنا چاہتا ہے اس نے کہا ہاں میں دیکھنا چاہتا ہوں اس نے کہا اچھا تو یہیں کھڑا رہ میں ابھی لیکر آتا ہوں یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور تھوڑی دیر میں ایک شخص کو لیکر آیا۔ جس کی ہیئت یہ تھی کہ ازسرتا سیاہ تھا لباس بھی سیاہ پہنے تھا دیکھا کہ گردن میں بھی اسکی ایک سیاہ ڈورا پڑا ہے زبان اس کی منہ سے باہر نکلی ہوئی ہے اور ہانپ رہا ہے بیٹے نے باپ کو پہچان لیا اور کہا کہ یہ تیری حالت مرنے کے بعد کیسی ہو گئی کیا واقعہ گذرا اس نے کہا اے فرزند جنت میں زندہ رہا بنی امیہ کو دوست رکھتا رہا اور آل محمد کا دشمن رہا۔ اکی سزا مجھ کو یہ ملی کہ جہنم کی آگ اور جہنم کا دھواں اور گرم پانی پینے کے لئے ہے اس وجہ سے یہ حالت سیاہ میری ہو رہی ہے اے فرزند چونکہ تو بھی دوست تھا آل محمد کا میں تیرا بھی دشمن تھا اور مرتے وقت بھی اسی وجہ سے اپنا مال تجھ کو نہیں بتایا مگر اب نادم اور شیام ہو رہا ہوں تو یہاں سے میرے باغ میں جانا۔ اس باغ میں ایک درخت زیتون کا ہے وہیں پر کھودنا ایک لاکھ پچاس ہزار دینار تجھ کو وہاں سے ملیں گے پس پچاس ہزار

عرض کرنے لگا آقا مجھ کو اس مال کی ضرورت نہیں۔ میں نے جو کچھ بھی مدح سرائی کی ہے وہ دنیاوی لالچ سے نہیں بلکہ خوشنودی خدا اور رسول اور نجات آخرت کے لئے اور مولا جو حق ہم پر ہیں جانب اللہ آپ کا واجب لازم ہے اس کے ادا کرنے کا مجھ کو ہرگز مقدور نہیں آپ کی تعریف و توصیف جہاں تک ہو بہت کم ہے یہ سننا تھا کہ امام محمد باقر اس شاعر کے لئے درگاہ خدا میں دعا فرمانے لگے جابر بیٹھے بیٹھے یہ واقعہ دیکھ رہے تھے اٹھے اور دست ادب باندھ کر عرض کرنے لگے آقا ابھی تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے یہ تین کیسہ پر از رکھاں سے آگے فرمایا حجرہ کے اندر جاؤ دیکھو وہاں کچھ نظر آتا ہے جابر حجرہ میں گئے وہاں دیکھا کچھ بھی نہیں حجرہ سے واپس آئے اور عرض کیا فرزند رسول وہاں کچھ بھی نہیں ہے فرمایا جابر جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ پوشیدہ نہیں وہ سب تم پر ظاہر ہے لیکن اسرار باطن جو بحکم پروردگار عالم ظاہر ہوتے ہیں وہ ہمیشہ پوشیدہ رہتے ہیں وہ کسی پر ظاہر نہیں کئے جاتے ہیں۔ پس وہ جانتا ہے اور ہم اسکے حکم سے جانتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا حضرت اس شخص کا باپ فاسق و فاجر و ناصبی تھا وہ مر گیا اس نے اپنا مال نہ معلوم کہاں چھپایا ہے پتہ کسی کو نہیں معلوم اے میرے مولانا ارشاد فرمائیے کہ آخر وہ مال کہاں رکھ گیا ہے کس کو دے گیا ہے۔ فرمایا بیٹھ جاؤ بحکم امام بیٹھ گیا حضرت نے ایک سفید کاغذ پر اپنے دست مبارک سے کچھ لکھا اور فرمایا

دینار میری طرف سے امام محمد باقر کو دینا اور ایک لاکھ تو لے لینا یہ کہہ کر وہ نظروں سے غائب ہو گیا یہ شخص باغ میں آیا اور درخت زیتون کے پاس کھودنے لگا ایک لاکھ پچاس ہزار دینار نکلے پچاس ہزار خدمت امام محمد باقرؑ میں خوشی خوشی لیکر حاضر ہوا اور تمام واقعہ عرض کیا حضرت نے فرمایا کہ جس نے ہماری محبت میں کمی کی اور ہم کو اور ہمارے حق کو نہ پہچانا وہ مرنے کے بعد ضرور نادم ہو گا اسے شخص اگر تیرا باپ بصدق دل نادم ہوا ہے تو البتہ اسکی ندامت اس کو نفع پہنچائے گی اور عذاب میں کمی ہو جائے گی یہ سننا تھا کہ یہ شخص مدح و ثنا امام محمد باقرؑ کی کرتا ہوا اپنے مقام کو روانہ ہوا اور لوگوں سے کہتا تھا کہ خدا نے جو شرف خاندان رسالت کو عطا کیا ہے وہ دنیا و آخرت میں کسی کو نہیں دیا اس نے کہنا شروع کیا کہ میں کیسا مفلس و پریشان تھا مگر امام محمد باقرؑ کی وجہ سے غنی اور مالا مال ہو گیا یہ وہ امام ہیں جن کو جناب سالک نے بذریعہ جابر بن عبد اللہ انصاری پیغام سلام بھیجا آپکی ذات اقدس ایسی تھی کہ محمد ابن مسلم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ سے تیس ہزار حدیثیں یاد کی تھیں جابر ابن عبد اللہ انصاری جو صحابہ کرام میں بزرگ ترین بزرگوار ہیں وہ بزرگ برابر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور مسائل دینیہ پوچھ کر استفادہ حاصل کیا کرتے تھے حضرت کے بعض اقوال علم کے متعلق عرض کئے جاتے ہیں علم کی صفت آپ یوں فرمایا کرتے تھے کہ وہ عالم دین جس کے علم سے لوگ

مستفیض ہوں میرے نزدیک وہ عالم ستر ہزار عابدوں کو بہتر ہے۔ علماء کی صحبت کے لئے آپ کا ارشاد ہے کہ اگر میں ایسے عالم کی خدمت میں بیٹھوں جو مسائل دینیہ کا جاننے والا ہو لیکن وہ میرا معتمد علیہ بھی ہو تو میری یہ صحبت میرے ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے علماء کی صفت یوں آپ نے فرمائی کہ خدا رحم کرے ان بندوں پر جو احیائے علم کرتے ہیں کسی نے پوچھا یا حضرت یہ تو ارشاد ہوا احیاء علم کسے کہتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا فکر آخرت اور خوف خدا کو احیاء علم کہتے ہیں۔ سبحان اللہ کیا علم پروردگار عالم نے حضرت کو عطا فرمایا ایک مرتبہ عمر اجد نے امام محمد باقرؑ سے پوچھا یا حضرت اس آیت کے معنی و مطالب کیا ہیں اَوَلَمْ يَرِ الْاٰلَٰتِ كَفَرُوْا اِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا ثِقَاتٍ فَقَبَضْنٰهُمَا اَيْنَ اُرْسَادُ فَرَمٰی کہ خداوند عالم قرآن میں یہ ارشاد فرما رہا ہے کہ آسمان و زمین پہلے دونوں بستہ تھے ہم نے ان کو شکافہ کیا عرض کی بستہ اور شکافہ کا مطلب نہیں سمجھ میں آیا فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی قطرہ آب آسمان سے زمین پر نہیں برستا تھا اور زمین بستہ تھی اس زمین بستہ سے یہ مطلب ہے کہ زمین پر کسی قسم کی گھااس نہیں جمتی تھی خداوند عالم نے جب حضرت آدمؑ کی توبہ قبول فرمائی تو زمین کو حکم دیا کہ اے زمین شکافہ ہو جا بس حکم خدا زمین شکافہ ہوئی نہریں جاری ہوئیں درخت روئیدہ ہوئے پھل پیدا ہوئے۔ اس کے بعد آسمان کو حکم فرمایا فوراً ابر آیا اور اس سے پانی برسائے عمر ابن عبید یہ مطالب بستہ و شکافہ کا ہے جو میں نے تجھ سے بیان کیا۔

طاؤس ابن یمانی نے ایک مرتبہ امام محمد باقرؑ سے پوچھا کہ تمام انسانوں میں تیسرے حصہ کے لوگ کب ہلاک ہوئے آپ نے فرمایا کہ ثلث انسان تو کبھی بھی نہیں ہلاک ہوئے بلکہ یوں پوچھنا چاہیے کہ ربع انسان کب ہلاک ہوئے اس نے عرض کیا اچھا یہی ارشاد فرمائیے کہ چوتھائی انسان کب ہلاک ہوئے فرمایا ربع انسان اس روز مرگئے جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا اس وقت چار آدمی تھے حضرت آدمؑ حضرت نوحؑ، ہابیل، قابیل۔ ہابیل کے قتل ہونے سے ایک ربع انسان کم ہو گئے طاؤس نے پوچھا کہ انساں پھر کس کی نسل سے پیدا ہوئے۔ قاتل کی اولاد سے یا مقتول کی اولاد سے آپ نے فرمایا نہ قاتل کی نسل سے نہ مقتول کی نسل سے بلکہ حضرت آدمؑ کے فرزند حضرت شیث کی نسل سے سب لوگ پیدا ہوئے۔ طاؤس نے پوچھا کہ وہ کون چیز ہے جو کھوڑی حلال ہے اور زیادہ حرام ہے ارشاد فرمایا وہ نہر طالت ہے اس نہر کا زیادہ پانی پینا حرام تھا اور ایک چلو پینا حلال تھا عرض کیا وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے سچی بھی گواہی دی اور جھوٹی بھی فرمایا وہ منافقین ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے اِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُولُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنَافِقُونَ لَكَاِبُونَ عَرَضَ كَیَا وَه كُونِ سِی چیر ہے جو ایک مرتبہ اڑی اور پھر نہ اڑے گی فرمایا وہ کوہ طور ہے پوچھا وہ کون سی چیز ہے کہ برابر بڑھتی ہے کم نہیں ہوتی فرمایا وہ سمندر ہے کہ سوائے بڑھنے کے کم نہیں ہوتا پوچھا وہ کون چیز ہے جو بڑھتی

نہیں کم ہی ہو جاتی ہے فرمایا وہ عمر ہے پوچھا وہ روزہ کونسا تھا جس میں کھایا بھی اور پیا بھی فرمایا وہ روزہ حضرت مریمؑ کا تھا جس کی خبر قرآن میں ہے اِنِّیْ نَذَرْتُ لَیْسَ خَمْنٍ صَوْمًا خَلَنْ اُكَلِمَ الْیَوْمَ اَنْسِیًّا۔ اسی طرح ایک شخص شام کا رہنے والا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یہ تو بتائیے کہ یہ خانہ کعبہ سے ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب خداوند عالم نے ملائکہ سے ارشاد فرمایا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً یعنی روئے زمین پر ایک خلیفہ پیدا کروں گا تو ملائکہ میں ایک طلحہ پیدا ہوا اور وہ درگاہ رب العزت میں عرض کرنے لگے اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ بَارِ الْهَآکِیَا تُوْزِیْنُ پَرِیَا خَلِیْفَہُ مَقْرَرٌ کَرِیْکَا جُو فَادُوْ خُوْزِیْزِیْ کَرِیْ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ حالانکہ ہم سب تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں خدا نے جب ملائکہ کی سن لی تو ارشاد فرمایا اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اے میرے ملائکہ جس بات کو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے تب فرشتے سمجھے کہ ہم سب بہت بڑی غلطی ہوئی کہ جو حکم خدا پر اعتراض کیا نام و دشنام ہو کر عرش الہی کے گرد گھومنے لگے اور پناہ مانگنے لگے اور اپنی اس لغزش سے توبہ کرنے لگے یہاں تک کہ جب سات مرتبہ عرش خدا کا دورہ کر چکے تو خدا نے ان کو معاف کیا اور حکم دیا کہ تم سب زمین پر جاؤ اور وہاں ایک گھر بناؤ کہ میرے بندوں میں سے جو گنہگار ہو وہ تمہاری طرح اس گھر کا طواف کرے جب وہ گنہگار اس کا طواف کر لیا تب میں اس سے اسی طرح راضی ہو جاؤں گا جیسے اس

بعد رسول بھی تمام دنیا کو معلوم ہو گیا کہ لائق خلافت امامت
سوائے علیؑ کے کوئی نہیں عباسؑ عم رسالتاؑ نے مخاصمہ کیا کہ
یا علیؑ میں تم سے زیادہ حقدار ہوں آپ نے زہر رکھ دی اور
رسولؐ کی سواری کا گھوڑا منگایا اور کہا اگر آپ کو حق پہنچتا ہے
تو زہر پہن لیجئے اور گھوڑے پر بیٹھ جائیے نہ زہر پہن سکے نہ
گھوڑے پر بیٹھ سکے اسی طرح زید ابن حسن نے امام محمد باقرؑ سے
مخاصمہ کیا اور کہا کہ امام حسنؑ چونکہ اولاد اکبر تھے اس لئے ان کا
فرزند حسینؑ کے فرزند سے اولیٰ تر ہے اے محمد باقرؑ تم سے زیادہ میں
حقدار ہوں کہ اولاد حسنؑ سے ہوں اور تم سے بزرگ بھی ہوں
ذرا قاضی کے پاس چلو اس کا فیصلہ چل کر کہیں حضرت یہ سن کر دوسرا
سے باہر تشریف لائے اور اس کو نصیحتیں کیں اور فرمایا کہ اس دعوہ
ناحق سے باز آ اور دوست خدا سے بلا وجہ مخاصمہ نہ کر اور اگر تو
چاہے تو میں تجھ کو ابھی معجزات دکھائے دیتا ہوں تب تو تو مانے
گا کہ حق ہماری طرف ہے یا نہیں یہ فرما کر آپ نے ارشاد فرمایا
کہ اے زید تو مجھ سے پوشیدہ ایک چھری اپنے ہاتھ میں لئے
ہوئے ہے اس واسطے کہ تو مجھ کو ہلاک کرے پس آپ نے
فرمایا اے چھری بقدرت خدا کلام کر اور گویا ہو کہ ہم میں سے
کون حق پر ہے جیسے ہی حضرت نے یہ فرمایا چھری اس کے
ہاتھ سے زمین پر گر پڑی اور بزبان فصیح گویا ہوئی کہ زید
ابن حسنؑ ظالم ہے اور امام محمد باقرؑ حقدار ہیں اے زید دست
بردار ہو اس امام عالی مقام سے ورنہ ابھی میں تجھ کو ہلاک

وقت تم سے راضی ہو گیا حکم خدا سے فرشتے زمین پر آئے اور مکان
کو بنا کیا سب سے پہلے دنیا میں جس عمارت کی نیو پڑی وہ فرشتوں
نے حکم خدا سے ان کو خانہ کعبہ کی نیو ڈالی۔ فرشتوں نے کیا اچھے
مکان کی نیو ڈالی جس مکان میں سوائے عبادت خالق کے اور
کوئی کام نہیں ہر مسجد کے لئے تاکید ہے کہ کوئی شخص اس میں
سوئے نہیں فضول باتیں نہ کرے سوائے ذکر خدا کے دنیا کی تمام
مسجیدیں نقل ہیں خانہ کعبہ کی خانہ کعبہ جو اصل مقام ہے اسکے شرف
کو کوئی زمین کوئی عمارت کوئی مسجد نہیں پہنچ سکتی۔ ہمارے
خز کا مقام یہ ہے کہ ایسے مقام متبرک و پاک و پاکیزہ میں فاطمہ
بنت اسد کا زچہ خانہ ہو گیا۔ بہت سی باتیں بعض حضرات کے لئے
مخصوص ہوئیں جو عقل انسانی سے باہر ہیں مثلاً آگ کا خلیل خدا
پر گلزار ہونا عصا موسیٰ کا اثر دہا بننا جناب عیسیٰ کا بغیر باپ کے
پیدا ہونا جناب رسالتاؑ کا شب معراج عرش پر تشریف لیجانا
اسی طرح خانہ کعبہ کی دیوار میں حکم خدا سے حیدر کے لئے بننا۔
کوئی کعبہ میں نہ کبھی پیدا ہوا مگر علیؑ پیدا ہوئے یہ مثبت خداوند
عالم ہے جس کو جو چاہے شرف دیدے علیؑ پیدا ہوئے اسی وقت
سے آثار خلافت و امامت خدا نے ظاہر کرنا شروع کر دیے معجزات
ظاہر ہونے لگے تو ریت موسیٰ انجیل عیسیٰ زبور داؤد فرقان محمدؐ کی
تلاوت کر دی جھوٹے میں اذہر کے دو ٹکڑے کئے جو ان ہوئے
خیبر کا در اکھاڑا جو کام کسی سے کبھی نہ ہو سکے وہ کام علیؑ نے کئے
مگر خدا نے بھی وہ شرف دیا کہ علاوہ رسولؐ کسی کو نہیں دیا۔

سجود سے بہت وسیع اور کشادہ ہو گئی تھی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جامعیت علمی کی وجہ سے آپ کا لقب باقر ہوا کینت ابو جعفر تھی آپ کے والد بزرگوار کا نام امام زین العابدین تھا آپ کی ولادت باسعادت یکم رجب ۵۷ھ میں واقع ہوئی آپ کی والدہ معظمہ جب حاملہ ہوئیں تو ایک آواز قدرت کی طرف سے آئی کہ تم حاملہ ہوئیں بہترین اہل زمین سے۔ آپ کی والدہ گرامی فرماتی ہیں کہ جب میرا فرزند پیدا ہوا تو ایک نور جبین نور سے ایسا ساطع ہوا کہ تمام درود یوار روشن و منور ہو گئے اور جب آپ پیدا ہوئے تو ختنہ کردہ ناف بریدہ خون و کثافت سے پاک و پاکیزہ اول تو کلمہ شہادت زبان پر جاری کیا اسکے بعد رسالت محمد مصطفیٰ کی گواہی دی آپ کی مادر گرامی کا نام فاطمہ بنت حسن تھا جن کی کنیت ام عبد اللہ تھی یہ شرف امام محمد باقر کا کیا کم تھا کہ نانا امام حسن تھے اور دادا امام حسین تھے یہ حسن و حسین سید اشباب اہل الجنة بس یہی دونوں حضرات یعنی حسن و حسین سردار ہوں گے جو انان جنت کے۔

کہ ونگی یہ سنکر زید کو خوش آگیا اور زمین پر گر پڑا حضرت اسکو زمین سے اٹھایا اور فرمایا اتنا بڑا پتھر ہے جس پر ہم بھی کھڑے ہیں اور تو بھی کھڑا ہے اگر یہ پتھر تیرے حق کی گواہی دے تب تو مانے گا کہ حق ہماری طرف ہے یا نہیں زید نے کہا ہاں ضرور مانو نگنا ناگاہ وہ حصہ پتھر کا جہاں پر زید کھڑا تھا ایسا ہلا کہ زید کا دل پلنے لگا اور وہ حصہ جس پر آپ کے پانچویں امام کھڑے تھے اسے مطلق حرکت نہیں ہوئی بقدرت خدا اور باعجاز امام وہ پتھر گویا ہوا اے زید تو ستمگار ہے اور امام محمد باقر مجھ کو زیادہ ذی حق ہیں یہ سننا تھا کہ زید زمین پر گر پڑا اور بیہوش ہو گیا پھر حضرت نے اس کو زمین سے اٹھایا اور فرمایا کہ یہ درخت جو تیرے سامنے ہے اگر یہ میرے حق کی گواہی دے گا تب تو مجھ کو عذر نہیں اس نے کہا کہ اچھا یہ منظور ہے پس حضرت نے اس درخت کی طرف اشارہ کیا وہ درخت اسی وقت متحرک ہوا اور زمین شکافتہ کر کے قریب آیا یہاں تک قریب آیا کہ اپنی شاخوں سے حضرت پر سایہ کیا اور قدرت خدا سے گویا ہوا اے زید تو ظالم و ستمگار ہے امام محمد باقر حق پر ہیں اور یہی امام برحق ہیں اور یہی جانشین رسول ہیں۔ یہ کون امام محمد باقر ہیں یہ وہ ہیں جن کو معصوم نے باقر العلوم فرمایا یہ وہ ہیں جن کا لقب شاکر تھا ہادی تھا۔ باقر تھا۔ علامہ سبط ابن جوزی نے اس لقب سے ملقب ہونے کی دو وجہیں لکھی ہیں ایک وجہ تو یہ کہ آپ کا باقر لقب اس وجہ سے ہوا کہ آپ کی جبین مبارک کثرت

ہو کہ ہم نے تمام چیزوں کا احصاء کیا امام مبین میں۔ لوگوں کی یہ سمجھ میں نہ آیا کہ امام مبین خداوند عالم نے کس کو فرمایا ہے حضرت رسولؐ سے عرض کیا یا حضرت امام مبین سے مراد تو ریت ہے فرمایا نہیں۔ عرض کیا انجیل مراد ہے فرمایا نہیں۔ عرض کیا زبور مراد ہے فرمایا نہیں۔ عرض کیا قرآن مجید مراد ہے فرمایا نہیں۔ پوچھنے والے پوچھ رہے ہیں۔ اور حضرت انکار فرماتے جاتے ہیں اسی اشارے میں علی ابن ابی طالب حاضر ہوئے جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا ہَذَا اِمَامٌ مُّبِينٌ دیکھ لو اور اچھی طرح پہچان لو کہ میرا بھائی علیؑ امام مبین ہے ذاتِ علیؑ کوئی معمولی ذات تھی بس ایسے تھے کہ آپؐ کی ذات میں خداوند عالم نے تمام چیزوں کا احصاء کر دیا تھا دنیا میں کوئی فضیلت ایسی نہ تھی جو علیؑ کو نہ ملی ہو سخاوت ایسی کہ حاتم کی سخاوت انکی سخاوت کے سامنے گرد، قوت ایسی کہ خیر کا دروازہ اکھاڑ جس میں عقل انسانی دنگ، شجاعت ایسی کہ کیا ہی پہلوان کیوں نہ ہو کبھی چہرہ پر ہراس نہیں، فنون سپہ گری کے ایسے ماہر کہ جب دشمن نے وار کیا اس کو ایسا رد کیا کہ دیکھنے والوں کو تعجب کبھی کسی کا وار حضرت پر کارگر نہ ہوا اس دعویٰ پر یہ اعتراض ہو گا کہ عمرو ابن عبدود کا وار حضرت نے رد نہ کیا اور پیشانی حضرت کی زخمی ہو گئی تو جواب اس کا یہ ہے کہ ہر لڑنے والے کو لڑائی کے وقت غصہ بہت آتا ہے اور علیؑ ابن ابی طالبؑ کو لڑائی کے وقت غصہ نہیں آتا تھا بلکہ اپنے دشمن کی ہر بات کو سنتے تھے اور صبر کرتے

قصیدہ در مدح جناب امام محمد باقرؑ

تھا عجب محفل میں عالم چشم مست یار سا جس طرف اٹھی کیا بس فیصلہ دو چار کا
دیکھ لو تم بھی کہ منکاڈھل چکا بیمار کا کیا بھروسہ ہی بھلا ہلتی ہوئی دیوار کا
ہو چکا شعر غزل خوانی کوئی مطلع پر ہو اے گل گل کھلے اب مدح کے گلزار کا
باقر دیشاں ہی گل سجاد کے گلزار کا رنگ بغیر کا نقشہ حیدر گہوار کا
ماہ کامل ہی خجل اے فاطمہ ہر اکے بدر ہی بلالِ چرخ جلوہ ابروئے خمدار کا
دیکھو جسکو ملک پڑھتے ہیں گردن پر درو اسقدر پاکیزہ خط ہے آپکے رخسار کا
میرا مسکن دیکھ کے چکر میں ہی پیر فلک جیسے سایہ مل گیا ہی آپ کی دیوار کا
سب پہ نظر ہو رہی سلیمان کو ملا جو تختِ تاج دلبر زہرا وہ صدقہ تھا تیری سرکار کا
کیوں نہ ہو ہر دلعزیز لے بادشاہ ملک حسن تیرا شیدائی ہے یوسف مصر کے بازار کا

آپ پڑھتے ہیں نماز شب جو زیرِ آسمان
غیرت مہتاب بن جاتا ہے تل رخسار کا

حالات جناب امام محمد باقرؑ

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ۝
خالق حرف و لفظ و جملہ و خالق آیت و سور و قرآن اپنی زبان بے
زبانی میں جناب رسالت مآبؐ سے فرماتا ہے کہ اے محمد مصطفیٰؐ آگاہ

تھے چونکہ عمرو ابن جعد و دبیرت دیر سے لڑ رہا تھا وار اس کا کارگر نہ ہوتا تھا آپ نے یہ خیال فرمایا کہ ایک وار اس کا نہ روکو کیونکہ یہ بڑا بہادر ہے اسکے دل کو بھی تھوڑی خوشی ہو جائے ایک وجہ یہ تھی کہ یہ لڑائی ماہ رمضان میں واقع ہوئی اور یہ مہینہ شہر الصبر ہے اس وجہ سے آپ نے اس کا وار نہ روکا اور ضربت کھا کے صبر سے کام لیا۔ ایک وجہ یہ ہے کہ شاید خداوند عالم امتحان کر رہا تھا کہ ہمیشہ علیؑ سب پر غالب ہوتے ہیں آیا دیکھیں کہ آج نفس پر بھی غالب ہوتے ہیں یا نہیں بس اس وجہ سے علیؑ نے اس کا وار سر پر کھایا اپنے نفس پر غالب آئے اور درگاہ خدا میں اپنا صبر دکھا دیا اس پر بھی وہی ملعون عاجز ہو گیا اور حضرت عاجز نہ ہوئے اور ایک ایسا وار کیا کہ حضرت کی تلوار دوش پر پڑ کے بغل سے نکل گئی عجب ضربت تھی علیؑ ابن ابی طالبؑ کی اور کیا صفائی تھی ید اللہ کی کہ قد اس ملعون کا مثل قلم قلم ہو گیا۔ الغرض میں یہ عرض کر رہا تھا کہ خدا نے علیؑ کو جو شرف دیا وہ کسی کو نہیں دیا۔ بس سوائے رسول اللہؐ کے کوئی آپ سے افضل و بہتر نہ تھا کیوں نہ ہو جانشین رسولؐ تھے داماد رسولؐ تھے خدا کے خاص بندے تھے آپ کی عزت کے لئے یہ کیا کم بات ہے کہ آپ کی اولاد کو بھی خدا نے ممتاز کیا اور وہی علم وہی سخاوت وہی درجہ امامت آپ کی ذریت طاہرہ کو بھی عنایت فرمایا۔ امام محمد باقرؑ کے واقعات دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے کبھی کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کیا جب جو آیا مالا مال ہو گیا مگر افسوس یہ ہے کہ امام محمد باقرؑ کے بھی لوگ دشمن ہو گئے

اس زمانہ میں زیادہ تر دو شخص آپ کی جان کے زیادہ دشمن ہو گئے تھے ایک زید بن حسن اور دوسرے ہشام ملعون۔ ہشام ملعون چونکہ بادشاہ تھا اس کے عامل ہر شہر میں رہتے تھے زید برابر یہ کوشش کرتا تھا کہ امام محمد باقرؑ کسی طرح اس دنیا سے چلے جاویں ہشام سے ایسا ایسا کہا کہ ایک روز ہشام نے اپنے عامل عبدالملک کو لکھا کہ امام محمد باقرؑ کو جس طرح ہو میرے پاس بھیج دے عامل حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تحریر دکھائی آپ نے فرمایا بہتر ہی غرض کہ آپ روانہ ہوئے یہاں تک کہ داخل دمشق ہوئے۔ ہشام کو اطلاع ہوئی لیکن اس نے تین چار روز تک حضرت سے ملاقات نہ کی چوتھے روز دربار آراستہ کیا اور حضرت کو بلایا جب حضرت وہاں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہ ملعون تخت شاہی پر بیٹھا ہوا ہے اس کا لشکر یمن و یسار حاضر ہے رؤساء سلطنت بیٹھے ہیں۔ اور شرطیہ تیر لگا رہے ہیں حضرت کو جو نہی آتے دیکھا تو ہشام کہنے لگا کہ اے محمد باقرؑ اس وقت ان لوگوں میں تم بھی تیر اندازی کرو حضرت نے فرمایا یہ کام جوانوں کا ہے میری اب ضعیفی ہے مجھ سے کیا تیر اندازی ہو سکتی ہے اس نے کہا نہیں تم کو ضرور تیر اندازی کرنا ہوگی۔ یہ کہہ کر ایک شخص کی طرف اشارہ کیا کہ اپنا تیر و کمان ان کو دیدے۔ حضرت کیا کریں مجبور ہوئے تیر و کمان اپنے دست مبارک میں لے لیا ایک تیر چلے کمان میں جوڑا اور بقوت ضعیفی نشانہ کوتاک کر لگایا پس فوراً وہ تیر ٹھیک بیچوں بیچ نشانہ پر جا کر پڑا دوسرا تیر بھر جوڑا اور تاک کر لگایا یہ تیر پہلے تیر کے پیکان پر آکر لگا تیسرا تیر بھر آپ نے لگایا

وہ دوسرے تیر کے پیکان پر آکر لگا دیکھئے یہ تیر اندازی ہے ہر شخص تیر اندازی کرتا تھا اگر حضرت بھی ویسے ہی نشانہ لگاتے تو یہی کہنے کو ہوتا کہ جیسے اور لوگوں نے تیر اندازی کی ویسی امام محمد باقرؑ نے بھی کر دی مگر آپ نے کمال یہ دکھایا کہ جو تیر پھینکا وہ پہلے تیر کے پیکان ہی پر پڑتا گیا اب حالت یہ ہے کہ جو تیر حضرت پھینکتے ہیں اس سے لوگوں کا تعجب بڑھتا جاتا ہے بلکہ یوں کیوں نہ کہوں کہ جو تیر حضرت پھینک رہے ہیں وہ ہشام کے دل پر پڑ رہا ہے یہاں تک کہ نو تیر آپ نے پھینکے ہشام بیتاب ہو کر کہنے لگا اے ابو جعفر کیا خوب تم نے تیر لگائے واقعی اس فن میں تم ماہر ترین عرب و عجم ہو اور مثل تمہارے اب دنیا میں کوئی تیر انداز نہیں ہے اس کے بعد کہنے لگا جو حاجت رکھتے ہو وہ بیان کرو حضرت نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ مجھ کو گھر جانے کی اجازت دیدے ہشام نے کہا آپ آج ہی تشریف لیجائیں یہ سن کے حضرت اس سے رخصت ہوئے جیسے ہی دروازہ شاہی کے باہر تشریف لائے دیکھا کہ مکان ہشام کے سامنے ایک بہت بڑا میدان ہے اس میں انبوہ کثیر جمع ہے حضرت نے فرمایا یہ مجمع کیسا ہے اور یہ لوگ کیوں جمع ہیں اور یہ کون لوگ ہیں دربان ہشام نے کہا کہ سب یہ راہب اور علماء انصاریٰ ہیں۔ اس پہاڑ پر ان کا ایک عالم رہتا ہے ہر سال یہ سب اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور اپنے اپنے مسائل دریافت کرتے ہیں اتفاق سے آج ہی کا دن ان سب کے جمع ہونے کا ہے جب حضرت نے

یہ سنا تو حضرت نے وضع تبدیل کی یعنی ایک چادر سے اپنے سر مبارک کو چھپالیا اس لئے کہ کوئی آپ کو نہ پہچانے اس طرح سے آپ اس گروہ میں تشریف لے گئے اور انھیں انصاریٰ کے درمیان میں جا کر بیٹھ گئے تھوڑی دیر میں آپ نے دیکھا کہ ایک مسند اس عالم کے لئے بچھائی گئی اور وہ آکر اسی مسند پر بیٹھ گیا ہیئت اس کی یہ تھی کہ سجدہ ریسہ تھا پیرانہ سالی کی وجہ سے پلکیں اس کی آنکھوں پر آگئی تھیں پس ایک پارچہ حریر زرد سے پلکیں اٹھا کر اس نے باندھیں اس وقت اس کی آنکھیں مثل دیدہ افعی حرکت میں آئیں اور حاضرین کی طرف اس نے نگاہ کی جب یہ خبر ہشام کو پہونچی کہ حضرت دیر انصاریٰ میں تشریف لے گئے ہیں ایک اپنے خواص کو تفیش کے لئے فوراً بھیجا کہ جو کچھ حضرت سے اور اس عالم سے گفتگو ہو وہ ہم آکر بتانا غرض کہ اس عالم نے چاروں طرف دیکھنا شروع کیا یہاں تک کہ اس کی نظر حضرت پر پڑ گئی کہنے لگا آپ ہم میں سے ہیں یا امت مرحومہ سے ہیں آپ نے فرمایا امت مرحومہ میں سے ہوں اس نے کہا آپ علماء میں سے ہیں یا جہال سے فرمایا میں جاہل نہیں ہوں کہنے لگا آپ یہاں کیوں آئے ہیں فرمایا یہاں سب جمع تھے میں بھی چلا آیا کہنے لگا آپ مجھ سے کچھ پوچھئے گا یا میں آپ سے کچھ پوچھوں حضرت نے فرمایا تو ہی پوچھ جو تیرادل چاہے وہ عالم متوجہ ہوا انصاریٰ کی طرف اور کہنے لگا کہ بہت تعجب کی بات یہ ہے کہ امت مرحومہ کا شخص مجھ ایسے عالم سے یہ کہے کہ میں اس سے سوال کروں میں اپنی بہت ذلت سمجھتا ہوں کہ اس وقت میں اس سے کچھ

عزیز تھے کہ ان کی ماں ایک ہی وقت میں حاملہ ہوئیں اور ایک ہی ساعت میں دونوں متولد ہوئے تیس برس دونوں نے باہم زندگی کی اس کے بعد پروردگار عالم نے عزیز کو مار ڈالا اور بعد تین برس کے انھیں زندہ کیا اس وقت بیس برس یہ دونوں اور زندہ رہ کر دونوں نے ایک ہی وقت میں انتقال کیا اس طریقہ سے ایک کی عمر پچاس سال اور دوسرے کی ڈیڑھ سو برس کی ہوئی یہ سن کر وہ عالم اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے گروہ نصاریٰ مجھ سے بڑھا ہوا عالم لائے ہو اس واسطے کہ میں ذلیل ہوں یہ جملے تو اس نے سب کے سامنے کہے مگر جب رات ہوئی تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ خدا کی خدائی میں آپ سے بہتر کوئی نہیں آپ امام برحق ہیں میں سچے دل سے اپنے دین کو چھوڑتا ہوں اور آپ کے دین کو نہایت خوشی سے قبول کرتا ہوں یہ کہہ کر وہ عالم نصاریٰ رو بروئے امام محمد باقر مشرف باسلام ہو گیا۔ یہ خبر ہشام کو پہونچی آتش خدا کے دل میں اور زیادہ مشتعل ہوئی اور حضرت کو بلا کر قید خانہ میں قید کر دیا جب آپ اس قید خانہ میں پہونچے تو جتنے قیدی تھے وہ آپ کی امامت کے قابل ہو گئے اور بچہ مرید و معتقد ہو گئے یہ بھی خبر ہشام کو پہونچی کہ قید خانہ کے قیدی بھی آپ کے مداح ہو گئے ہیں پس فوراً آپ کو قید خانہ سے رہا کر کے مدینہ روانہ کیا آپ کے ساتھ اس مرتبہ آپ کے فرزند امام جعفر صادق بھی تھے۔ رہا تو کیا مگر ایک قاصد کو پہلے دوڑا دیا اس لئے کہ راہ میں مدینہ تک جتنے بھی مقام ملیں وہاں وہاں یہ منادی اس طرح کی ندا

پوچھوں یہ کہہ کر اس نے کہا کہ پہلا سوال یہ ہے کہ وہ ساعت کون سی ہے جس کا شمار نہ تو دن میں ہے نہ رات میں۔ حضرت نے فرمایا وہ ساعت طلوع صبح سے طلوع آفتاب تک اس نے کہا یہ ساعت ہے کون سی فرمایا یہ ساعت ساعات بہشت سے ہے اس میں بیماروں کو آفاقہ ہوتا ہے اور تمام شب جاگا ہوا سو جاتا ہے اور خدا نے اس ساعت کو طالبان آخرت کے لئے باعث رغبت قرار دیا ہے اس نے کہا کہ دوسرا سوال یہ ہے کہ آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اہل بہشت کھاتے بھی ہیں اور پیتے بھی ہیں لیکن بول و براز نہیں کرتے آیا اس کی مثال دنیا میں بھی کوئی ہے حضرت نے فرمایا بچہ جو اپنی ماں کی شکم میں ہوتا ہے وہ کھاتا بھی ہے اور پیتا بھی ہے مگر بول و براز اس سے نہیں ہوتا اس نے کہا تیسرا سوال یہ ہے کہ آپ لوگ اس بات کے بھی مدعی ہیں کہ بہشت کے میوہ جس قدر بھی کھائے جائیں گے وہ کم نہ ہوں گے اس کی مثال دنیا میں بھی کوئی ایسی ہے جو سمجھ میں آجائے آپ نے فرمایا اس کی نظیر دنیا میں چراغ ہے کہ اگر لاکھ چراغ بھی ایک چراغ سے جلانے جائیں تو اس چراغ کا نور کسی طرح کم نہ ہو گا اس نے کہا یہ آخری سوال کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ کون شخص تھا جو اپنی زوجہ سے ہمبستر ہوا اور زوجہ اس کی دو فرزندوں سے حاملہ ہوئی اور وہ دونوں ایک ہی ساعت میں پیدا ہوئے اور ایک ہی وقت دونوں نے انتقال کیا لیکن وقت وفات ایک کی عمر پچاس سال اور دوسرے کی ڈیڑھ سو برس کی ہوئی۔ آپ نے فرمایا وہ دونوں عزیز اور

کرے کہ دو جادوگر فرزند ان ابو تراب سے ایک محمد بن علی دوسرے جعفر بن محمد جن کو میں نے شام میں طلب کیا تھا انھیں نے معاذ اللہ مذہب نصاریٰ اختیار کیا ہے پس حکم ہشام یہ ہے کہ کوئی شخص انکے ہاتھ کوئی چیز فروخت نہ کرے اور نہ ان کو سلام کرے اور نہ ان سے مصافحہ کرے اگر کوئی شخص اس حکم کے خلاف کریگا تو خون اس کا حلال ہے فوراً وہ قتل کیا جائیگا حضرت کے تشریف لیجانے کے پہلے یہ منادی ندا کرتا چلا گیا جب حضرت شہر مدائن میں پہونچے تو اہل شہر نے حضرت سے احترام کیا اور کسی دوکاندار نے حضرت کے ہاتھ کچھ بھی فروخت نہیں کیا اور کچھ کھانے تک کو نہیں دیا حضرت بہت پریشان ہوئے کہ کیا کریں آپ نے نصیحت کرنا شروع کی کہ تم لوگ خدا سے نہیں ڈرتے جو کچھ تم کو اطلاع ملی ہے وہ سب بالکل غلط ہے اور اگر جیسا تم نے سنا ہے ویسا ہی تم ہم کو سمجھتے ہو تو جس حالت سے تم یہود و نصاریٰ سے معاملہ کرتے ہو اسی طرح ہم کو بھی معاملت کرو ان بے دینوں نے جواب دیا کہ معاذ اللہ تم یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر ہو حضرت نے پھر نصیحت کی مگر ان لوگوں نے مطلق خیال نہ کیا آخر کار حضرت ایک پہاڑ پر چڑھ گئے ایک مرد پیر نے جو غور سے حضرت کو دیکھا تو آواز بلند کہنے لگا کہ اے اہل مدائن خدا سے ڈرو یہ شخص اس مقام پر کھڑا ہوا ہے جس مقام پر حضرت شعیب اپنی قوم کی نفیرین کے لئے کھڑے ہوئے تھے اور عذاب انکی قوم پر نازل ہوا تھا تم سب کو چاہیے کہ معذرت کرو ورنہ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ تم لوگوں پر بھی ویسا ہی عذاب نازل ہو جائیگا

جیسے ہی یہ جملے اس مرد پیر کی زبان سے اہل مدائن نے سنے خوف کے مارے کانپنے لگے اور حضرت کی خدمت میں آکر معذرت خواہ ہوئے اور ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ حضرت ہمارے جہان ہوں غرض کہ آپ نے وہاں طعام نوش فرمایا اور دوسرے دن حضرت وہاں سے اپنے دولت سرا کو روانہ ہوئے یہ خبر زید بن حسن اور ہشام ملعون کو پہونچی بہت رنجیدہ خاطر ہوئے یہاں تک کہ ہشام نے عامل مدینہ کو خط لکھا کہ امام محمد باقر کو قید کر کے میرے پاس بھیج دے یہ حکم عامل مدینہ کو پہونچا اس نے اس خط کا جواب یہ لکھا کہ بادشاہ نے جس کی ایذارسانی کا حکم فرمایا ہے وہ ایسے بزرگ ہیں کہ روئے زمین پر ان کے برابر کوئی شخص نہ بد و تقویٰ میں انکا ہم عصر نہیں ہے اس لئے کہ جب وہ جناب محراب عبادت میں وہ صدا بہ تلاوت قرأت بلند کرتے ہیں تو وحشیان مرغان ہوا ان کی آواز سننے کو جمع ہو جاتے ہیں بس یہ سمجھ لیے کہ ان کی تلاوت مثل تلاوت حضرت داؤد علیہ السلام ہے جو شخص ایسا عابد ہو زاہد ہو متقی ہو پر ہیزگار ہو اس کے لئے ایذارسانی دولت خلیفہ کے لئے مناسب نہیں سمجھتا کہ کسی قسم کی بھی ایذا پہونچائی جائے جب یہ خط عامل مدینہ کا ہشام کے پاس پہونچا تو اس نے دوسرا خط اور عامل مدینہ کو لکھا کہ جس وقت یہ خط میرا تیرے پاس پہونچے تو امام محمد باقر سے تمام اسلحہ وزرہ رسول مانگ کر میرے پاس بھیج دے عامل مدینہ کو جب یہ خط پہونچا تو فوراً وہ خط لئے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے تمام اشیاء مطلوبہ اس کو دیدیں اس نے ہشام

پہنانا اور آٹھ سو درہم میری ماتماری میں خرچ کرنا اور میرے مال سے میرے رونے والوں کے لئے کچھ وقف کر دینا کہ ہر سال وہ مجھ پر گریہ کریں اور میری مظلومیت پر روئیں یہ فرما کر اپنے ۷۲ ذی الحجہ ۱۱۸۸ھ میں بمقام مدینہ منورہ انتقال فرمایا امام جعفر صادقؑ نے اپنے پدر بزرگوار کو غسل دیا کفن پہنائے جنت البقیع میں اسی دادی فاطمہ زہرا کے پہلو میں دفن کر دیا زمانہ ایسے دشمنوں کا تھا جنہوں نے حضرت کو زہر سے شہید کر ڈالا مگر کسی روایت سے یہ نہیں پتہ چلتا کہ ہشام نے عامل مدینہ کو یہ حکم بھی بھیجا ہو کہ امام کی لاش دفن نہ ہونے پائے یہ ظلم تو کر بلا ہی میں ہو گیا کہ سید سجاد دیکھ رہے ہیں کہ باپ کا لاشہ بے غسل و کفن جلتی زمین پر پڑا ہوا ہے مگر تاکید یہ ہے سید سجاد تم بیٹے تو ضرور ہو ہر بیٹا اپنے باپ کی لاش کو دفن کرتا ہے مگر تم اپنے باپ کو دفن نہیں کر سکتے۔ حسینؑ کا لاشہ بھی پڑا رہے گا اور تم کو اسیر ہو کے کوفہ دربار ابن زیاد میں چلنا ہو گا افسوس اہل کوفہ نے سید سجاد کو لوہے میں جکڑا اور سیدانوں کو رسن سے باندھا اس طرح جیسے قصاب بکریوں کو باندھتے ہیں اسی عالم میں جناب زینبؑ نے فضہ سے کہا فضہ میں نے سنا ہے کہ اس جنگل میں ایک شیر رہتا ہے اس کو جا کر آواز دے فضہ جنگل میں گئیں اور جا کر آواز دی دیکھا ایک شیر اس جنگل سے نکلا جناب فضہ نے کہا اے شیر کیا اس جنگل میں پڑا ہوا ہے کہ بلا کے چیل میدان میں محمد مصطفیٰؐ کا نواسہ علیؑ و فاطمہؑ کا بیٹا تین روز کا بھوکا پیاسا ذبح کیا ہوا پڑا ہے ذرا جا اور فرزند رسولؐ کی لاش کو بچا ایسا نہ ہو کہ اشقیائیں مظلوم کی لاش

کے پاس بھیج دیں جب یہ خبریں ہشام کے پاس پہونچیں تو خوش ہو گیا اور زید کو بلا کر دکھانے لگا زید چونکہ ان کی جان کا دشمن تھا کہنے لگا کہ اس میں سے ایک چیز بھی رسول اللہؐ کی نہیں ہے ہشام نے لکھا کہ ان چیزوں میں رسول اللہؐ کی کوئی چیز نہیں ہے حضرت نے جواب میں لکھا کہ جو میرے پاس تھا وہ میں نے تجھ کو بھیج دیا ہشام نے لوگوں کو جمع کر کے وہ چیزیں دکھائیں اور فخر کرنے لگا کہ امام نے مجھ کو اس قابل سمجھا کہ یہ رسولؐ کے تبرکات مجھ کو بھیج دیے لیکن باطناً حضرت کے قتل کی تدبیر کرتا رہا ایک تدبیر اسکے ہاتھ یہ آئی کہ زلیٰ کی لکڑی کا ایک زین اس نے تیار کر لیا اور اس زین میں زہر کو پنہاں کر کے زید بن حسن کو بلا کر دو زین دیا کہ حضرت کو میری طرف سے یہ زین تحفہ دینا اور کہنا کہ آپ اس زین پر ضرور اور ایک خط حضرت کی خدمت میں روانہ کیا کہ میں زید بن حسن کو آپ کی خدمت میں مع ایک زین کے بھیج رہا ہوں میرا یہ ہدیہ ضرور قبول فرمائیے گا زید وہ زین لیکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے ارشاد فرمایا اے زید میں خوب جانتا ہوں کہ یہ زین کس لکڑی کا بنا ہوا ہے اور اس لکڑی میں کیا چیز پنہاں ہے مگر کیا کروں میری موت اسی طرح مقرر ہوئی ہے یہ فرما کر آپ نے وہ زین گھوڑے پر کسوا یا اس زین پر ہائے زہر کا اثر فوراً ہو گیا جب حضرت واپس تشریف لائے جسم مبارک پر ورم آ گیا تھا اتنے میں آثار موت مشاہدہ کئے اپنے فرزند امام جعفر صادقؑ کو بلا کر اسرار امامت تعلیم فرمائے تمام تبرکات سپرد کر کے فرمایا بیٹا تین پارچوں کا مجھے کفن

ہو یا حدیث سے اُس کے معنی اور اُس کے بعد اُسی آیت
و حدیث کے ثبوت میں آیات قرآنی یا حدیث ائمہ بیان کرنا چاہیے
مجلس کو مجلس سمجھے کوئی کمیٹی یا میٹنگ کا مقام نہیں ہے مجلس فضائل
و مصائب اہلبیت کا مقام ہے میرا یہ خیال اپنا ہے یہ ضروری نہیں
کہ تمام حضرات میرے ہم خیال ہو جائیں یعنی آیت قرآن مجید سے
شروع کیا جس کے معنی یہ ہیں کہ خداوند عالم اپنی اطاعت اور اپنے
رسول اور اولی الامر کی اطاعت کو فرما رہا ہے میرا رنگ جاہلانہ اُسی
جہالت کی وجہ سے مختصر عرض کر دوں کہ اولی الامر کون حضرات
ہیں اس لئے جابر ابن عبد اللہ انصاری نے جناب رسالتاً سے
عرض کیا یا رسول اللہ اطاعت خدا اور رسول تو میں سمجھ گیا کہ یہ دونوں
قابل اطاعت ہیں اولی الامر کو میں نہ سمجھا کہ وہ کون ہیں یہ سن کر جناب
رسالتاً نے ارشاد فرمایا ہُمْ خُلَفَائِي مِنْ بَعْدِي اَوْ لَهُمْ عَلِيّ ابْن
اَبِي طَالِبٍ ثُمَّ الْحَسَنُ ثُمَّ الْحُسَيْنُ ثُمَّ عَلِيّ ابْنِ الْحُسَيْنِ ثُمَّ مُحَمَّدٌ
ابْنِ عَلِيٍّ بِالْعَصْرِ وَفِي التَّوَسُّاتِ بِالْبَاقِرِ وَ سَتُدْرِكُهُ يَابِطُ فَادَا
لَفَتِيهِ فَافْتَرَعَهُ مِنِّي السَّلَامُ ثُمَّ الصَّادِقُ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ثُمَّ مُوسَى
ابْنُ جَعْفَرٍ ثُمَّ عَلِيٌّ بْنُ مُوسَى ثُمَّ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ ثُمَّ عَلِيٌّ بْنُ مُحَمَّدٍ ثُمَّ
ثُمَّ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ ثُمَّ حُجَّةُ اللَّهِ فِي أَرْضِهِ -

اے جابر آگاہ ہو کہ اولی الامر میرے بعد یہ میرے خلیفہ
و جانشین بارہ ہیں جن میں کے پہلے تو میرے بھائی علی ابن ابیطالب
اور آخر میرا جانشین امام منتظر ہو گا مجھ کو اس وقت رسول اللہ کے
چھٹے جانشین و خلیفہ کا ذکر کرنا ہے آپ حضرات برابر فضائل علی ابن

کو پامال کر ڈالیں فضلہ نے جب یہ کہا اُس شیر کی آنکھوں سے آنسو
جاری ہوئے اور وہ اپنے مقام سے چلا یہاں بہت سی لاشیں پڑی
ہوئی تھیں ایک ایک شہید کی لاش کے پاس جاتا تھا اور بوسوگتا
تھا یہاں تک کہ حضرت کی لاش پر نشیب میں پہنچ گیا اور حضرت
کی لاش کو پامالی سے بچالیا اور ایک روایت یہ ہے کہ لاش حضرت
کی ضرور پامال ہوئی کوئی بچانے والا نہ تھا زینب بے چین ہو رہی
تھیں افسوس کہ زینب روتی ہی رہیں اور اشقیانے ہنس ہنس کے
گھوڑوں پر سوار ہو کے لاش حسین کو پامال کر دیا فقط -

ولادت جناب امام جعفر صادقؑ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي
الْأَمْرِ مِنْكُمْ -

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ اطاعت کرو اللہ
کی اور اس کے رسول کی اور صاحبان اولی الامر کی اس آیت کی تفسیر
کو اکثر حضرات نے تحریر فرمایا میں اب طریقہ حدیث خوانی میں یہ اندازہ
کرتا ہوں کہ بعض صاحبان منبر نے ایک آیت سے شروع کیا قبل
اس کے کہ معنی آیت کو بیان کریں یہ نہیں بلکہ کبھی درخت کبھی شاخیں
کبھی پھول کبھی پتی کبھی اپنے شہر کا حال کبھی جرمن کبھی انگلینڈ کبھی
آسمان پر کبھی زمین پر جب بیان کر چکے تو معنی آیت کو بیان کیے مجھے
یہ طریقہ پسند نہیں میرے خیال میں بس یہ ہونا چاہیے کہ آیت کی شروع

ایطالبت سنا کرتے ہیں لیکن ملاحظہ تو فرمائیے کہ خداوند عالم نے کیا شرف ہمارے ائمہ کو عطا فرمایا یہ نہ خیال ہو کہ علی ابن ابیطالب علم و فضل و کمال و معجزہ میں بڑھے ہوئے تھے ہرگز نہیں جو ان کے پاس علم تھا وہ ان کے پاس بھی تھا جو معجزات وہ دکھا سکتے تھے وہی معجزات یہ بھی دکھا سکتے تھے کوئی کی بیشی کسی بات میں نہ تھی بالکل برابر تھے سوائے ایک بات کے وہ یہ کہ وہ ابوالائمہ تھے مراتب کے لحاظ سے جیسے باپ بیٹے میں فرق ہوتا ہے وہی فرق ان کے اور ان حضرات کے درمیان میں تھا آپ کے چھٹے امام کا علم مختصر طریق سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کیسے ہی کیسے سخت سوالات کئے گئے مگر جواب اسی وقت حضرت نے دیے بعد ابن درہم زمانہ امام جعفر صادق میں تھا وہ کہنے لگا کہ خدا کیا چیز ہے میں خود جو چیز چاہوں پیدا کر دوں اور اس نے ایک ظرف میں کچھ مٹی اور کچھ پانی ایک مرتبہ ایک مقام پر رکھ دیا اس میں سیکڑوں کرم پیدا ہو گئے کہنے لگا کوئی بڑی بات ہے میں نے ان کو پیدا کر دیا یہ بھی عرض کر دوں کہ یہ دہریوں کا رس اس رئیس تھا امام جعفر صادق کو جب معلوم ہوا تو آپ نے اس کو بلایا اور فرمایا کہ یہ کیا کرم تو نے پیدا کئے اس نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا کہ اگر تو نے ان کو پیدا کیا ہے تو ذرا مجھ کو بتا دے کہ یہ کیڑے گنتی میں کتنے ہیں اور یہ بتا کہ نہ کتنے ہیں اور مادہ کتنے ہیں اور ہر ایک کا وزن کتنا ہے اور جو ان میں سے ایک سمت کو جا رہے ہیں انھیں حکم کہ دے کہ آگے نہ بڑھیں اور وہیں پر ٹھہرے رہیں۔ جواب کیا دے سکتا تھا عقل اس کی حضرت کے سوال سے خاک میں مل

گئی جو اس جلاتے رہے کوئی بھی جواب نہ دے سکا حضرت نے فرمایا خدا نے یہ شرف ہم ہی کو دیا ہے کہ ہم تجھ کو بتا سکتے ہیں کہ اس میں اتنے نہ ہیں اور اتنے مادہ ہیں۔

ابو شاکر دیصانی جو منکر خدا اور دہریہ تھا ہشام سے کہنے لگا کہ قرآن مجید میں ایک آیت ہمارے عقیدے کے موافق اور تمہارے عقائد کے خلاف ہے کہا کہ وہ کونسی آیت ہے وہ بولا وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَهٌ یعنی وہ وہ خدا ہے جو آسمان پر بھی خدا ہے اور زمین پر بھی خدا ہے اس کا مطلب یہ تھا کہ ایک خدا زمین پر بھی اور آسمان پر بھی ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے ہشام نے جب یہ سنا خاموش ہو گیا۔ اور مدینہ میں باب مدینہ علم کے پوتے کی خدمت میں حاضر ہوئے یعنی امام جعفر صادق کی خدمت میں اور واقعہ عرض کیا آپ نے ارشاد فرمایا ایسا سوال کرنے والا بڑا چست ہے اب اگر تم کو مل جائے تو اس سے پوچھنا تیرا نام کیا ہے وہ اپنا نام بتائیگا پھر پوچھنا کہ بصرے میں تیرا کیا نام ہے پھر وہی اپنا نام تم کو بتائیگا جب اپنا نام وہ مختلف مقام کے لئے ایک ہی بتائے تو تم اس سے کہنا کہ ایسا ہی ہمارا بھی خدا ہے کہ خشکی و تری میں بھی وہی ایک خدا ہے دشت و جبل میں بھی وہی ایک خدا ہے زمین پر بھی وہی خدا ہے اور آسمان پر بھی وہی خدا ہے ہشام حضرت سے رخصت ہوا اور شاکر دیصانی سے جا کر ملاقات کی اور کہا فلاں روز جو تم نے مجھ سے سوال کیا تھا تو میں جواب نہیں دے سکا آج اس کا یہ جواب ہے یہ سن کر وہ کہنے

ایک مرتبہ ایک دہریہ مصر کا رہنے والا آپکی خدمت فیضد جنت میں حاضر ہوا آپ نے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے اس نے کہا عبد الملک نام سنتے ہی اس کو قائل کر کے چھوڑا اور اس نے اقرار کیا کہ بیشک بس ایک خدا ہے دوسرا کوئی اس کا شریک نہیں فرمایا اے عبد الملک یہ تو بتا کہ یہ ملک جس کا تو بندہ ہے یہ آیا ملک آسمان سے ہے یا ملک زمین سے یہ سننا تھا کہ دہریہ چپ ہو گیا کوئی جواب نہ دے سکا آپ نے فرمایا اس سے کہ اچھا یہ بتا کہ کبھی تو زمین کے نیچے گیا ہے۔ کہنے لگا جی نہیں فرمایا بتا سکتا ہے کہ اس زمین کے نیچے کیا ہے کہنے لگا گمان ہے کہ اس کے نیچے کچھ نہ ہو گا فرمایا یہاں گمان کی ضرورت نہیں یقین کے ساتھ بتا کہنے لگا کچھ نہیں بتا سکتا ہوں آپ نے فرمایا آسمان پر کبھی گیا ہے کہنے لگا نہیں فرمایا کچھ معلوم ہے کہ آسمان پر کیا ہے کہنے لگا نہیں پھر فرمایا کہ مشرق و مغرب کی بھی سیر کی ہے اور ان کے حدود کے آگے حال بھی کچھ بتا سکتا ہے کہنے لگا نہیں فرمایا تعجب ہے کہ تجھے زیر و بالا زمین و آسمان کا تو حال معلوم نہیں اتنا بڑا تو تو جاہل ہی اُس پر طرہ یہ ہے کہ وجود باری تعالیٰ کا قائل نہیں تو دیکھتا ہے کہ چاند سورج دن رات ایک ہی طریقہ پر قائم ہیں اگر خود مختار ہوتے اور مقدور ہوتا تو ایک مرتبہ جا کر پھر واپس نہ آتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجبور ہیں اور اگر مجبور نہیں تو کس لئے رات کے بجائے دن اور دن کے بجائے رات نہیں ہو جاتے بلندی آسمان کو دیکھ اور پستی زمین پر غور کر کہ یہ آسمان زمین پر کیوں نہیں آ رہے تاکہ زمین اس سے دب جائے میں تجھ سے یہ پوچھتا ہوں کہ اتنا بڑا آسمان بغیر ستون کس نے

لگا کہ یہ جواب معمولی شخص دے نہیں سکتا سچ سچ بتاؤ کہ تم کو کس نے بتایا ہشام نے کہا مجھ کو یہ جواب بتایا امام جعفر صادقؑ نے یہ سنکر وہ دہریہ حاضر ہوا امام کی خدمت میں اور عرض کرنے لگا کہ مجھے عقائد حقہ کی تعلیم دیجئے اور چاہ ضلالت سے نکال کر راہ ہدایت پر لگائیے آپ نے فرمایا ذرا بیٹھ جا اسی اثنا میں ایک لڑکا ایک انڈیا ہاتھ میں لیکر آیا اور فرمایا اے دیصانی دیکھ یہ ایک قلعہ مستحکم ہے اس میں کوئی دروازہ نہیں ہے اسکی جلد کو پتھر سمجھ اس کے نیچے ایک نرم اور باریک جھلی ہے اُس کے اندر ایک سفیدی اور ایک زردی مثل طلا اور نقرہ کے بالکل الگ الگ ہے نہ سفیدی زردی سے مخلوط ہوتی ہے نہ زردی سفیدی میں ملتی ہے اس کے اندر کوئی اس کی اصلاح کر نہ سکتا کوئی اس کو نہ سنوار سکتا ہے نہ اس کے اندر جاسکتا ہے اور نہ یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اس سے نر پیدا ہو گا کہ مادہ مگر یہ دفعۂ شق ہو جاتا ہے اور ایک طائر خوش نما مثل طاؤس اس میں سے برآمد ہو جاتا ہے تیری عقل کیا یہ کہہ سکتی ہے کہ یہ کام انسان کا ہے اور بغیر صانع عظیم و قدیر و لطیف و خیر کے آپ ہی آپ وجود میں آجاتی ہے دیصانی یہ سنکر اپنا سر جھکا لیا اور کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں اور آپ کے جد محمد مصطفیٰ رسول برحق اور آپ حجت خدا اور نائب رسول بلا شک و شبہ ہیں اب اس وقت سے میں اپنے عقائد باطلہ کو ترک کر کے تائب ہوں اور آپ کا دین اختیار کرتا ہوں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ۔

تھام رکھا ہے خوب اچھی طرح سمجھ لے کہ جس نے آسمان کو تھام رکھا ہے وہی قادر مطلق ہے اور وہی ہمارا تیرا خدا ہے یہ منکر وہ دہریہ دل میں بہت شرمندہ ہوا اور کوئی جواب خدا کے نہ ہونے کا نہ دے سکا سوائے اسکے کہ خدائے لاشریک کے کلمہ پڑھنے کے بعد آپ کے امام کے علم و فضل کا کلمہ پڑھنے لگا اور مسلمان ہو گیا اسی طرح ایک اور دہریہ جناب امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت سے مختلف سوال کرتا گیا اور حضرت اسی وقت اس کے جواب دیتے گئے پہلا سوال اس نے یہ کیا کہ شیطان تو دشمن خدا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ آپ کا خدا حکیم مطلق ہے پس ایسے حکیم مطلق نے ایسے کو کیوں پیدا کیا کہ جو خدا سے دشمنی فرمایا شیطان دشمن خدا تو ضرور ہے مگر یہ ہرگز نہیں کہ اگر وہ دوست خدا ہو جائے تو خدا کو اس کی دوستی سے کچھ نفع پہنچے یا یہ کہ اگر وہ خدا کا دشمن ہو جائے تو خدا کو اس سے کچھ نقصان پہنچے اس نے کہا دوسرا سوال یہ ہے کہ سوائے خدا کے اور کسی کے لئے بھی سجدہ جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا لا اثن سجدہ وہی خالق ہر دوسرا ہے اور کوئی نہیں۔ اس نے کہا کہ پھر آدم کو کیوں سجدہ کیا گیا فرمایا جو سجدہ حکم خدا سے ہو وہ سجدہ خدا ہی کا ہے خدا نے حضرت آدم کو سجدہ کرنے کا حکم اپنے ملائکہ کو دیا ملائکہ نے سجدہ کیا یہ سجدہ خاص پروردگار کا عالم کا ہوا۔ کہا تیسرا سوال یہ ہے کہ صنعت خدا میں کوئی عیب نکالا جائے یہ جائز ہے۔ فرمایا نہیں۔ اس نے کہا اسلام والے ختنہ کر کے صنعت خدا کو کیوں بگاڑتے ہیں۔ فرمایا یہ تیری غلطی ہے کہ ختنہ کرنے سے خدا کی صنعت یا اسکی خدائی میں کوئی عیب نہیں نکالا جاتا ختنہ کرنا

کرنا خود اسی خدا کی سنت ہے جیسا کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے اور اس بچے کی ناف قطع کی جاتی ہے یہ بھی ایک حکمت ہے حکیم قدرت کی کہ اگر بچے کی ناف قطع نہ کی جائے، اور یونہی چھوڑ دی جائے تو موجب فساد ہو جائے جس طرح بالوں کا تراشنا ناخن کا کاٹنا سنت ہے اسی طرح ختنہ کرنا بھی سنت ہے اور موجب ثواب ہے۔ کہا چوتھا سوال یہ ہے کہ شراب تو بڑے لطف کی چیز ہے شرع نے کیوں حرام کیا ہے۔ فرمایا اس لئے کہ شراب تمام برائیوں کی جڑ ہے شراب پینے سے عقل بالکل سلب ہو جاتی ہے کہ خدا کو بالکل پہچانتا نہیں اور شراب پینے سے کسی قسم کا فسق و فجور اس سے چھوٹتا نہیں اور کسی طرح کا پاس و لحاظ اسے باقی نہیں رہتا شراب بخوار کی ناک ہاتھ میں شیطان کے ہوتی ہے وہ جس طرف چاہے اس کو لیجائے پس اس وجہ سے خدا نے شراب کو حرام قرار دیا۔ کہا پانچواں سوال یہ ہے کہ خون ذبیحہ کیوں حرام ہے۔ فرمایا خون کا کھانا موجب قساوت قلبی و سنگدلی ہے دل سے رحم کو دور کرتا ہے جسم کو بدبودار کرتا ہے اور رنگ کو بگاڑ دیتا ہے اور جذام کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ اس نے کہا چھٹا سوال یہ ہے کہ ذبیحہ اور میتہ میں کیا فرق ہے۔ ذبیحہ وہ ہے جو خدا کا نام لیکر حلال کیا جاتا ہے تمام لوگ اس کو پسند کرتے ہیں اور میتہ کا خون چونکہ نکلتا نہیں ہے اسی میں جڑ ہو جاتا ہے اس کی وجہ سے گوشت اس کا ثقیل اور غیر مطبوع ہوتا ہے اس نے کہا چھٹی کیوں نہیں ذبح کی جاتی وہ بھی تو میتہ میں شامل ہے فرمایا میتہ میں شامل نہیں ہو سکتی اس نے کہا کہ پھر وہ

ذبح تو ہوتی نہیں۔ فرمایا اس کو زندہ پانی سے نکالیں اور خشکی میں ڈال دیں یہاں تک کہ وہ خود سے مرجائے پھلی کے لئے ذبیحہ یہی ہے۔ اس نے کہا ساتواں سوال یہ ہے کہ اہل بہشت غذا کھائیں گے اور فضلہ نہ بنے گا اس کا کیا سبب ہے فرمایا ان کی غذا ایسی ہی لطیف و رقیق ہوگی جس میں سفل کا نام بھی نہ ہوگا ہلکا سا پسینہ آئے گا اور پھر بھوک معلوم ہوگی اس نے کہا سنا ہے کہ حوریں ستر ستر حلے ایک پر ایک پہنیں گی مگر مغز استخوان تک ان کا نظر آئے گا اور دکھائی دینگا فرمایا یہ ان کے جسم کی لطافت اور لباس کی نفاست ہوگی اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کوئی شے پانی میں پھینک دی جائے اور وہ تہہ کے نیچے سے نظر آوے۔ کہنے لگا آٹھواں سوال یہ ہے کہ بہشتیوں کی عیش و عشرت میں کیا مزہ آئے گا جبکہ ان کے عزیز اور دوست خود وہاں نہ ہوں گے اور بہشتی لوگ خیال کریں گے اور یاد کر کے کہیں گے کہ نہ معلوم ہمارے عزیز واقارب و دوست جہنم میں ہیں یا کہاں ہیں فرمایا کہ خداوند عالم ان کی یاد ان کے دلوں سے بالکل محو کر دیگا ایسے ایسے سخت سوالات مگر چونکہ امام تھے خلیفہ وقت تھے جواب دیدیے بھلا کسی میں کیا طاقت جو جواب دے سکے ایسے واقعات سن کے معلوم ہوتا ہے کہ امام منصوص من اللہ کے لئے ظاہری تعلیم کی ضرورت نہیں۔ خداوند عالم اپنی قدرت کاملہ سے علم کی تکمیل کر کے بھیجتا ہے ان حضرات کے تحصیل تکمیل کے ذرائع اسی طرف سے ہوتے ہیں۔ یہ عام بچوں کی طرح کسی شخص سے کتاب کھول کر نہیں پڑھتے نہ ان کے لئے کوئی کورس معین ہے معلم ان کا معلم

ازلی ہے بس امام کو یا تو خدا تعلیم دیگا یا اس کا رسول یا امام سابق یعنی امام اپنے اُسی بیٹے کو تعلیم دیگا جو امام ہونی والا ہوگا پس آخر وقت علم امامت اور رموز خدا جتنے ہیں وہ امام اپنے فرزند امام کو تعلیم دیکر جائیگا ان حضرات کے طبائع ان کے قلوب ان کے اذہان ان کی کوئی بات عام لوگوں کی طرح نہیں ہوتی خدا یا رسول یا امام نے ذرا سا اشارہ کیا امام بالکل سمجھ گیا مشہور حدیث ہے کہ جناب رسالتماں نے ہزار باب علم کے علی ابن ابیطالب کو تعلیم فرمائے کہ امیر المومنین نے ہر ہر باب علم سے ہزار ہزار باب اپنے میں منکشف کر لئے یہ خدا کی طرف سے امام کو عزت ملتی ہے یہی کیا کم عزت ہے کہ وقت ضرورت امام کے کان میں حکم خدا ایک آواز آجاتی ہے کہ وہ منشاء و قدرت کو فوراً سمجھ لیتا ہے امام و نبی میں یہی فرق ہے کہ نبی کے سامنے فرشتہ حاضر ہوتا ہے اور پیغام ربانی نبی کو پہونچاتا ہے اور امام کو الہام ہوتا ہے علی کو یہ الہام نہ تھا تو کیا کہ ہزار باب علم رسول سے ملے اور ہر باب علم سے ہزار ہزار باب الہام خداوند عالم آپ کو اور مل گئے یہ اسی کی قدرت تھی اور اسی نے شانِ محمد و آلِ محمد کو جہان پر افشا کیا کوئی شخص اگر چاہے کہ ہم آلِ محمد کا مقابلہ کر لیں تو کیسے کر سکتا ہے کہاں معصوم کہاں خاطی کہاں عالم کہاں جاہل کہاں خدا کا پڑھایا ہوا کہاں دنیا والوں کا لوگ چاہتے ہیں مقابلہ کر لیں مگر قدم ٹھہرتے نہیں سن لیا کہ ابن عباس سے تفسیر یا بسم اللہ بیان کی گئی اور پڑھنے کا شوق پیدا ہو مگر کیا کریں جب تقدیر ہی میں زہو مگر گذر گئی اور اسی کا فسوس رہ گیا کہ ایک سورہ بھی یاد نہ کر سکے۔ یہ

شرف علم خاندان رسالت ہی کو خدا نے دیا اور چلو جوان کا دست
ان کی صحبت و مجلس میں آنے لگا اور خدمت کرنے لگا تو فیض صحبت
سے وہ قابلیت آگئی جو قابل بیان نہیں ابن عباس شاگرد تھے
جناب امیر کے مگر شاگرد ایسے تھے کہ علیؑ سا باکمال علم زمانہ نے
رات بھر تفسیر بیان کر دی اور ابن عباس کے دل میں تفسیری جملے
نقش ہو گئے اسی طرح مادر امام جعفر صادقؑ کو آپ ملاحظہ فرمائیے
کہ آپ عالمہ تھیں اور احکام شرعیہ میں کامل مہارت رکھتی تھیں
ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ خانہ کعبہ میں آپ مناسکات حج ادا فرما رہی
تھیں اور کسی مصلحت سے اسی رد اوڑھے ہوئے تھیں جس کی وجہ
سے آپ کی شناخت نہ ہو سکے جب حجر اسود کے پاس پہنچیں تو اٹے
ہاتھ سے اس وقت کے رسم کو ادا فرمایا ایک شخص نے بڑھ کے ٹوکا
کہ اے عورت یہ خلاف سنت ہے آپ نے جب یہ سنا، فرمایا کہ کیا تو
ہم سے زیادہ واقف ہے ہم کو تیرے علم کی ہرگز ضرورت نہیں ہے اس
کو یہ معلوم ہی نہ تھا کہ یہ معظمہ کون ہیں۔ ان کا یہ کیا کم شرف ہے کہ خدا
امام محمد باقرؑ میں رہیں ہر وقت و ہر لحظہ امام کی زبان مبارک سے
احکام الہی اور کلام رسالت پناہی کی تفصیل و تشریح کامل طور سے
سُن چکی تھیں پھر ان کی تحقیقات اور معلومات کا کیا اندازہ کیا جا
سکتا ہے انھیں معظمہ کے حال میں لکھا ہے کہ یہ خاتون معظمہ بہت
پاک سیرت اور نیک نفس بی بی تھیں نور ایمان سے آراستہ اور صدق
و عرفان سے پیراستہ اگر یوں عرض کروں تو بہتر ہو گا کہ دل ان کا
زیور معرفت سے مزین تھا اور چہرہ ان کا نور حقیقت سے مثل نور

روشن، روشن و منور تھا ابن حجر صواعق محرقہ میں تحریر فرماتے ہیں
اُمّ فروہ بنت قاسم ابن محمد ابن ابوبکر الصدیق رضی اللہ
عنہم و القاسم من الفقهاء السبعة یعنی ام فروہ بیٹی تھیں
قاسم بن محمد کی وہ محمد جو بیٹے تھے ابوبکر کے جو مدینہ میں فقہائے
سبعہ میں سے کہلاتے تھے ام فروہ یہ کون معظمہ ہیں یہ زوجہ ہیں
امام محمد باقرؑ کی اور والدہ گرامی ہیں جناب امام جعفر صادقؑ کی
آپ کے چھٹے امام، امام جعفر صادقؑ کی ولادت باسعادت، ۱۷ ربیع الاول
۸۳ھ بروز دوشنبہ بمقام مدینہ منورہ واقع ہوئی وہ زمانہ عبدالملک
ابن مروان کی حکومت کا تھا۔

مختصر یہ ہے کہ ہمارے اور آپ کے چھٹے امام امام جعفر صادقؑ
جب پیدا ہوئے تو خانہ امام محمد باقرؑ میں خوشیاں ہونے لگیں اور
آپ طیب و طاہر پاک و پاکیزہ شکم مادر سے متولد ہوئے قد آپ کا
میانہ چہرہ نورانی سرخ رنگ کشیدہ بینی بال سیاہ گھونگھروالے اور
رخسار مبارک پر ایک خال سیاہ تھا اور نقش نگین آنحضرت و اللہ
وَلِيٍّ وَاَعِصْنِي مِنْ خَلْقِهِ تھا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اللہ
خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ تھا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اَنْتَ ثَقَّتِي فَاَعْصِمْنِي
مِنَ النَّاسِ تھا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اَنْتَ ثَقَّتِي فَاَعْصِمْنِي مِنْ
خَلْقِكَ تھا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَاَلَا قُوَّةَ اِلَّا
بِاللّٰهِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ تھا اور ایک میں ہے کہ جب خداوند عالم کو منظور
ہوتا ہے کہ امام کو پیدا کرے فرشتہ کو بھیجتا ہے کہ وہ ملک زیر عرش
سے پانی لیتا ہے اور امام کو وہ پانی لیجا کر دیتا ہے پس جو نبی وہ امام

حال وفات جناب امام جعفر صادقؑ

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ
خالق عابدین مالک عالمین اپنے کلام یقین و قرآن مبین میں ارشاد
فرماتا ہے کہ نہیں پیدا کیا جن اور انس کو مگر اسلئے کہ وہ ہماری عبادت
کریں ہم کیا اور ہماری عبادت کیا عبادت کرنا خالق عبادت کی آسا
نہیں کوئی جملہ ہمارا درگاہ رب العزت میں ایسا جو قابل قبول ہو یہ
اس کی مرحمت ہے کہ جو ہم ایسے گنہگاروں میں عبادت کو درجہ قبول
تک پہنچا دے اس میں شک نہیں کہ جن لوگوں نے اپنے معبود
حقیقی کی عبادت کی وہ فہرست عابدین میں داخل ہو گئے۔ میں اس
وقت عبادت و سخاوت و تواضع و انکساری و صبر و مصائب اپنے اور
اپکے امام جعفر صادقؑ کے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ عبادت ایسی تھی کہ
دیکھنے والے آپکی عبادت کو دیکھ کر حیران و پریشان ہو جاتے تھے اس
ابن مالک آپ کو قائم الیل و صائم النہار کہتے تھے اور امام اعظم ابو حنیفہ
کوئی نے ایک مرتبہ آپ کی نماز دیکھی تو تعجب سے کہا۔ مَا اَصْبَرَكَ عَلٰی
الصَّلَاةِ يَا اَبَا عَبْدِ اللَّهِ یعنی آپ کی نماز کتنی سخت ہوتی ہے اما سمعت
ان الصَّلَاةَ قَرَّبَانِ كُلِّ تَقِيٍّ یہ سنکر آپ نے ارشاد فرمایا اے ابو حنیفہ
تجھے کیا معلوم نماز ہی وہ شے ہے کہ تقویٰ سے زیادہ قرب خدا کا باعث
ہے ذکر رکوع و سجود کو اتنا طول دیتے تھے کہ ساٹھ ساٹھ مرتبہ بلکہ اس
سے بھی زیادہ ہو جاتا تھا۔ منصور صیقل کہتا ہے کہ میں حج کو گیا اور

پانی پیتا ہے نطفہ امام منعقد ہو جاتا ہے اور یہ شرف امام ہی کو خدا
نے دیا ہے کہ جو شخص جو بات کہے وہ امام شکم مادر میں سنتا ہے اور
جب امام پیدا ہوتا ہے تو خداوند عالم فرشتے کو بھیجتا ہے کہ وہ شتر
درمیان دونوں آنکھوں کے اس آیت کو لکھ دیتا ہے وَتَمَّتْ
كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ
الْعَلِيمُ۔

قصیدہ

در مدح جناب امام جعفر صادقؑ

صدیق لقب حضرت یوسف کا بجائے
یوں جوش دلا میں کروں اقرار امانت
تھا فقر مگر کہتی تھی ہر بار امامت
الٹا ورق قیمت اخلاف امیت
حیدر کی طرح قتل کر و چلیں ہلا د
یوں کرتے ہوا احکام شریعت کو بیاتم
اس شہر میں کی آپکی اولاد نے شاہی
تو صلب میں تھا صاحب معراج کے ہمراہ

سہی پارہ ہے قرآن مگر ہے تیرا محتاج

ناطق جو ہیں بارہ ہیں تو ان میں کا چھٹا ہو

بعد حج مدینہ آکر رسول اللہ کے روضہ اقدس پر گیا دیکھا میں نے امام جعفر صادقؑ سجدے میں ہیں میں بیٹھ گیا اس خیال سے کہ حضرت سجدے سے فارغ ہوں تو میں شرف زیارت بجالاؤں اس انتظار میں بیٹھے بیٹھے بہت دیر ہو گئی مگر حضرت نے سر سجدہ سے نہ اٹھایا میں نے یہ تدبیر سوچی کہ میں بھی حضرت کے قریب سجدہ میں جاؤں اور ذکر سجدہ آواز بلند سے کروں شاید میری آواز سنکر اپنا سجدہ تمام کر دیں پس یہ سوچ کر میں سجدہ میں گیا اور سبحان ربی الاعلیٰ آواز بلند سے میں نے کہنا شروع کیا یہاں تک کہ تین سو ساٹھ مرتبہ سے بھی زیادہ کہا اس وقت دیکھا میں نے کہ حضرت نے سر سجدہ سے اٹھایا اور وہاں سے روانہ ہوئے میں بھی حضرت کے عقب میں چلا اور عرض کیا مولا جب آپ کی عبادت کی یہ حالت ہے تو ہم لوگوں کو تو اس سے بھی زیادہ عبادت میں سعی کرنا چاہیے تو حضرت نے عجب جواب دیا کہ جو ہمارے شیعہ ہیں ان کی قلیل و کثیر عبادت انشاء اللہ پروردگار عالم قبول فرمائے گا واقعی جو حق عبادت ہے وہ ادا ہو نہیں سکتا یہ اس کا تفضل ہے کہ جو ہمارے اعمال میں سے کسی کو قبول فرمائے۔ حفص ابن غیاث ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت کے ہمراہ رکاب تھا یہاں تک کہ آپ باغباغے کو فہ میں پہنچے چلتے چلتے ایک درخت کے نیچے پہنچ کر وضو کیا اور مشغول نماز ہوئے ذکر سجود کو اتنا طول دیا کہ میں نے پانچ سو مرتبہ تسبیح سجدہ کا شمار کیا بعد سجدہ درخت کے سہارے کھڑے کچھ دعائیں پڑھتے رہے میں نے عرض کیا یا حضرت یہ کونسا مقام ہے آپ نے ارشاد فرمایا یہ وہی

درخت ہے جس درخت سے حضرت مریم کے لئے رطب تازہ حکم پروردگار عالم سے گرتے تھے۔ سخاوت کا حضرت کی یہ حال تھا کہ حضرت ایک مرتبہ انگور نوش فرما رہے تھے اسی اثناء میں ایک سائل نے سوال کیا آپ نے تین دانے انگور کے اس کو عنایت فرمائے اس نے کہا شکر ہے خدا کا کہ اس نے مجھے رزق عطا فرمایا آپ نے ابکی مرتبہ دونوں ہاتھ بھر کر اس کو انگور عطا فرمائے اس نے پھر خدا کا شکر ادا کیا آپ نے بیس درہم بھی عطا فرمائے پھر وہ حمد خدا بجالایا اپنے وہ پیرا ہن جو آپ کے جسم مبارک پر تھا وہ اسکے حوالے کیا اس نے کہا جزاک اللہ اور مدح و ثنا کرتا ہوا حضرت کی اپنی سمت کو چلا گیا ایک مرتبہ ایک سائل حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی حاجت عرض کرنے لگا آپ نے اپنے غلام سے ارشاد فرمایا کہ جو چار سو دینار تیرے پاس ہیں وہ تو اس سائل کو دیدے۔ غلام نے تعمیل حکم کیا سائل نے خدا کا شکر کیا اور یہاں سے روانہ ہوا اسلام سے اپنے فرمایا اس سائل کو ذرا بلا لے غلام نے اس کو بلا کر پھر حاضر کیا سائل سمجھا کہ جو دیا ہے شاید حضرت واپس لے لیں گے آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے جد جناب رسالت کا قول ہے کہ بہترین خیرات وہ ہے کہ جو مرد مستحق کو غنی کر دے تو چار سو دینار سے غنی نہیں ہو سکتا یہ میرے ہاتھ کی انگوٹھی بھی لے لے جس کی قیمت دس ہزار درہم ہیں اس کو فروخت کر کے اپنی حاجت کو بر لا اور خداوند عالم تجھ کو اب غنی بھی کرے گا انسان کو عادت کسی نہ کسی چیز کی ضرور ہوتی ہے آپ کے امام کو یہ عادت تھی کہ خوشبو و عطریات بہت استعمال فرماتے تھے

کی موجودہ حالتوں میں بھی ایسی عظیم المرتبت اور رفیع المنزلت تھی جو بڑے بڑے بادشاہان روزگار اور مقتدرین زمانہ کو ان کے محل شاہی اور قصروں میں بھی میسر نہیں۔ ایک مرتبہ محمد ابن سعید نے جناب امام جعفر صادقؑ سے درخواست کی کہ محمد ابن ثمالی خراج لینے میں بہت سختی کرتا ہے آپ ایک سفارشی تحریر مجھ کو عطا فرمائیے تاکہ وہ مجھ پر سختی نہ کرے۔ فرمایا لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے تو میری طرف سے یہ جا کے کہہ دینا کہ جو ہمارے دوستوں کا اکرام کرتا ہے خداوند عالم اس کا اکرام کرتا ہے اور جو ہمارے دوستوں کو تکلیف پہنچاتا ہے خداوند عالم اس سے ناخوش ہوتا ہے اور جو ہمارے دوستوں پر احسان کرتا ہے تو گویا اس نے میرے دادا علی ابن ابیطالبؑ اور میرے جد جناب رسالتؐ اور ان کی آل بلکہ خود پروردگار عالم پر احسان کیا اور اس احسان کا عیوض اس کو یہ ملیگا کہ ہمارے ساتھ رتبہ اعلیٰ میں ہمارا رفیق ہوگا۔ یہ سنکر محمد ابن سعید حضرت سے رخصت ہوئے۔ اور محمد ابن ثمالی کے پاس آئے اور جو کچھ جناب امام جعفر صادقؑ نے ارشاد فرمایا تھا وہ سب من و عن نقل کر دیا۔ یہ سن کے محمد ابن ثمالی کہنے لگا سچ کہو کیا یہی جملے حضرت نے ارشاد فرمائے تھے محمد سعید نے کہا واللہ جو حضرت نے ارشاد فرمایا وہ میں نے بیان کیا اس میں ایک لفظ کی کمی بیشی نہیں ہے یہ سنکر کہنے لگا کہ ذرا بیٹھ جاؤ اپنے غلام کو بلا کر پوچھا جلدی بتاؤ ابن سعید پر کتنا خراج باقی ہے اس نے کہا ساٹھ ہزار درہم کہنے لگا کہ ابھی یہ ساٹھ ہزار درہم ان کے نام کو محو کر دو اس کے بعد ایک کیسہ زرہ منگوایا اور نہایت ادب سے سامنے

اور صوم کی حالت میں خوشبو سونگھنے کی زیادتی فرمادیتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے الطَّيِّبُ تَحْفَةُ الصَّائِمِ یعنی خوشبو روزہ کا تحفہ ہے اور ایک عادت آپ میں یہ تھی کہ اگر پھول مل جاتا تو پہلے اس کو سونگھتے تھے اور سونگھنے کے بعد اسے آنکھوں سے لگاتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو شخص پھول کو سونگھ کر آنکھوں سے لگائے اور صلوٰۃ بھیجے محمد و آل محمدؑ پر تو خداوند عالم اس کے گناہوں کو بخشتیتا ہے اور ایک عادت آپ کی یہ تھی کہ جب غلام آزاد کیا تو اسکو یہ عبارت اپنے دست مبارک سے تحریر فرما کر دیدی اَعْتَقَ جَعْفَرُ ابْنُ مُحَمَّدٍ غُلَامًا فَلَانَ بَوَّاهَ اللَّهُ لَا يَزِيدُ مِنْهُ جَزَاءً شُكْرًا عَلَى أَنْ يُقِيمَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَيَحْجَّ الْبَيْتَ وَيَصُومَ شَهْرَ رَمَضَانَ وَيَتَوَلَّى أَوْلِيَاءَ اللَّهِ وَيَتَّبِعَ أَعْدَاءَ اللَّهِ یعنی جعفر ابن محمد نے اس غلام کو صرف خوشنودی خدا کے لئے آزاد کیا ہے کبھی بدے نہ کسی شکر گزاری کی خواہش سے یہ غلام اس شرط پر آزاد کیا گیا ہے کہ نماز پڑھا کرے زکوٰۃ دیا کرے حج کیا کرے اور ماہ مبارک رمضان میں روزہ رکھا کرے دوستان خدا سے محبت کیا کرے اور دشمنان خدا سے بیزاری اختیار کرے۔ ذاتی وجاہت آپ کی ایسی تھی کہ دیکھنے والوں کو تعجب ہوتا ہے تمام دنیا یہ تو اچھی طرح جانتی ہے کہ جناب رسالتؐ کے انتقال فرماتے ہی ان حضرات کے مدارج و مراتب فضائل و مناقب بھلا دیے اور ان کو دنیا سے ایک قلم اٹھا دینے کی جی توڑ کوششیں کی گئیں۔ مگر باوجود ان شدید مخالفتوں کے ان ذوات مقدسہ کی ذاتی وجاہت اور عظمت اپنی تنگدستی اور عسرت

پیش کیا اور ایک گھوڑا سواری کیلئے مع ساز و سامان اور ایک لونڈی خدمت کے لئے پیش کی اور کہا کہ ان سب چیزوں کو بخوشی قبول کر لو انھوں نے یہ سب چیزیں لے لیں اور خوشی خوشی اپنے گھر واپس آئے یہ وجاہت تھی گھر میں بیٹھے بیٹھے ایسا ہی واقعہ ایک اور بیٹے کو بقطین علی ابن بقطین کے پدر عالی مقدار ناقل ہیں کہ ایک سال خراج سلطانی مجھ سے ادا نہ ہو سکا حاکم اہواز کی طرف سے جو بنی عباس کا عامل تھا اس سے مجھے سخت اندیشہ تھا کہ خراج نہیں پہنچا ہے نہ معلوم کونسا سلوک میرے ساتھ وہ کرے حالانکہ مجھ کو لوگ سمجھاتے تھے کہ وہ مرد مومن ہے شیعہ ہے اس سے کچھ خوف نہ کرو مگر مجھے اطمینان نہ ہوتا تھا آخر کار میں جناب امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ عرض کیا حضرت نے اسی وقت قلم دوات اٹھایا اور یہ مضمون تحریر فرمایا کہ زیر عرش الہی ایک ایسا مقام ہے کہ جہاں کوئی پہنچ نہیں سکتا لیکن وہ جو مظلوم کی مدد کریگا اور اس کے غم کو برطرف کریگا اور دلجوئی اور احسان سے پیش آئے گا اگرچہ نصف دانہ خرما ہی کیوں نہ ہو حامل رقعہ ہذا تیرا برادر مومن ہے میں اسکی سفارش کرتا ہوں اور اس کو تیرے حوالے کرتا ہوں بقطین یہ تحریر لیکر اہواز میں آئے اور اطلاع کرائی کہ ایک قاصد جناب امام جعفر صادق کا دروازہ پر کھڑا ہے۔ حاکم نے جو نہی یہ سنا سر و پا برہنہ حضرت کا نام صرف سن کر باہر نکل آیا اور بقطین کی پیشانی پر بوسہ دیکر کہا اے بھائی کیا تو ہی میرے آقا و مولا امام جعفر صادق کا قاصد ہے اگر سچ ہے تب تو تو میرے لئے

باعث نجات آتش دوزخ ہے۔ ایسے ایسے فضل و کمال دیکھ دیکھ کر اور سن سن کر دوست خوش ہوتے تھے اور دشمن رنجیدہ ہوتے تھے خصوصاً منصور دو ایسی ملعون تو آپکا ایسا خون کا پیاسا ہو گیا تھا جس کی حدود انتہا ہی نہیں طرح طرح کے ظلم حضرت پر کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ کسی طرح سے یہ امام دنیا میں نہ رہے منصور کی خوشامد اور منصور کی حکومت کی وجہ سے زیادہ لوگ آپ کے امام کے دشمن ہو گئے تھے چاہتے تھے کہ امام کا سایہ کسی طرح اٹھ جائے تاکہ منصور کی خوشی کا سبب ہو۔ ایک مرتبہ بہت سے خط امام کی طرف سے جلی بکھے گئے جس میں منصور کی بہت مذمت تھی منصور کو لوگوں نے روانہ کئے اور کہا کہ خراسان کے راستے سے یہ خط چنے گئے ہیں جو نہی یہ خط منصور کے پاس پہنچے غصہ سے آگ ہو گیا اسی وقت اپنے حاجب ربیع کو بلایا اور کہا آج میرا یقینی ارادہ ہے کہ میں جعفر صادق کو ضرور قتل کر ڈالوں تو اسی وقت جا اور جس حالت سے ہوں ابھی لے آؤ دیکھ تاکید کرنا کیوں کہ جس لباس میں ہوں اسی طرح لانا ربیع کو یہ سن کر بہت صدمہ ہوا اور یقین کامل ہو گیا کہ آج امام ضرور قتل کر ڈالے جائیں گے ربیع اس فکر میں پڑ گیا کہ میں امام کے پاس جاتا ہوں تو میری بھی شرکت قتل امام میں ہو جائیگی اور اگر نہیں جاتا ہوں تو منصور مجھ کو بھی قتل کر ڈالے گا اور میرے اہل و عیال کو مار کے گھر بار لوٹ لے گا۔ یہ سوچ کر خود جانے پر تیار نہ ہوا اپنے بیٹے محمد سے کہا کہ تو امام کے پاس جا اور حکم شاہی سے ان کو آگاہ کر کے جس حال میں ہوں فوراً لیکر آ۔ محمد ابن ربیع یہاں سے چلا جب دولت سرگرم امام

پر پہونچا تو دیکھا کہ زنجیر دروازہ لگی ہوئی ہے اس نے یہ دیکھا تو دیوار پر سیرٹھی لگائی اور حضرت کے دولت سرا میں داخل ہو گیا دیکھا کہ امام جعفر صادق ایک لباس کہنہ پہنے اور ایک رومال کو کمر مطہر باندھے ہوئے مشغول طاعت پروردگار عالم ہیں۔ محمد کہتا ہے کہ اسی وقت خوفِ خدا سے آپ کی عجیب کیفیت ہو رہی ہے جب نماز ختم ہوئی تو اس نے کہا کہ بہت جلد چلے آؤ کہ خلیفہ وقت نے بلایا ہے اور وہ قصر احمد میں بیٹھا ہو آپ کا انتظار کر رہا ہے یہ بھی عرض کر دوں کہ قصر احمد وہ مقام ہے کہ منصور جب کسی کو قتل کرتا تھا تو سرخ کپڑے پہن کر اسی قصر میں آکر بیٹھتا تھا غرض کہ حضرت نے جب محمد سے یہ سنا تو ارشاد فرمایا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون اس کے بعد فرمایا کہ اتنی مہلت دے کہ میں غسل کر کے تبدیل لباس کر لوں محمد نے کہا ایسا ہو نہیں سکتا حکم خلیفہ یہی ہے کہ جس حالت میں آپ ہوں اسی حالت سے میں لیجاؤں۔ آپ کے امام نے جب یہ سنا نہایت صبر و سکون سے محمد کے ساتھ روانہ ہوئے کس طرح سروپا برہنہ جو بادشاہ دین و دنیا ہو وہ اس طرح اسیر ہو جائے حضرت راستہ میں چاروں طرف نگاہِ حسرت سے دیکھتے تھے ضعف و نقاہت کا حضرت کے یہ عالم تھا کہ راستہ چلنا دشوار تھا کیونکہ ضعف کی حالت تھی سین مبارک قریب شش برس کے پہونچ چکا تھا منصور کان فاصلہ پر تھا قدم لڑکھڑاتے جاتے تھے رزیع قصر منصور کے باہر انتظار میں ٹہل رہا تھا دفعۃً دیکھا کہ حضرت سروپا برہنہ مثل مجبوروں کے محمد کے ساتھ چلے آ رہے ہیں رزیع یہ حال دیکھ کر پریشان

ہوا سر جھکایا حضرت نے فرمایا کہ رزیع چاہتا ہوں کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں تو منصور سے ملاقات کروں اس نے کہا ضرور پڑھ لیجئے حضرت نے اسی مقام پر نماز پڑھی اور منصور کے سامنے تشریف لائے منصور آپ کو دیکھ کر غصہ سے کانپنے لگا اور وہ خط سامنے رکھ دیئے جو مصنوعی تھے اور کہنے لگا اے آل ابوطالب تمہارے دل میں ایسا حسد ہے کہ تم بنی عباس کی اتنی خرابی کے خواہاں ہو۔ حضرت نے فرمایا جو کچھ تو کہہ رہا ہے وہ بالکل غلط ہے میں نے کبھی ایسی کسی شخص سے تحریک نہیں کی اور نہ کسی کو تیری شکایت کا کوئی خط لکھا اے منصور ہم کو مال و جاہ کی تمنا نہیں ہے ہم تو صرف خدا کے بھروسہ پر ہیں اور اسی پر ہمارا دار و مدار ہے اے منصور جب میں جوان تھا تب تو ظالمین بنی امیہ کا دفعیہ چاہا نہیں اب جبکہ ضعف و پیری ہے تو بنی عباس کے کاروبار میں کیونکر خلل انداز ہو سکتا ہوں۔ یہ کہہ کر امام جعفر صادق رونے لگے مگر منصور کے دل میں کچھ رحم نہ آیا اور شدتِ غیض و غضب میں اپنے ہونٹ چباتا ہی رہا اور بار بار اپنی تلوار میان سے کھینچتا تھا اور رہ جاتا تھا دفعۃً اس ملعون کا غصہ کم ہو گیا اور بہت آہستگی سے بولا کہ درست ہو اور بجائے میں خطا دار ہوں اور خطا میری ہی طرف سے ہے یہ کہہ کر اس ملعون نے حضرت کو اپنے پاس مسند پر بٹھایا اور غالبہ دان منگا کر آپ کی ریش مطہر کو اس سے خوشبو کیا اور اپنا خاص گھوڑا سواری کے لئے تیاری کا حکم دیا اور دستِ ہزار درہم آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کئے اور رزیع سے کہا کہ حضرت کو نہایت عزت و

نہ رہے۔ یہ دشمن امام جب مدینہ کا حاکم ہو کر آیا اس نے بیتہ تدبیر کی کہ جب حضرت اپنے دوستوں کو لئے ہوئے مکان میں بیٹھے ہوں دفعۃً آگ لگا دیجائے تاکہ حضرت اور حضرت کے ساتھی یکبارگی جل کر ہلاک ہو جائیں یہ تدبیر کی اور موقع پا کر فوراً آگ لگا دی یکایک سقف خانہ سے آگ کے شعلے آسمان پر جانے لگے چاروں طرف مکان میں دھواں بھر گیا گھر میں سخت اضطراب پیدا ہو گیا آپ کے غلام اور دوست باؤنا اس آگ کے بجھانے میں مصروف ہو گئے مگر کسی طرح وہ آگ کم نہیں ہوئی اور بڑھتی جاتی تھی آخر کار خود بہ نفس نفیس اٹھ کھڑے ہوئے اور عبا کے دامن کو ان شعلوں کی طرف حرکت دینے لگے اور فرمانے لگے اَنَا ابْنُ اِبْرٰہِیْمَ خَلِیْلِ اللّٰہِ وَاَنَا ابْنُ اِسْمٰعِیْلِ ذِیْبِجِ اللّٰہِ یعنی میں فرزند ابراہیم خلیل اللہ ہوں میں فرزند اسمعیل ذبیح اللہ ہوں یہ جملے زبان پر جاری ہو رہے تھے اور وہ آگ حکم خدا اور تائید زبان سے بجھ جاتی تھی یہاں تک کہ وہ تمام آگ جو غرودیوں کے ساتھیوں نے لگائی تھی ہم خدا سے بجھ گئی اور جان خلیل کی جان آگ نے سرد ہو کر سچائی جب یہ خبر منصور کو پہونچی آتش حد اور زیادہ بھڑکی آخر کار خفیہ تدبیر یہ کی کہ مدینہ میں اس کی طرف سے ایک حاکم تھا جس کا نام محمد ابن سلیمان تھا اس کے پاس چند دانے انگور کے جس میں برابر کا زہر ملا ہوا تھا بھیجے اور کہا جس طرح بھی ہو یہ انگور جعفر صادق کو کھلا دے والی مدینہ نے اپنے ایک معتبر اور معتمد شخص کو وہ انگور دیئے اور کہا جا اور

احترام کے ساتھ دولت سرائی تک پہونچا دے۔ ربيع حضرت کو دوسرا تک پہونچا کے واپس آیا تو منصور سے کہا کہ اے امیر پہلے تو تجھ کو ایسا غصہ تھا جس کی انتہا نہ تھی اور حضرت کے کلام کو سنے تو تجھ کو ایسا رحم آیا کہ بہت نرمی سے پیش آنے لگا آخر اس کا کیا سبب ہے منصور کہنے لگا اے ربيع جب تو نے پوچھا تو تجھ سے کہے دیتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ میرا بیان زبان سے نہ نکالنا اور نہ امام جعفر صادق کے دوستوں کو اگر معلوم ہو گیا تو انھیں ایک دلیل محکم ہاتھ آجائے گی اے ربيع جس وقت کہ جعفر صادق میرے سامنے آئے تو میں نے تلوار میان سے کھینچی پس دیکھا میں نے کہ جناب رسالت آج میرے سامنے تشریف لائے اور ایک تلوار ان جناب کے بھی ہاتھ میں تھی مجھ سے فرمایا منصور اگر کہیں تو نے میرے فرزند کو کوئی بھی صدمہ پہونچایا تو یہ سمجھ لے کہ میں بھی ابھی تجھ کو اسی تلوار سے قتل کر ڈالوں گا یہ دیکھ کر خوف عظیم مجھ پر طاری ہو گیا اور سوائے اس کے جھکو اور کچھ بن نہ پڑا کہ میں حضرت کو عزت کے ساتھ اپنے پاس سے رخصت کر دوں۔ حضرات مومنین اس ملعون نے کئی مرتبہ حضرت کے قتل کا ارادہ کیا مگر خدا کی قدرت تھی حضرت کی جان بچ جاتی تھی آخر اس ملعون نے حضرت کو مدینہ بھیج دیا اور ایذا رسانی کی ایک نئی تدبیر سوچی اس زمانہ میں مدینہ کا حاکم اس کا چچا زاد بھائی داؤد ابن علی تھا اس کو معزول کیا اور اس کی جگہ پر حسین ابن زید ابن حسن کو مدینہ کا حاکم کیا جو سخت دشمن تھا اس امام معصوم کا منصور نے بہت سا لالچ دیا اور کہا جس طرح ہو جعفر صادق کا نشان اب دنیا میں باقی

یہ انگور حضرت کو کھلا دے یہ شخص حاضر ہوا حضرت سے کہنے لگا یہ انگور بہت عمدہ ہیں نوش فرمائیے حضرت جانتے تھے کہ اب مشیت خدا میں یہی ہے کہ اب میں دنیا میں نہ رہوں فوراً آپ نے وہ دانہ انگور نوش فرمائیے۔ اسی وقت زہر ظاہر ہو گیا حالت متغیر ہونے لگی اپنے فرزند کو بلایا وصیتیں کیں۔ علم امامت تعلیم فرمایا اور اس کے بعد امام موسیٰ کاظمؑ کو گلے لگایا۔ یہاں تک ۵ اشوال ۳۲۷ھ کو آپ کی روح مبارک گلشن جنت کو پرواز کر گئی۔ آپ کی اولادوں میں سات صاحبزادے اور سات صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادوں میں امام موسیٰ کاظمؑ کو درجہ امامت ملا امام موسیٰ کاظمؑ نے اپنے ہاتھ سے اپنے پدر بزرگوار کو غسل دیکر کفن پہنایا کفن کوئی معمولی نہ تھا پانچ پارچوں کا کفن تھا جس میں دو چادریں مصری نہایت بیش قیمت تھیں اور ایک عمامہ سراقہ پر باندھا جو میرات میں امام زین العابدینؑ سے ملا تھا۔ لاش اٹھائی اور جنت البقیع میں دفن کر دیا بڑے خوش قیمت تھے یہ امام کہ سات بیٹے لاش کے ساتھ جانے والے اور عزت سے دفن کرنے والے اور سات بیٹیاں صف ماتم بچھلنے والی چھوڑیں۔ جب امام نے انتقال کیا ہوگا تو مدینہ والے سمجھ تو گئے ہوں گے کہ چھٹے امام کا انتقال ہو گیا۔ انکی بیٹیوں نے صف ماتم بچھا کر گرہ کیا ہوگا۔ صاحبزادہ کو کون تھا جو رونے سے منع کرتا یہ کہیں کا یہ طریقہ ہے کہ اگر بیٹی اپنے باپ پر روئے تو رونے سے منع کی جائے یہ طریقہ سوائے کربلا کے اور کہیں برتا نہیں گیا منع بھی کیا تو کس طرح کیا تسلی و دلاسا دیا؟ نہیں نہیں کیسی تسلی اور کیسا دلاسا کوئی اس طرح تسلی دیتا تھا کہ زور سے

تازیانہ مارتا تھا اور کوئی اس طرح دلاسا دیتا تھا کہ رخساروں کو طمانچوں سے نیلے کر رہا تھا اللہ اللہ پانچ پارچوں کا کفن امام جعفر صادقؑ کو دیا جائے اور ایک امام کو اس قابل لوگ سمجھ رہے ہیں کہ کفن دینا کیا بلکہ جو لباس جسم میں ہے وہ بھی اتار لے جاتے ہیں۔ اگر کوئی بھی دنیا میں مرجاتا ہے تو دوست عزیز اہل محلہ غمگین ہوتے رنج کرتے ہیں مگر وہ لوگ کیسے تھے کہ اپنے بنی کے نواسے کو قتل کر کے خوشیاں کر رہے تھے افسوس اہلبیت امام غریب امام کی مصیبت پر گریہ کریں اور دشمنوں کی یہ کیفیت کہ خوش و مسرور ہوں۔

حالات ولادت جناب امام موسیٰ کاظمؑ

قال اللہ تبارک و تعالیٰ وکل شیئ احصینا فی امانہ مبین ۵
خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ تمام چیزوں کا احصا کیا ہم نے امام مبین میں مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں بہت تفحیص کیا کہ امام مبین سے خداوند عالم کے نزدیک کون مراد ہے مگر آخر میں نتیجہ یہ نکلا کہ امام مبین سے سوائے علی ابن ابیطالب کے اور کوئی مراد نہیں واقعی میں ذات علی وہ ذات تھی کہ تمام کمالات اسی ذات میں جمع تھے یا ان کی اولاد امجاد میں جمع تھے جو ان کے وصی ہوتے گئے اور درجہ امامت پر فائز ہوتے گئے امامت کا درجہ کوئی معمولی درجہ ہے کہ حضرت ابراہیم کو کئی درجوں کے بعد یہ درجہ عطا ہوا۔ ہر شخص امام نہیں ہو سکتا ہے جس کو خدا امام بنائے۔ امام کی سچائی

جس سے کسی مخلوق کا کلام مخفی نہیں ہو سکتا چاہے وہ بنی آدم ہوں یا طائر ہوں یا چار پائے ہوں امام ہر مخلوق کے کلام کو سمجھتا ہے اور جس میں یہ خصلتیں نہ ہوں وہ امام نہیں صلوٰۃ۔ اس وقت بعض زبانوں کا علم عرض کرنا چاہتا ہوں جو کہ امام موسیٰ کاظمؑ سے ظہور میں آئے ابن ابی حمزہ خدمت میں امام موسیٰ کاظمؑ کے حاضر ہوئے یکایک تیس حبشی غلام جو ملک حبش سے حضرت ہی کے لئے خرید کئے گئے تھے حاضر کئے گئے ان میں سے ایک غلام نے جو ان میں سے زیادہ خوبصورت تھا اپنی زبان میں حضرت سے کلام کیا حضرت نے اسی کی زبان میں اس کو جواب عطا فرمایا اس غلام اور نیز تمام غلاموں کو تعجب ہوا ان کو یہ خیال تھا کہ ہم حبش کے رہنے والے ہماری حبشی زبان میں ہمارا کلام یہ سمجھ نہیں سکیں گے۔ حضرت نے فرمایا میں تجھ کو ایک مال کی مقدار دیتا ہوں تو ہر ایک غلام کو تیس تیس درہم دیدے یہ سن کر وہ سب کے سب باہر نکلے اور ایک دوسرے سے یہ کہنے لگا کہ یہ ہم پر خدا کا احسان ہے کہ اس نے ایسا آقا اپنے فضل و کرم سے عنایت کیا جو ہماری زبان میں ہم سے زیادہ فصیح کلام پر قادر ہے صلوٰۃ۔ ایک روز حضرت نے حسین ابن ابی العلاء سے فرمایا کہ میرے لئے ایک کنیز خرید کر کے لے آؤ۔ عرض کیا یا حضرت جائز یہ ایسی ہے جس سے میں بہت اچھی طرح واقف ہوں وہ تمام صفات سے موصوف ہے میری نظر میں اب تک اُس سے بہتر کنیز نہیں گزری لیکن ایک بات اس میں نہ ہوتی تو وہ آپ کے لائق ضرور تھی فرمایا وہ بات کیا ہے انھوں نے

کیا ہے وہ یہ ہے کہ امام سے وہ باتیں ظہور میں آئیں جو کسی سے نہ ہو سکیں۔ مثلاً مردہ کو جلانا مقام بے آب و گیاہ میں پانی کو جاری کر دینا۔ آگ کو سرد کر دینا چاند کے دو ٹکڑے کرنا۔ آفتاب کو پھیر واپس کرنا یہ وہ چیزیں ہیں جو اختیارات بشری سے بالکل باہر ہیں جس کو خدا یہ اختیار دیدے وہ امام ہے معجزہ سوائے نبی اور امام کے کسی کو خدا نے دیا نہیں۔ ابو بصیر نے خدمت امام موسیٰ کاظمؑ میں عرض کیا مولا امام کی پہچان کیا ہے فرمایا چند باتیں ایسی ہیں جس سے امام کی شناخت ہوتی ہے اول یہ کہ امام سابق اس کو امام معین کر دے اور اس پر نص بھی کر دے یعنی یہ بتا دے کہ سوائے اُس کے میرے بعد کوئی امام نہیں اور لوگوں کو پہچنوادے دوسرے جس قسم کا سوال کیا جائے فوراً اس کا جواب دے تیسرے جو باتیں آئندہ ہونے والی ہوں وہ پہلے ہی سے بتا دے چوتھے ہر ذی روح کی زبان کو واقف ہو یہ فرما کر حضرت نے ارشاد فرمایا اے ابو بصیر ابھی اسی وقت امام کی علامتوں میں سے ایک علامت تم کو دکھائے دیتا ہوں اسی اثناء میں اہل خراسان میں سے ایک شخص حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عربی زبان میں کلام حضرت سے کرنا شروع کیا حضرت نے اس کو فارسی میں جواب دینا شروع کئے اس نے کہا کہ میں نے فارسی میں آپ سے کلام اس وجہ سے نہیں کیا کہ آپ فارسی سے ناواقف ہوں گے آپ نے فرمایا تو مجھ سے واقف نہیں میں موسیٰ کاظمؑ ہوں اگر میں تیری زبان کو نہ سمجھتا تو پھر مجھ میں اور تجھ میں فرق ہی کیا رہتا اسکے بعد ابو بصیر سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے امام وہ ہو

کہا کہ وہ کنیز۔ مقامِ نوبہ کی رہنے والی ہے یہ مقام شہرِ حبش میں ہو نہ تو آپ کا کلام وہ سمجھ گی اور نہ آپ اس کی بات اور زبان کو سمجھ سکیں گے۔ یہ سنکر حضرت مسکرائے اور فرمایا جاؤ اور خرید کر کے تولادو بوجہ ارشاد یہ گئے اور کنیز خرید کر کے لے آئے آپ نے اس کی زبان میں پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے اس نے کہا میرا نام مونہہ ہے فرمایا یقیناً تو مونہہ ہے لیکن یہ تو بتا کہ اس سے پہلے تیرا نام جتہ تھا اس نے قولِ امام کی تصدیق کی اس کے بعد حضرت متوجہ ہوئے حسین ابن ابی العلاء کی طرف فرمایا آگاہ کہ اس کنیز نوبہ سے ایک ایسا فرزند پیدا ہوگا جو سب سے زیادہ سخی اور عابد ہوگا علاوہ میرے فرزند امام رضا کے عرض کیا یا حضرت یہ ارشاد ہو کہ اس فرزند کا نام کیا ہوگا تاکہ اس نام سے میں اس صاحبزادہ کو پہچان لوں فرمایا اس کا نام ابراہیم ہوگا علی ابن حمزہ بہ قسم کہتے ہیں کہ اسی کنیز نوبہ سے ایک صاحبزادہ پیدا ہوا اس کا نام ابراہیم رکھا۔ جب ابراہیم سن تیز کو پہونچے تو صفتیں ان میں وہی پائیں جو ہمارے امام نے ارشاد فرمادی تھیں۔ صلوٰۃ۔ اسحق ابن عمار ایک مرتبہ خدمتِ امام موسیٰ کاظمؑ میں حاضر تھے اتنے میں ایک شخص خراسان کا رہنے والا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اہل چین کی زبان میں کلام کرنے لگا اسحق کہتا ہے کہ کبھی میرے کانوں نے ایسی باتیں نہیں سنی تھیں معلوم ہوتا تھا کہ کوئی پرند جانور بول رہا ہے لیکن حضرت اسی کی زبان میں اس کو جواب دے رہے تھے تعجب ہو گیا عرض کیا ایسا کلام کہ میں نے کبھی بھی نہیں سنا۔ فرمایا چین والوں میں ایک قوم اس طرح باتیں

کرتی ہے عام چین والوں کی یہ زبان نہیں ہے اے اسحق تعجب کیا کرتے ہو۔ امام زمانہ وہی ہے جو ہر زبان سے واقف ہو چاہے چرند ہوں خواہ پرند ہوں خواہ انسان ہوں خواہ حیوان خواہ ملک ہوں خواہ جنات امام وہی ہے کہ جس سے کوئی بات مخفی نہیں صلوٰۃ۔ ایک مرتبہ آپ کے دوستوں میں سے ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے آپ سے وعدہ دعوت کا لیا آپ نے اقرار فرمایا۔ جو وقت معین تھا اسی وقت یہ حاضر ہوا اور حضرت کو اپنے ساتھ اپنے مکان پر لے گیا اور ایک تخت پر آپ کو بٹھایا جب حضرت اس تخت پر جلوہ افروز ہوئے ایک تخت کے نیچے ایک جوڑا کبوتر کا پھر رہا تھا نرنے مادہ کے سامنے گونجنا شروع کیا صاحب خانہ حضرت کے لئے کھانا لینے گیا تھا جب وہاں سے پلٹا تو دیکھا امام موسیٰ کاظمؑ ہنس رہے ہیں عرض کیا خدا آپ کو ہمیشہ خوشی خورم و شاد و مسرور رکھے لیکن اس وقت حضور جو ہنس رہے ہیں تو کیا سبب ہے فرمایا ہنسا میں یوں کہ یہ کبوتر گونج گونج کر اپنی مادہ سے کہا کہ اے میری عروس اور اے میری سکون دل قسم بخدا کی تمام روئے زمین پر کہ مجھے تجھ سے زیادہ محبوب نہیں مگر ہاں یہ شخص جو اُس تخت پر بیٹھا ہے اس کبوتر نے میری طرف اشارہ کیا یا حضرت میں فدا ہو جاؤں آپ پر کیا پرندوں کی بھی آپ زبان سمجھتے ہیں فرمایا :

ہمیں جہاں سب خدا نے شرف دیئے ہیں ایک ان میں سے یہ بھی ہے کہ پرندوں کی بھی زبان سکھائی گئی ہے۔ صلوٰۃ۔ بطائنی ناقل ہیں کہ بیرون مدینہ امام موسیٰ کاظمؑ کی ایک زمین تھی وہاں آپ

تب اس نے مجھ کو یہ دعا دی کہ آپ حفظ و حمایت خدا میں تشریف
 لیجائیے خدا آپ پر اور آپ کی ذریت پر و احباب پر کبھی کسی درند
 کو مہملط کرے جب اس نے یہ دعا دی تو میں نے آمین کہی صلوٰۃ
 دنیا میں جتنے نئی روح ہیں امام انکی زبانوں سے واقف ہیں
 اس طرح کہ انکی بات سمجھیں اور وہ امام کی باتوں کو سمجھیں اس
 وقت میں نے پانچ زبانوں کی حالت آپ حضرات سے سامنے عرض
 کی دیکھئے بادشاہ کو چاہیے کہ اپنی رعایا کی زبان چاہے وہ کیسی
 ہی کیوں نہ ہو اس کو سیکھے اور سمجھے ہمارے آئمہ کو خدا نے بادشاہ
 دین و دنیا کر کے دنیا میں بھیجا تھا اور یوں نہیں بھیجا تھا بلکہ ہر
 علم اپنی قدرت سے سکھا کے اور پڑھا کے بھیجا تھا جھلی تو یہ وجہ
 تھی کہ جو آیا اور جس زبان میں اس نے بات کی فوراً اسی کی زبان میں
 اس کو جواب دے دیا اب مجھ کو ختم کلام میں اپنے ساتویں امام
 امام موسیٰ کاظمؑ کی حالت ولادت عرض کرنا ہے پہلے یہ عرض کروں
 کہ آپ کی والدہ معظمہ کہاں سے آئیں ابن عکاشہ ابن محض الاشج
 ایک روز امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اتنے میں آچکے
 صاحبزادے امام جعفر صادقؑ بھی وہاں تشریف لائے دونوں حضرات
 نے ان کو انگور رعایت فرمائے انھوں نے وہ انگور کھانا شروع کئے
 درمیان انگور کھانے کے انھوں نے امام محمد باقرؑ سے عرض کیا آتا
 ابھی تک آپ نے اپنے فرزند کی شادی کی کوئی فکر نہیں کی اس لئے
 کہ ماشاء اللہ اب تو شادی کے قابل ہیں امام محمد باقرؑ نے یہ سنا اور
 ایک تھیلی روپیوں کی جو حضرت کے سامنے رکھی ہوئی تھی اٹھا کر ابن

خجر پر تشریف لیجا رہے تھے اشارہ راہ میں ایک شیر دیکھائی دیا۔
 بطائنی کہتا ہے کہ جب میں نے شیر کو دیکھا دل کا پنے لگا اور میں نے
 اپنے قدم پیچھے ہٹائے مگر امام نے اپنی سواری آگے بڑھائی اور شیر
 کی کچھ پروا بھی نہ کی یہاں تک کہ وہ حضرت کے قریب آیا آپ نے
 سواری روک لی دیکھا میں نے کہ وہ شیر کچھ عاجزی کرنے لگا اور
 اپنی زبان میں حضرت کے کان میں کچھ کہنے لگا اور حضرت سننے لگے
 اس کے بعد اس شیر نے اپنے ہاتھ حضرت کے خچر کے پیٹھوں پر رکھ
 دیئے جب وہ کہہ چکا تو علیحدہ ہوا حضرت نے منہ اپنا قبلہ کی طرف
 کیا اور دعا کرنا شروع کی آپ کے لب ہائے مبارک کو جنبش ہو رہی
 تھی مگر میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ حضرت کیا ارشاد فرما رہے ہیں
 اسکے بعد اس شیر سے فرمایا اب تو جا شیر نے بہت زور سے سمبہ کیا
 اور حضرت آمین آمین فرمانے لگے جب وہ شیر چلا گیا اور میری نظروں
 سے غائب ہو گیا تو میں نے کہا یا حضرت اس شیر کا کیا قصہ ہے میں تو
 اس کے قریب آتے ڈر رہا تھا اور مجھے آپ کے متعلق بھی بہت خوف
 تھا لیکن تعجب اس کا ہے کہ وہ آپ کے قریب بھی آیا اور آپ سے
 اس نے اپنی زبان میں باتیں بھی کیں اور آپ نے جواب بھی اس کو
 دیئے فرمایا البتہ شیر میرے پاس اس غرض سے آیا تھا کہ اس کی
 مادہ ولادت کی مشکل میں گرفتار ہے اس نے مجھ سے کہا کہ میں ولادت
 کی آسانی کے لئے دعا کروں چنانچہ میں نے اس کے لئے دعا کی اسی اشارہ
 میں مجھے الہام ہوا کہ اس کے یہاں نرم پچہ پیدا ہوا ہے میں نے اس
 بچے کی اس کو بشارت دی کہ جا اور تیرے یہاں نرم پچہ پیدا ہوا ہے۔

عکاشہ کو دی اور فرمایا تمہارا کہنا بہت مناسب ہے یہ تھیلی لجاؤ
ایک شخص شہر بربکار بننے والا یہاں آئیوا لایا ہے اور وہ مقام
کمرے گامیوں کے مکان پر جو اس وقت مدینہ میں مشہور و معروف
برودہ فروش ہے اس تھیلی کی رقم دیکر ایک کنیز خرید کے لے آؤ
آپ نے اس کنیز کی صفتیں بھی تعلیم کر دیں۔ حسب الحکم وہ تھیلی
لے کر میموں برودہ فروش کے مکان پر گئے اور اس برودہ فروش
سے جو بربکار بننے والا تھا ملاقات کر کے کہا کہ ہم کو ایک کنیز کی ضرورت
ہے اس نے کہا تم نے آنے میں دیر کی سب کنیزیں تو بک گئیں صرف
دو کنیزیں باقی ہیں جو بیمار و علیل ہیں انھوں نے کہا اچھا وہی دو
کنیزیں دکھا دے یہ سنکر وہ دونوں کنیز کو لے آیا انھوں نے ان دونوں
میں سے ایک کنیز کو پسند کر کے کہا اسکی قیمت کیا ہے اس نے کہا
ستر دینار انھوں نے کہا کچھ کم کر دو اس نے کہا کچھ کم نہ ہو گا یہ کہنے لگے
اچھا اس بات پر راضی ہے کہ یہ تھیلی جو میرے پاس ہے کھولتا
ہوں جتنی بھی اس میں رقم ہو اس رقم پر میں خرید لوں اور تو
بیچ ڈال۔ اس نے کہا تھیلی کھول کر کیا کرو گے اگر کچھ بھی کم ہو تو میں
ہرگز ہرگز فروخت نہ کروں گا۔ ان کو اس کا علم بالکل نہ تھا کہ اس
تھیلی میں کتنی رقم ہے۔ جب وہ برودہ فروش اس بات پر راضی
نہ ہوا تو انھوں نے خیال کیا کہ تھیلی کھول کر رقم کو شمار کر لینا چاہیے۔
یہ خیال کر کے اب جو تھیلی کو کھولا اور رقم شمار کی تو پورے ستر دینار
تھے نہ کم تھے نہ زیادہ ابن عکاشہ کو حیرت ہو گئی اور دل ہی دل
میں مدح و ثنا امام محمد باقرؑ کی کرنے لگے غرض کہ اس کنیز کو لیکر حضرت

کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت دیکھ کر خوش ہوئے فرمایا اے
کنیز خدا تیرا کیا نام ہے عرض کی میرا نام حمیدہ ہے آپ نے اسی
وقت حمیدہ کو بیت الشرف میں داخل کیا اور بعد چند روز کے
امام جعفر صادقؑ کا عقد حمیدہ خاتون سے کر دیا اور اس کے بطن
مبارک سے جناب امام موسیٰ کاظمؑ پیدا ہوئے۔ اعتراض کرنے
والے اعتراض کرتے ہیں کہ امام کی ماں اور کنیز۔ تو جواب اس کا
یہ ہے کہ اس امر میں نہ عقلی نقصان ہے نہ شرعی اگر اس مقام پر
غور سے کام لیا جائے تو ایسی پاک و پاکیزہ یہ بیبیاں ہیں جو خدا کی
طرف سے ایسی جلیل امانتوں کے لئے منتخب ہوئی تھیں اور خدا نے
ان کے مرتبہ کو یوں بڑھایا کہ خانہ رسالت تک بواسطہ کنیزی آئیں
اور اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہو گئیں اور ان میں کیا سب کنیزیں
تھیں ہرگز ہرگز نہیں ظاہر کنیزیں تھیں واللہ شاہزادیاں تھیں
جیسے والدہ امام زین العابدینؑ اور والدہ امام محمد باقرؑ اور والدہ
امام آخر الزمانؑ یہ شاہزادیاں ایسی تھیں جنکی خاندانی جلالت پر
مفسرین و اہل حدیث و اہل تاریخ نے شہادت دی ہے کہ ان
عصمت میں کسی ایک کے بھی وہبہ نہ تھا باپ کا غلام ہونا و قادر کو
گھٹا دیتا ہے اسی وجہ سے خدا نے اپنے انبیاء کو ان چیزوں سے
بری رکھا جن سے ذرہ برابر بھی لگا ہوں میں کسی کے انکی بے وقعتی
ہو لیکن ماں کا کنیز ہونا سلسلہ انبیاء میں ثابت ہے اور اگر ماں کا
کنیز ہونا انبیاء اور آئمہ میں خلاف شان ہوتا تو ہرگز پروردگار عالم
اس بات کو پسند نہ فرماتا یہ بات مسلم ہے کہ جب حکم خدا امام کو الہام

ہوا تب ہی یہ کنیز خریدی گئی اور وہی رقم تھیلی میں بند کر کے دی جس قیمت پر وہ بردہ فروش بیچنے والا تھا جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ معظّمہ اسی عہد جلیلہ کے لئے خدا کی طرف سے معین تھیں اور سب سے زیادہ امر یہ ہے کہ جب یہ معظّمہ آئیں تو ان کی عصمت پر گواہیاں گزریں جس میں وہ تاجر بھی گواہی میں شریک تھا اور خود ہمارے امام کا قول ہے کہ حمیدہ خاتون طلّائے خالص کی طرح صاف و پاکیزہ ہیں اور ملائکہ نے برابر حکم خدا سے ان کی حفاظت کی یہاں کہ یہ معظّمہ اس کرامت پر پہنچیں کہ بہو ہوئیں امام محمد باقر کی زوجہ ہوئیں امام جعفر صادق کی ماں ہوئیں امام موسیٰ کاظم کی۔ ان کے شرف و عزت کے بارے میں لکھا ہے کہ جناب حمیدہ خاتون آن زمانہ میں مجمع دینیہ سے آراستہ و پیراستہ تھیں آپ کے علم و کمال و جامعیت کو مدینہ کے تمام علماء اور فضلاء مانے ہوئے تھے بڑے صاحبان استعداد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور مسائل شرعیہ اور احکام دینیہ کے عقدہ مالا یخل حلال مشکلات کے پوتے کی ماں سے حل کیا کرتے تھے آپ کے بطن مبارک سے تین صاحبزادے اور بھی تھے۔ علاوہ امام موسیٰ کاظم کے۔ ابو بصیر کہتا ہے کہ ایک مرتبہ میں امام جعفر صادق کے ساتھ تھا اور بھی بہت سے لوگ تھے یہاں تک کہ حضرت نے مقام ابوا میں قیام فرمایا اور اپنے اصحاب کے لئے بہت سا کھانا تیار کرایا ہم سب لوگ مشغول اکل و شرب تھے کہ ایک پیغام حضرت کے پاس آیا کہ یا حضرت ذرا تشریف لے چلیے حضرت نہایت خوشی و سرور کے ساتھ

اٹھے اور تشریف لیجا کر تھوڑی ہی دیر نہ گزری تھی کہ ہنستے ہوئے وہاں سے واپس ہوئے حالت آپ کی یہ تھی کہ استیناس آپ کی چڑھی ہوئیں تھیں عرض کیا مولا اللہ آپ کو ہمیشہ ہنستا رکھے۔ کون واقعہ خوشی کا ہوا فرمایا خدا نے بطن حمیدہ سے مجھے ایک فرزند ایسا عطا فرمایا ہے جو بہترین مخلوقات ہے اور حمیدہ نے مجھ سے اس فرزند کی وہ باتیں بیان کیں جن کو میں پہلے سے جانتا تھا وہ یہ کہ اس فرزند نے پیدا ہوتے ہی زمین پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر سر اپنا سوئے آسمان بلند کیا ابو بصیر آگاہ ہو کہ یہ علامت رسول اور اس امام کی ہے جو بعد رسول اوصیاء میں سے ہو ابو بصیر نے عرض کیا یا حضرت یہ تو ارشاد ہو کہ امام کی خلقت کیونکر ہوتی ہے حضرت نے فرمایا کہ مادہ خلقت امام و نبی ایک ایسے جام بہشت سے ہوتا ہے کہ جس میں ایک چیز پانی سے زیادہ رفیق و دودھ سے زیادہ سفید اور مسکہ سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ سرد یہ شربت ایک جام میں نبی و امام کے لئے حکم خدا سے آتا ہے چنانچہ اس مولود کی خلقت کے لئے میرے واسطے یہی آیا تھا جس کی وجہ سے مجھ کو علم تھا کہ حمیدہ خاتون سے جو بچہ پیدا ہو گا تو حجت خدا ہو گا پس اے ابو بصیر آگاہ کہ اس وقت جو بچہ پیدا ہوا ہے یہ خدا کی حجت ہے اور یہی میرے بعد تم سب کا امام ہو گا۔ منقول ہے کہ جب امام پر بطن مادر میں چار ماہ گزر جاتے ہیں تو حکم خدا سے ایک ملک جس کا نام حیوان ہے حاضر ہو کر امام کے داپسے بازو پر یہ آیت لکھتا ہے و غت کلمۃ ربک حین فاعدا لاکا اور جب امام

قصہ در مدح جناب امام موسیٰ کاظمؑ

عبادت سے تم اپنی خلق کو حیرا بنادینا
مے زنداں کو خائز بنادینا
لقب ابدی عطا ہر ہی کہ ہو نور خدا مولا
چراغ دیں کو رشک نیر تاباں بنادینا
عیسوی بپا عجاز تکلم مثل روح اللہ
تمہارا ہمد میں یعقوب کو حیرا بنادینا
تمہاری پاؤں شیروں نے چومد تعجب کیا
تمہیں آتا ہی جب حیوان کو انسان بنادینا
اگر منظور ہو حاجت والی ابن صالح کی
فلک کے بادلوں کو تابع فرماں بنادینا
لعاب طیب طاہر کا یادنی سا کرشمہ ہے
ہر آب شور کو سرچشمہ حیواں بنادینا
کہیں ہمنام ہونے سے نہ ہو دعویٰ یتائی
ضیاء دلخ کو سوی کو ذرا حیرا بنادینا
نعمت افضل علیٰ ہر نعمت سے جنت کی
تم اپنے قصر کا مولا مجھے درباں بنادینا
تم لے باب الحوائج خلق کے حاجت دہا پھر
مری بگڑی ہوئی تقدیر کو بھی پابنادینا
شرائینہ ہے اس واقعہ کی بزم ہارونی
کسی کا وحشیوں کو بندہ احسا بنادینا

حالات وفات جناب امام موسیٰ کاظمؑ

خالق علم قرآن مجید میں اس وقت کا ذکر کر رہا ہے جب آدم کا پتلا
بن گیا تھا اور روح پھونکنا باقی تھی ملائکہ سے ارشاد ہوا تھا اے میرے
ملائکہ دیکھو جب میں اس جسد میں روح پھونکوں تو تم سب کے سب سجدہ
میں جھک جانا اس لئے کہ میں زمین پر خلیفہ بناؤں گا ملائکہ عرض کرنے

بطن مادر سے باہر آتا ہے تو ایک منادی منجانب اللہ عرش اعلیٰ
سے اس امام کا نام اور اُس امام کے باپ کا نام لے کر تین مرتبہ یہ
آواز دیتا ہے کہ میں نے تجھے بہت بڑے امر کے لئے پیدا کیا ہے اور
تو تمام مخلوق میں میرا پسندیدہ ہے اور تو ہی میرے اسرار کا جاننے
والا اور ان کا امین ہے تو ہی میرے علم کا ظرف اور میری وحی کا
امانت دار ہے اور تو ہی زمین پر میرا نائب اور خلیفہ ہے غرض کہ ولادت
باسعادت امام موسیٰ کاظمؑ مقام ابوالجو در میان مکہ اور مدینہ کے ہے
۷ صفر ۱۵۰ھ میں بروز پنجشنبہ واقع ہوئی کنیت آپ کی ابو الحسن تھی
لقب آپ کا کاظم تھا اور یہی القاب آپ کے اہل تاریخ نے لکھے ہیں مثلاً
ایک لقب آپ کا نفس زکیہ تھا ایک زین المجتہدین تھا دینی صابر امین
ذاتہر عبد صالح بھی تھا اور باب الحوائج بھی کہتے ہیں حضرت کے بعض
القاب کی وجہیں بھی سن لیجئے۔ ذاتہر کا لقب آپ کے لئے یوں زیبا تھا
کہ آپ اپنے بے نظیر اخلاق اور روشن صفات کی وجہ سے ہر ایک کے
لئے ظاہر اور درخشاں تھے اور کاظم لقب آپ کا یوں ہوا کہ آپ ظالموں
کے افعال سے چشم پوشی فرماتے تھے اور غصہ کو روکتے تھے اور آپ کی
کثرت عبادت اور قائم اہل ہونے کی وجہ سے آپ کو عبد صالح کہتے
تھے خداوند عالم تمام مومنین کی حاجتوں کو بر لائے اور اس خادم الذکرین
کے گناہوں کو عفو فرمائے صدقہ میں اس امام کے جن کی وجہ سے صابجا
حاجت کی حاجتیں روا ہوتی ہیں جن کا لقب باب الحوائج ہے۔ جن کو
زائرین روضہ میں داخل ہونے کے ساتھ ہی باب الحوائج کہہ کر پکارتے
ہیں وہ کون وہ بھی امام موسیٰ کاظمؑ ہیں جن کی تاریخ ولادت باسعادت
آج ہے۔

لگے خداوند کیا تو ایسے کو خلیفہ بنائے گا جو فساد خونریزی کرے
حالانکہ ہم تیرے سجدے کرتے ہیں اور تیری تسبیح کرتے ہیں تو اس
وقت پروردگار عالم نے فرمایا ملائکہ سے کہ وہ علم جو ہم جانتے ہیں
وہ تم نہیں جانتے واقعی علم خدا کو کون جان سکتا ہے بس وہی جانتا
اور اس کے خاص بندے جائیں اب یہ تلاش کرنا پڑا کہ اس کے
خاص بندے کون ہیں سمیع خراش سے کچھ فائدہ نہ ہو گا مختصر سمجھ لیجئے
کہ خدا نے اپنی خدائی بھر میں اگر خاص بندے خاص کئے تو وہ محمد و آل محمد
تھے انھیں کو مالک آسمان کر دیا انھیں کے لئے زمین پیدا کر دی انھیں
کی خدمت کے لئے انسانوں کی کیا حقیقت فرشتے پیدا کر دے انھیں
کے لئے جنت خلق کر دی انھیں کے لئے سمندر و دریا زمین پر بہا دیے
انھیں کی وجہ سے پہاڑوں کی خلقت ہوئی یہی وہ ہیں جنکے لئے جنت
پیدا ہوئے۔ یہی وہ ہیں جنکی وجہ سے دنیا اور دنیا کی ہر چیز خدا
نے خلق فرمائی یہی وہ ہیں کہ اپنے علم سے انکو اب علم دیا کہ نہ کسی
کو دیا تھا اور نہ دیگا جبھی تو جب کسی نے جس زبان میں جس علم میں
جیسا بھی سوال کیا اسی وقت اس کا جواب دیدیا۔ یہ ہر صاحب علم
مانے ہوئے ہے کہ محمد مصطفیٰ اور ان کے بارہ وصی جیسے عالم تھے دیا
کوئی دنیا میں نہیں گزرا بڑے بڑے عالم آتے تھے اور کیسے کیسے
مشکل سوال پیش کرتے مگر یہ حضرات اسی وقت جواب دیدیے تھے
معصوم کا ارشاد ہوتا تھا اس موقع پر جب لوگ سوال کے جواب سے
عاجز ہوتے تھے تو معصوم بلائے جاتے تھے مشکل سے مشکل سوال پیش
ہوتے تھے مگر حضرت فرماتے تھے کہ اس تنکے کے اٹھالینے سے بھی زیادہ

میرے نزدیک ہر مشکل سے مشکل سوال کا جواب سہل ہے عرض کیا
کیا یا حضرت آپ تو ہر سوال کا جواب بغیر سوچے سمجھے اس طرح دیتے
ہیں کہ عقل حیران ہے حضرت نے ہاتھ بڑھا کر فرمایا کہ دیکھ میرے
ہاتھ میں کئے اونگلیاں ہیں اس نے کہا پانچ فرمایا تو نے کچھ سوچا
نہیں عرض کیا اسمیں کیا سوچنا یہ تو بالکل سامنے کی بات ہے آپ
نے فرمایا اسی طرح ہر مشکل سوال کا جواب بھی ہمارے نزدیک سامنے
کی بات ہے۔ ایک بات یہ ضرور ہے کہ واقعات یہ حضرات جو فرماتے
تھے وہ عقل انسانی میں آنہیں سکتا کیا مجال جو ان نکات کو سمجھ سکے
جو یہ حضرات اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی مثال تھے ایک واقعہ
اس وقت عرض کرتا ہوں جس کو سنکے انشاء اللہ وجد آجائے گا۔ ایک
مرتبہ ہارون رشید برائے حج مکہ میں آیا طواف کرنے کے وقت
اس نے عام حکم دیدیا کہ کوئی دوسرا شخص میرے ساتھ طواف نہ
کرے یہ حکم دیکر اس نے طواف کرنا شروع کیا اسی اشارہ میں ایک
عربی جو ان آیا اور طواف کرنے لگا۔ درباریوں نے کہا اے جو ان
خلیفہ کے پاس سے ہٹ جا اس کو جو ان نے کہا آخر کیوں ہٹ
جاؤں اس لئے کہ یہ وہ مقام ہے کہ خدا نے ادنیٰ اعلیٰ چھوٹا بڑا
امیر فقیر بادشاہ رعایا مفلس تو نگر سب کو برابر رکھا ہے اور فرمایا
سواءان..... یہ سنکر ہارون نے ملازموں کو منع کیا اسکا
مطلب یہ ہوا کہ اس جو ان کو طواف کرنے دو یہ کہہ کر خود طواف کرنے
لگا اور وہ جو ان بھی طواف میں مشغول ہوا لیکن ایک امر یہ ہوا کہ
جب ہارون طواف کرے وہ جو ان ہر مرتبہ اسکے آگے ہو جاتا تھا

قصد سے دریافت کرتا ہے تو جس طرح ایک معلم عالم سے یا ایک شاگرد معلم سے کسب علم کرتا ہے اسی طریق پر تم بھی تحقیق مسائل کرو یہ سنکر ہارون مؤدب بیٹھ گیا اور کہنے لگا بس صرف یہ بتاؤ کہ واجب شرعی کتنی چیزیں ہیں اس جوان رعنا نے فوراً بتانا شروع کیا کہ سن واجب شرعی ایک اور پھر پانچ اور پھر سترہ اور پھر چونتیس اور چورائے اور ایک سو تیرن اور پھر بارہ میں ایک اور پھر چالیس میں ایک اور تمام عمر میں ایک اور ایک کے عوض میں ایک یہ جواب سنکر منسنے لگا اور کہا کہ میں نے تم سے واجبات پوچھے اور تم نے مجھے حنا گنتی کر کے سنا دیا اس جوان نے کہا کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ دین و دنیا کا دار و مدار بالکل حساب پر ہے ورنہ خداوند عالم قیامت میں خلایق کا کیوں حساب لیتا۔ ہارون نے کہا اچھا جو کچھ تم نے کہا ہے اور اگر تم اپنے دعوے پر سچے ہو تو ایسے حساب کی توضیح و تشریح بھی کر دو نہیں تو اچھی طرح سمجھ لو اور سن لو کہ ابھی درمیان صفا و مروی تم کو قتل کر ڈالوں گا یہ سنکر ایک خادم نے کہا اے امیر یہ جائے مقدس و معظم ہے اس جوان عربی کے قتل کا قصہ ہرگز ہرگز یہاں نہ کرنا۔ ہارون نے کہا خیر تم اپنے بیان کی تفصیل کرو یہ سنکر اس جوان عربی نے کہا کہ میں نے کہا تھا کہ واجب ایک ہے وہ دین اسلام ہے کیونکہ سوائے دین اسلام کے دوسرا دین خدا کے نزدیک مقبول نہیں اور پھر میں نے جو کہا کہ پانچ واجب ہیں وہ ہر روز کی پانچ نمازیں ہیں اور پھر سترہ جو میں نے کہا ان سے انھیں پانچ نمازوں کی سترہ رکعتیں مراد ہیں، اور چونتیس جو میں نے واجبات بتائے وہ ہر رکعت کے دو دو

طواف کے بعد ہارون رشید نے حجر الاسود کے بوسہ کا قصد کیا پھر وہ نوجوان بڑھ گیا اور حجر الاسود کا بوسہ ہارون سے پہلے اسی نے لیا۔ اسکے بعد اس نے کہا کہ مقام ابراہیم پر چکر نماز پڑھنا چاہیے یکایک پھر وہ نوجوان نمودار ہو گیا اور ہارون کے آگے بڑھ کر اسی نے نماز ادا کی جب ہارون رشید نماز سے فارغ ہوا تو اس جوان کو اس نے اپنے پاس بلا بھیجا خادم اس جوان عربی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ آپ کو بادشاہ وقت اور خلیفہ عصر بنے بلایا ہے اس وقت اس نوجوان عربی نے نہایت بے خوفی اور متانت سے جواب دیا کہ میرا کوئی کام نہیں میری کوئی غرض نہیں کہ میں اسکے پاس جاؤں اور اگر اس کو مجھ سے کوئی کام ہے تو وہ میرے پاس آئے۔ ملازمین نے جو اس جوان سے سنا وہ ہارون رشید سے آکر بیان کیا یہ سنکر ہارون رشید خود آیا اور کہنے لگا اے جوان اجازت ہے کہ میں ذرا یہاں پر بیٹھ جاؤں اس جوان نے کہا کہ یہ میرا مکان نہیں جو مجھ سے اجازت چاہتا ہے یہ تو خانہ خدا ہے چاہے بیٹھو چاہے کھڑے رہو چاہے چلے جاؤ یہ سنکر ہارون رشید کو کچھ جواب نہ دیتے بن پڑا اور بیٹھ ہی گیا اور کہا اے جوان تجھ میں بڑی جرأت ہے۔ سلاطین زمانہ اور خلیفہ وقت سے اس طرح بائیں کرتا ہے اس جوان نے کہا بیشک واقعہ تو یہی ہے۔ ہارون نے کہا میں اس وقت تم سے کچھ پوچھوں گا۔ اگر تم نے نہ بتایا تو سزا دی جائے گی اس جوان نے کہا کہ جو تم پوچھنا چاہتے ہو وہ اپنے فائدہ کے لئے یا امتحان ہے ہارون نے کہا اپنے فائدہ کے لئے پوچھنا چاہتا ہوں اس جوان نے کہا اگر اس

سجدے مراد ہیں اور چورانوے جو میں نے کہا ان سے چورانوے تکبیریں مراد ہیں جو ہر رکعت میں رکوع و سجود کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں اور ایک سو تیرہ اس سے تسبیحات مراد ہیں جو نماز پنجگانہ کے ساتھ ادا ہوتی ہیں اور اس کے بعد جو میں نے کہا کہ چالیس میں ایک واجب ہوتا ہے وہ رقم زکوٰۃ کی ہے کہ چالیس دینار میں ایک دینار کے شمار سے ادا کی جاتی ہے اور بارہ میں ایک جو میں نے کہا وہ سال کے بارہ مہینوں میں سے ایک مہینہ شمار کیا جاتا ہے یعنی رمضان المبارک جس کے پورے مہینے کے روزے واجب کئے گئے ہیں اور عمر بھر میں ایک فرض جو میں نے کہا وہ فریضہ حج ہے جو انسان کے لئے عمر میں ایک بار فرض کیا گیا ہے اور ایک کے عوض ایک جو میں نے کہا وہ خون ناحق ہے جیسا کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے *الْأَنفُسُ بِالنَّفْسِ* یعنی جب قاتل مقتول کو مار ڈالتا ہے تو وہ قاتل مقتول کے عوض واجب القتل ہو جاتا ہے جب اس جوان عربی نے اس طرح بالتفصیل بیان کر دیا تو ہارون رشید دنگ ہو گیا فوراً ایک تھیلی اشرفیوں کی جو اسکے پاس تھی تھی وہ اس جوان کی خدمت میں پیش کی اس جوان نے کہا کہ یہ تھیلی اشرفیوں کی مجھے میرے مسئلہ بتانے کے عوض میں ہے یا میری باتوں سے منتفع ہونے کی غرض سے۔ ہارون نے کہا صرف آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی وجہ سے پیش کیا جاتا ہے۔ سبحان اللہ اس جوان کی سخاوت بھی سماعت فرمائیے کہ اسی وقت اسی مقام پر اصلی مستحقین پر تمام و کمال وہ اشرفیاں تقسیم کر دیں ہارون رشید مدح و ثنا کرنے لگا کہ ایسا شخص تو میری نظر سے کبھی گذرا ہی نہیں اس لئے کہ اس

جوان نے نہ تو میری بادشاہت کا کچھ خیال کیا نہ میری خلافت کا کوئی اثر لیا نہ مجھ سے کسی طرح خوفزدہ ہوا اور قسم ہے خدا کی ایسا مسئلہ تو آج تک کسی نے سنا بھی نہیں ہو گا اور دنیاوی لالچ اس جوان کے پاس بالکل نہیں جتنی اشرفیاں تھیں سب تقسیم کر دیں اپنے لئے ایک اشرفی بھی نہیں رکھی واقعی یہ خدا کا خاص بندہ ہے اور اس کا مرتبہ پیش خدا ایسا ہو گا کہ میرے نزدیک پروردگار عالم یہ عزت کسی کو نہ دے گا یہ کہہ کر اس جوان سے رخصت ہو کر لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ بتاؤ کہ یہ جوان عربی کون ہے لوگوں نے کہا اے خلیفہ مجھ کو کیا نہیں معلوم یہ امام موسیٰ کاظمؑ فرزند ہیں امام جعفر صادقؑ کے اور پوتے ہیں امام محمد باقرؑ کے جب ہارون نے یہ سنا تو کہنے لگا کہ کیوں نہ ہو ایسے عظیم الشان درخت کے ایسے ہی پتے ہوتے ہیں کہنے کو تو اس طرح کہہ دیا مگر دل میں عہد کیا کہ اس امام کا دنیا میں رہنا کسی طرح مناسب نہیں طرح طرح کی اذیتیں دیکر قید خانہ میں قید کر کے تدبیریں کرنے لگا کہ امام موسیٰ کاظمؑ کا وجود دزدی وجود باقی نہ رہے سوچتے سوچتے آخر سندی ملعون کو بلا کر کہنے لگا کہ ایک ترکیب میرے سمجھ میں آئی ہے کہ موسیٰ کاظمؑ کو کھانے میں زہر ملا کر دے دیا جائے اس سے فائدہ ہم دونوں کو یہ ہو گا کہ لوگوں کے الزام اور طعنوں سے بچ جائیں گے ہر شخص یہی سمجھے گا کہ حضرت نے حالت علالت میں اپنی موت سے انتقال کیا ہے دوسری ترکیب یہ ہے کہ جب زہر دیدیا جائے تو شہر کے بڑے بڑے خاص لوگوں کو بلا کر دکھا دیا جائے کہ حضرت اپنی قضاء و موعودہ سے وفات پا رہے ہیں ان پر سلطنت کی طرف سے کوئی ظلم نہیں کیا گیا ہے

ایک دانہ یا سات دانے یا دس دانے نوش فرمائے اسکے بعد وہ کتا جس کو ہارون بہت دوست رکھتا تھا ذخیر سمیت سندی ملعون کے ساتھ آگیا تھا اور سامنے حضرت کے کھڑا ہوا تھا آپ نے ایک دانہ مصلحتاً اسکے سامنے پھینک دیا اس نے وہ دانہ کھالیا اور اسی وقت زمین پر لوٹ کر مر گیا یہ دیکھ کر سندی شقی حضرت کے پاس سے چلا آیا اور ہارون رشید سے کہا کہ میرے سامنے تک تو حضرت پر کوئی زہر کا اثر نہیں ہوا لیکن تیرا کتا کھڑا ہوا تھا حضرت نے ایک دانہ اُس کتے کو کھلا دیا اور فوراً وہ مر گیا ہارون رشید یہ سن کر کھٹ افسوس ملنے لگا اور کہنے لگا کہ میرے کتے کی جان مفت گئی اور ان پر کوئی اثر نہ ہوا زہر میرا برباد و ضائع ہو گیا مقام عبرت ہے کہ اس شقی نے اپنے کتے کے مرزیکا افسوس کیا جو ایک ناپاک اور ذلیل ترین جانور تھا لیکن فرزند رسول کی جان جانی کا اس ملعون نے کچھ خیال نہ کیا پس ہارون بغداد سے اُس وقت رقعہ کی سمت روانہ ہوا اور سندی کو حکم دے گیا کہ تین روز تک موسیٰ کاظم کی حالت دیکھ کر مجھے مطلع کرنا وہ ملعون تو ادھر گیا یہاں دوسرے روز سے آپ کی طبیعت زیادہ ناساز ہوئی زہر کا اثر آپ کے جسم مبارک پر ہونے لگا تپ شدید میں آپ مبتلا ہو گئے سندی ملعون علماء و فضلاء کو اپنے ساتھ لیکر حضرت کی حالت دکھانے آیا کہ آپ سب لوگ دیکھ لیجئے کیونکہ بہت لوگوں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ خلیفہ آپ کو قید میں آزار پر آزار اور تکلیف پر تکلیف دیتا ہے یہ بات بالکل غلط و بے اصل ہے یہ کہہ کر بعض اعضاء مبارک بھی لوگوں کو دکھا دیے اور کہا اچھی طرح سب لوگ دیکھ لیں

ادھر تو یہ مشورہ ہوا ادھر حضرت کو علم امامت اپنی موت کا یقین ہو گیا آپ نے مسیب ابن زبیر سے ارشاد فرمایا اے مسیب میری زندگی کی مدت ختم ہو گئی آج کے تیسرے روز میں دنیا سے گذر جاؤنگا۔ اے مسیب مجھ کو زہر دیا جائیگا دیکھو یا درکھنا جب میرے اعضاء پر ورم آجائے اور میں پانی مانگوں تو فوراً دیدینا اے مسیب میری موت کے آثار یہ ہونگے کہ پہلے میرے چہرہ کا رنگ زرد ہو جائیگا پھر زرد ہونیکے بعد سرخ ہو جائے گا اسی طرح برابر انواع و اقسام کے رنگ بدلتے جائیں گے اُس وقت میری موت کا یقین کر لینا اور مجھ سے بات ہرگز نہ کرنا اور نہ کسی کو میری حالت کی خبر دینا یہاں ہارون رشید ملعون نے سندی کو ترکیبیں بتلائیں اور سوچا کہ ایسے موقع پر میرا رہنا یہاں مناسب نہیں بلکہ یہاں سے کہیں چلا جانا چاہیے مسیب نے جب حضرت سے یہ سنا رنج کیا اور حضرت سے رخصت ہوا ادھر مسیب گیا ادھر سندی بن شاہک ملعون انگور کے چند دانے زہر آلود لیکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یہ انگور کسی نے بادشاہ کو تحفہً بھیجے تھے چونکہ خلیفہ آپ سے کمال خلوص و محبت رکھتا ہے اس کو یہ گوارا نہ ہوا کہ میں تنہا کھالوں اس وجہ سے یہ ہدیہ آپ کی خدمت میں بھی پیش کیا ہی یہ کہہ کر اُس نے وہ انگور حضرت کے سامنے رکھ دیئے اور عرض کیا بسم اللہ نوش فرمائیے بہت ہی عمدہ انگور ہیں سندی ملعون خود ناقل ہے کہ حضرت نے جیسے ہی وہ انگور دیکھے تو اُس وقت یہ کلمہ زبان پر جاری فرمایا اللھُمَّ لَبَّيْكَ رَضًا نَقَضًا اِيه وَتَسْلِيْمًا لَا مَرِيَّةَ یہ کلمات آپ نے تین مرتبہ اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمائے اور

مسیب کہتا ہے کہ اس وقت اس جوان خوش جمال نے بھی مثل ابر بہار رونا شروع کیا اور دروازہ حجرہ کا بند کر کے غسل دینے لگے جب غسل سے فارغ ہوئے تو غلام سے کفن مانگا اور جنازہ کو دست کر کے نماز جنازہ پڑھائی اور دفعۃً وہ غائب ہو گئے مسیب نے اس غلام سے پوچھا کہ یہ جوان کون تھے اس نے کہا یہ انھیں کے فرزند علی رضا تھے جو اب امام وقت ہیں جب سندی ملعون کو حضرت کے انتقال کی خبر پہنچی تو وہ ظالم بہت سے عائد شہر کو ہمراہ لیکر آپ کی لاش مطہر کے قریب آیا اور آپ کے جنازہ اقدس کو دکھا کر کہنے لگا کہ آپ لوگ دیکھ لیں ان کے جسم پر کسی حرب کا نشان یا کسی زخم کا داغ تو نہیں ہے یہ کہہ کر حضرت کے بند کفن کھول دیے جب سب لوگ دیکھ چکے تو سندی نے لاش مقدس کو اُس حجرے سے اٹھوانے کا انتظام کیا آپ حضرات سمجھیں ہوں گے کہ امام کی میت بہت عزت سے اٹھی ہوگی جیسا کہ طریقہ ہوتا چلا آیا ہے کہ جو جیسا عزت دار ہوتا ہے ویسی ہی عزت سے اس کی لاش اٹھائی جاتی ہے اگر کوئی غریب مرتا ہے اس کی لاش پر غربت برستی ہے یوں کہ میت کے ساتھ کوئی ہوا یا نہ ہوا اگر کسی ایسے کی میت اٹھی کہ جس کو لوگ جانتے اور پہچانتے تھے تو اُس کی میت کے ساتھ عزیز و اقارب دوست احباب ہوتے ہیں اگر کسی رئیس نے انتقال کیا تو اُس کی میت کے ساتھ رؤساء امراء غریب سب ہوتے ہیں اور اگر کسی عالم کی میت اٹھی اس میت کے ساتھ رئیس غریب امیر فقیر سب سربرہمنہ روتے ہوئے اس کے ساتھ ہوتے ہیں یہ ان میتوں کا ذکر ہے جن کو دنیا والے عزت دار باؤ

کہ کوئی زخم سناں و شمشیر و تیر کا بھی نہیں ہے جب یہ ملعون کہہ چکا تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یا معشر الناس تم لوگ اچھی طرح سن لو اور یاد رکھنا اور گواہ رہنا کہ آج کا وہ روز ہے کہ سندی نے بحکم ہارون رشید انگور زہر آلود مچھ کو کھلائے ہیں اسی وقت سے میری یہ حالت ہو گئی ہے اور زہر کا اثر میرے تمام جسم میں ہو گیا ہے کل میرا تمام جسم سبز ہو جائے گا اور پرہوں میں اس دنیا سے چلا جاؤں گا یہ سن کر لوگ چلے گئے۔ سندی ملعون ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا اگر یہی واقعہ ہے جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے تو مجھے اجازت دیجئے تاکہ اپنی رقم سے آپ کی تجہیز و تکفین اور جملہ سامان کر دیا آپ نے فرمایا تجھ کو ہرگز اجازت نہ دوں گا بلکہ اُس غلام کو اس وقت تو میرے پاس بھیج دے جو میرے ساتھ مدینہ سے آیا ہے اور آگاہ ہو کہ ہم اہل بیت رسولؐ کے تجہیز و تکفین کا مصارف اپنے ہی مال سے ہوتا ہے اور میرا کفن میرے ساتھ موجود ہے یہ کہہ کر حضرت کو بخش آگیا حالت متغیر ہونے لگی اسی حالت میں مسیب کے پانی مانگ کر نوش فرمایا تمام اعضا مبارک پر ورم آگیا مسیب سمجھ گیا کہ اب حضرت نہ بچیں گے حجرہ کے باہر جا کر زرارہ رونا شروع کیا تھوڑی دیر کے بعد جب مسیب حجرہ میں گیا تو دیکھا کہ ایک جوان نہایت حسین خوبصورت حضرت کے سرہانے تشریف فرما ہیں اور حضرت کے لبہا مبارک کو جنبش ہو رہی ہے اور اس جوان کے کان لب ہائے مبارک کے نزدیک ہیں اسی اثنا میں حضرت کا غلام سامان تجہیز و تکفین لایا اور حضرت کی روح جسم اقدس سے گلشن جنت کو پرواز کر گئی

یہ کہو کہ جس شخص کو طیب ابن طیب اور طاہر ابن طاہر کو دیکھنا ہو وہ امام موسیٰ کاظمؑ کی میت کو دیکھے۔ سلیمان نے اہتمام یہ کیا کہ تمام لوگوں کو جمع کیا لاش مطہرہ کو دوسرا کفن پہنایا بہت اعزاز و اکرام کے ساتھ لاش امام موسیٰ کاظمؑ کو لائے اور ۲۵ رجب ۱۸۶ھ میں ایکو مقبرہ قریش میں دفن کر دیا مولانا آپ کے جنازے کی بڑی عزت کی گئی بیٹے نے آکے غسل و کفن دیا نماز جنازہ پڑھی سلیمان نے لوگوں کو جمع بھی کر لیا اس لئے کہ جب آپ کی میت اٹھے تو لوگ کم سے کم یہ سمجھ لیں کہ امام کا جنازہ جا رہا ہے اپنے جد مظلوم حسینؑ غریب کی حالت ذرا یاد کیجئے کہ کس طرح بے غسل و کفن ہے اگر آپ نے اپنا کفن اپنے ساتھ رکھا تھا تو حسینؑ نے بھی اپنے کفن کا انتظام کر لیا تھا ایک لباس کہنہ بہن سے مانگ کر پہنا تھا جس کے متعلق بہن نے پوچھا تھا بھئی یہ لباس کہنہ اور اس پر یہ کہ جا بجائے چاک چاک بھی کھڑا لا ذرا سبب تو اس کا بتا دیجئے فرمایا بہن یہ اشتقیا میرے ایسے دشمن ہیں کہ میرا لباس تک اتار لیجائیں گے امام موسیٰ کاظمؑ بڑے خوش نصیب تھے کہ سلیمان نے اپنا کفن جس کی قیمت ڈھائی ہزار دینار تھے جس پر پورا قرآن مجید لکھا ہوا تھا وہ آپ کو دیدیا ایک یہ امام تھے جن کو دو ہر کفن ملا اور ایک کربلا میں غریب امام تھا جسکے جسم اشتقیا لباس کہنہ تک لوٹ لے گئے امام رضا مدینہ میں تھے باپ کے انتقال کے وقت پہونچ گئے میرا خیال یہ ہے کہ جو باپ دنیا سے جاتا ہے چاہتا ہے کہ اپنے بیٹے کو جی بھر کے دیکھ لوں امام موسیٰ کاظمؑ اپنے فرزند کو دیکھ کر خوش ہو گئے ہوں گے اب ذرا اس باپ کی

عالم فاضل مجتہد سمجھتے ہیں لیکن اماں کی میت تو اس طرح اٹھنا چاہیے کہ دنیا میں جتنی مخلوق ہے وہ سب سر برہنہ ہو زبان پر والا اماں کے نعرے ہوں اس لئے کہ امام کے انتقال سے زمین و آسمان میں ایک تہلکہ عظیم برپا ہو جاتا ہے زمین روتی ہے آسمان روتا ہو پہاڑ روتے ہیں شجر و حجر گریہ کرتے ہیں ملائکہ روتے ہیں۔ کیوں اسلئے کہ ہم سب بغیر امام کے ہو گئے میرے خیال میں امام کی میت اس طرح اٹھنا چاہیے کہ آگے آگے تو تابوت ہو اور اس تابوت کے پیچھے اس کی اولاد اور اس کے نائب ہوں اور ان کے پیچھے تمام خلقت خدا ہو سکے سب سر و پا برہنہ ہوں امام کا ماتم ہو سینہ زنی ہو مگر سندی ملعون ہمارے ساتویں امام کی میت عجیب طرح سے اٹھوار رہا ہے کچھ حمال اس نے بلوائے ہیں انھیں نے اپنے اپنے کاندھوں پر میت اٹھائی ہے۔ قاعدہ ہے کہ میت کے آگے آگے تلاوت قرآن مجید کی جاتی یہاں اس امام کے جنازہ کے آگے ایک منادی ندا کرتا جا رہا ہے معاذ اللہ خدا اس ملعون کو داخل جہنم کرے کہہ رہا تھا کہ جو شخص خبیث ابن خبیث کو چاہے وہ موسیٰ کاظمؑ کی میت کو دیکھ لے جب یہ آواز سلیمان ابن ہادی جو ہارون رشید کا بھائی تھا اس کے کان میں پہونچی ملازموں سے پوچھا یہ کس کا جنازہ جا رہا ہے انھوں نے کہا کہ امام موسیٰ کاظمؑ نے قید خانہ میں انتقال کیا انھیں کی لاش جا رہی ہے شاہی حکم ہے کہ کوئی شخص جنازہ کے ساتھ نہ ہو اور لاش جس بغداد پر لیجا کر رکھ دی جائے سلیمان نے جب یہ سنا فوراً سر و پا برہنہ دوڑا اور اس منادی سے کہا کیا غضب کرتا ہے کیا حکم زبان پر جاری کر رہا ہے۔

فرمایا کوئی اس کو حواسِ خمسہ سے ادراک نہیں کر سکتا اور نہ کمی شے پر اس کا قیاس ہو سکتا ہے کہنے لگا اچھا یہ بتائیے کہ اس کا وجود کب سے ہے فرمایا وہ کب نہ تھا اس نے کہا کیا دلیل ہے اس کے ہونے کی فرمایا ہم اپنے جسم کو دیکھتے ہیں تو اس کے طول و عرض زیادتی و کمی پر اپنا اختیار نہیں پاتے اور اس کے نفع و نقصان پر قدرت نہیں رکھتے اس سے ہم نے جانا کہ اس کا بننا والا کوئی اور ہے علاوہ اسکے آسمان کی گردش بادلوں کا پیدا ہونا ہواؤں کا چلنا چاند سورج ستاروں کا ایک قاعدہ سے گردش کرنا اور اپنی مقررہ حرکت کے مطابق متحرک ہونا یہ سب نشانیاں اس صانعِ حکیم کے وجود پر دال ہیں اس نے کہا کہ وہ آنکھ سے کیوں نہیں دکھائی دیتا فرمایا کہ جو چیزیں کہ آنکھوں سے دکھائی دیتی ہیں وہ سب اسی کی بنائی ہوئی ہیں وہ ایسا ہے کہ آنکھ اس کو دیکھ نہیں سکتی اور نہ عقل و وہم اس کو احاطہ کر سکتی ہے۔ کہنے لگا اسکی حد کیا ہے فرمایا وہ غیر محدود ہے کیونکہ ہر چیز کی حد اور انتہا ہو سکتی ہے اور جس چیز کی حد اور انتہا ہوگی اس میں کمی بیشی کا احتمال رہیگا لیکن وہ ایسا ہے کہ اس میں نہ کمی ہو سکتی ہے نہ زیادتی اس نے کہا آپ لگ کہتے ہیں کہ خدا لطیف و سمیع و بصیر ہے اسکے کیا معنی بلا ہاتھوں کے لطیف بغیر کانوں کے سمیع بغیر آنکھوں کے بصیر کیونکر ہو سکتا ہے اپنے فرمایا جس نے جاندار مختلف شکل و صورت کے جو ایک دوسرے سے نہیں ملتے اور اشجار میوہ دار و غیر میوہ دار اس نے بنائے اور خلق فرمائے تو اس کا نام لطیف کیوں نہ ہوگا یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب

خبر لیجئے جو زخموں سے چور چور دنیا سے جا رہا ہے میرا خیال ہے کہ فرزندِ رسول ضرور چاہتے ہونگے کہ ایک نظر اپنے فرزندِ بیمارِ سیدِ سجاد کو دیکھ لوں مگر حیرتِ حضرتؑ کی دل کی دل ہی میں رہ گئی ہوگی اور بیٹے کو نہ دیکھ سکے ہوں گے ہائے کیونکر دیکھتے سیدِ سجاد بسبب ضعف و نقاہت بسترِ بیماری سے اٹھ نہیں سکتے تھے کیونکر آتے اور یہاں حسینؑ زخموں سے چور چور تھے ضعف سے سنبھلا جاتا نہ تھا کیونکر اپنے فرزندِ بیمار کو دیکھنے آتے۔

ولادتِ امامِ رضاؑ

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَوْ كَانَ فِيهَا إِلَهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتِ أَرْضُ دُنْيَا وَآسْمَانُ فِي تَوَاقُفٍ مَقَامٍ بِإِشْرَافِ خَدَايَا هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اے رسولؐ کہہ دو اپنی امت سے کہ خدا ایک ہے خلقتِ دنیا جب سے ہوئی مختلف قسم کے لوگ اس دنیا میں آئے یہاں تک کہ تھے تو بندے مگر اپنے تئیں خدا بھی کہلوانے لگے بعض کا قول یہ ہے کہ خدا جسم بھی رکھتا ہے بعض کہتے ہیں کہ خدا عرش پر رہتا ہے بعض کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا صاحبِ اولاد بھی ہے خیر اس قسم کے محلِ خیالات سے ہم کو مطلب نہیں ہمارا تو وہ خدا ہے جو ہمارے آئمہ ہم کو بتائے جیسا کہ ایک شخص جنابِ امامِ رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یہ ارشاد فرمائیے کہ خدا کہاں ہے اور کیسا ہے

ہم میں سے کوئی اچھی چیز بناتا ہے تو عام طریقہ سے ہی کہا جاتا ہے کہ اس کا بنانے والا کیسا صنّاع اور کیسا لطیف ہے بس اسی طرح سے سمجھ لے کہ خداوند عالم بھی لطیف ہے مگر اس طرح نہیں جیسے کہ اس کی مخلوق اپنی صنعتوں میں اور عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک کوئی آواز چاہے کسی چھوٹے کی ہو یا بڑے مخلوق کی اس سے پوشیدہ نہیں لیکن یہ جان لے کہ وہ ایسا نہیں ہے کہ سننے کے لئے کان کا محتاج ہو اس وجہ سے وہ بلا شک و شبہ سمیع ہے اور لوگ اُس کو اسی لئے سمیع بھی کہتے ہیں اور مورچہ نجف کو شب تار میں سنگ سیاہ پر دیکھتا ہے اور اس کی چال کو اندھیری رات میں معلوم کرتا ہے اور اس کے نفع و نقصان جوڑا کھانے بچے نکالنے نسل بڑھانے کے تمام کام اس کی نظر میں ہیں اس واسطے ہم اس کو بصیر کہتے ہیں راوی کہتا ہے جب اس نے یہ جواب سنے تو صدق دل سے کلمہ پڑھا اور سلمان ہو کر گیا ابن شہر آشوب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شخص تھا جس کا نام جاثلیق تھا تمامی نصاریٰ کا عالم متحرک اور یکتائے زمانہ تھا اس کی یہ عادت تھی کہ متکلمین اسلام سے کہا کرتا تھا کہ ہم تم دونوں نبوت حضرت عیسیٰ اور ان کی کتاب پر متفق ہیں اور اس بات پر ہمارا تمہارا اتفاق ہے کہ وہ آسمان پر زندہ موجود ہیں اب ہم میں اور تم میں اختلاف ہے تو نبوت محمد مصطفیٰ میں تم کہتے ہو کہ وہ نبی برحق تھے اور ہم کہتے ہیں کہ وہ نبی برحق نہ تھے ہے تمہارے پاس کوئی ایسی دلیل جو ان کے نبی ہونے کی حجت ہم پر ہو سکے ایسی ایسی باتیں سن کر جو لوگ ذی فہم نہ تھے وہ لا جواب ہو جایا کرتے تھے ایک مرتبہ

مامون نے اس سے کہا کہ تو امام رضاؑ کے پاس جا دیکھیں وہ تجھ سے کیسی باتیں کرتے ہیں یہ سن کر وہ عالم نصاریٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو یہاں بھی اس نے ویسی ہی تقریر آغاز کی کہنے لگا پہلے یہ بتائیے کہ حضرت عیسیٰ کی نبوت اور ان کی کتاب دونوں پر آپ کا اعتقاد ہے یا نہیں یا ان میں سے کسی ایک کی نسبت آپ کو انکار ہے حضرت پہلے سے اس کی چالاکیوں سے واقف تھے آپ نے ارشاد فرمایا میں البتہ اُس عیسیٰ کی نبوت کا اعتقاد رکھتا ہوں جس نے نبوت جناب محمد مصطفیٰ کی بشارت اپنے حواریین کو دی اور اس کتاب کی تصدیق کرتا ہوں جس میں یہ بشارت درج ہے اور جو کتاب اسکی شارح نہیں اس پر میرا ایمان و اعتقاد نہیں یہ سنا تھا کہ وہ عالم نصاریٰ ساکت ہو گیا اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ہم تو اس عیسیٰ کو نبی برحق جانتے ہیں جس نے جناب محمد مصطفیٰ کی نبوت کی بشارت پہنچائی مگر تم اس عیسیٰ میں نقص نکالتے اور نماز روزہ میں کمزور و ضعیف خیالی کرتے ہو عالم نصاریٰ گھبرائے کہنے لگا کہ ہم تو یہ ہرگز نہیں کہتے وہ تو ہمیشہ قائم الیل اور صائم النہار رہا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ جناب عیسیٰ تو بنا بر اعتقاد نصاریٰ خود معاذ اللہ خدا تھے تو یہ روزہ نماز کس کے لئے کرتے تھے یہ سن کر وہ اس بات کا جواب نہ دے سکا مگر یہ کہنے لگا کہ جو شخص مردوں کو زندہ کرے جذامی اور نابینا کو ان کے امراض سے شفا بخشنے وہ اس لائق ہے کہ تمام خلقت اس کو خدا جان کر اس کی پرستش کرے آپ نے فرمایا کہ یہ تو کوئی نئی بات نہیں ہے بہت سے لوگ ایسے گذرے ہیں جنہوں نے حکم خدا سے

باقی نہ رہی جو بھی اس نے پڑھا لکھا تھا وہ سب اس کو سمندر کے سائے
 قطرے کے برابر بھی نہیں معلوم ہوا پس سوائے اس کے اس کو
 کوئی تدبیر اس کی سمجھ میں نہیں آئی کہنے لگا یا حضرت آپ نے تو ایسی
 ایسی باتیں ارشاد فرمائیں کہ جو آج تک کسی سے میں نے نہیں سنی تھیں
 لہذا اس جہالت سے مجھ کو نکال دے اور اپنے دین میں داخل کر لیجے پس
 حضرت نے اس کو مسلمان کیا۔ اور وہ حضرت کا صدق دل سے معتقد
 ہو گیا اور اس وقت سے امام رضا کو اپنا امام و پیشوا اور خلیفہ برحق سمجھنے
 لگا۔ ایک مرتبہ امام رضا مامون کے دسترخوان پر کھانا نوش فرما رہے
 تھے کہ اشعث بن حاتم نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا یا بنی رسول اللہ
 یہ تو ارشاد فرمایا کہ دن پہلے پیدا ہوا یا رات حضرت نے ارشاد فرمایا کہ
 اس کا جواب نجوم سے بتاؤں یا قرآن مجید سے اس نے کہا دونوں طریقوں
 سے ارشاد ہو فرمایا طالع دنیا سرطان ہے جب کہ ستارے شرف پر ہوں
 زحل بُرج میزان میں مشتری سرطان میں شمس زحل میں قمر ثور میں اور
 یہ ثابت ہے کہ آفتاب حمل کے دسویں درجہ میں یعنی وسط السماء میں تو بموجب
 اس حساب کے دن کائنات سے قبل پیدا ہونا لازم ہے آپ نے فرمایا یہ
 تو نجوم کا حساب ہے خیالی اب قرآن مجید سے اس کی دلیل یہ ارشاد رب العزت
 موجود ہے لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ
 النَّهَارِ یعنی آفتاب کو سزاوار نہیں کہ ماہتاب اس کا ادراک کر سکے اور
 نہ رات دن پر سبقت کرنے والی ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت نے قرآن مجید سے
 بھی ثابت فرمادیا کہ خداوند عالم نے رات سے پہلے دن پیدا فرمایا اسکے
 بعد مامون نے کچھ پوچھنا شروع کیا اور وہ خاص مسئلے پوچھے جن کا

ایسے ایسے کام انجام دیے ہیں مثلاً ایسے علیہ السلام پانی پر چلتے تھے
 اندھے کو کوڑھی کو شفا دیتے تھے جناب حزقیل پیغمبر نے بھی پینتیس
 ہزار آدمیوں کو ساٹھ برس کے بعد زندہ کیا ان کا واقعہ یہ ہے کہ
 قوم بنی اسرائیل کے بہت سے لوگ طاعون کے خوف سے اپنے اپنے
 مکان چھوڑ کر باہر چلے گئے تھے حق سبحانہ تعالیٰ نے ایک ساعت
 میں یکبارگی سب کو ہلاک کیا بہت زمانہ کے بعد پیغمبر کا گذر اس
 طرف سے ہوا استخوانہائے بوسیدہ کو دیکھا خدا نے ان پر وحی نازل
 کی کہ انھیں آواز دو یہ سب زندہ ہو جائیں گے یہ سنکر انھیں نے
 آواز دی کہ اے استخوانہائے مردہ حکم خدا سے اٹھ کھڑے ہو اور
 زندہ ہو جاؤ پس اسی وقت حکم خدا سے وہ سب کے سب اٹھ کھڑے
 ہوئے اور زندہ ہو گئے اسی طرح حضرت ابراہیم نے چار طائر ذبح
 کئے گوشت ان کا کئی مقام پر رکھ دیا ان کی چونچیں اپنے ہاتھ میں لیکر
 ایک طائر کو آواز دینے لگے حکم خدا سے وہ چاروں طائر کا مخلوق گوشت
 علیحدہ علیحدہ ہوتا جاتا تھا اور اپنی اپنی چونچ سے آکر ملحق ہوتا جاتا
 تھا یہاں تک کہ وہ طائر صحیح و سالم ہو گئے اور جیسے تھے ویسے ہو کر
 پرواز کر گئے اسی طرح جناب محمد مصطفیٰ سے قریش نے اچائے اموات
 کی درخواست کی اور انھیں نے دعا کر کے سب کو خلعت حیات بخشا
 جس کے ثبوت میں توہریت و انجیل و زبور اور قرآن مجید سب شاہد ہیں
 آپ نے فرمایا اگر مردوں کے زندہ ہی کرنے پر انسان خدا ہو سکتا ہے
 تو یہ سب انبیاء خدا، خدا ہونے کے مستحق ہیں جب اس عالم نصاریٰ
 نے خدا کی وحدانیت کا ایسا محکم ثبوت سن لیا تو گنجائش کلام اس کو

نے ان کو نبی بنایا تو وہ معصوم تھے گناہان کبیرہ و صغیرہ سے پاک و منزہ تھے اور خداوند عالم نے ان کے لئے یوں ارشاد فرمایا **ثُمَّ اجْتَبَا رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَىٰ** یعنی برگزیدہ کیا ان کو ان کے رب نے اور توبہ قبول فرما کے ان کی ہدایت فرمائی اس کے بعد مامون نے عصمت حضرت ابراہیم پر اعتراض کیا اور کہنے لگا کہ خدا نے حضرت ابراہیم کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے **فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ كَوْكَبًا فَقَالَ هَٰذَا سِرِّي** یعنی تاریکی شب جب چھا گئی تو ایک ستارے کو دیکھ کر کہنے لگے یہ میرا پروردگار ہے حضرت نے فرمایا جب جناب ابراہیم اس غار سے جس میں پوشیدہ تھے برآمد ہوئے تو ان کا گذر تین طرح کے لوگوں پر ہوا جو زہرہ قمر شمس کی پرستش کرتے تھے رات ہوئی تو ستارہ زہرہ کو دیکھ کر بے سبیل انکار و استفہام فرمایا **هَٰذَا سِرِّي** کیا یہ میرا رب ہے جب وہ چھپ گیا تو کہا **لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ** میں غروب ہونے والوں کو دوست نہیں رکھتا کیونکہ غروب ہونا صفات حادثات سے ہے پھر ماہتاب نکلا تو اسی طرح بطور استفہام و انکار کے کہا **هَٰذَا سِرِّي** وہ بھی چھپ گیا تو فرمایا **لَيْسَ لَكَ بِهِيَ هِدَايَتِي سَ بِي لَا تَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ** اگر میرا رب میری ہدایت نہ کرتا تو ابدت میں ظالمین میں سے ہو جاتا اس کے بعد سورج برآمد ہوا تو بدستور فرمایا **هَٰذَا رَبِّي** ہذا اکبر یعنی یہ میرا رب ہے اور اس سے زیادہ بزرگ ہے جب وہ بھی غروب ہو گیا تو ہر سہ سے خطاب کر کے ارشاد فرمایا **يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تَشْرِكُونَ** معلوم ہوتا ہے کہ تین کا عہد بہت زمانہ سے لوگوں کی نظروں میں حقیر و ذلیل ہی جلا آرہا ہے جناب ابراہیم نے جو کچھ ارشاد فرمایا تین فرقوں کے

جواب دنیا میں کوئی دے نہیں سکتا ہے پس مامون نے پوچھا یا حضرت آپ حضرات کا ہمیشہ سے یہ مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام گناہان کبیرہ و صغیرہ سے بالکل عموماً و سہواً پاک و مبرا ہیں چنانچہ آپ کے شیعہ بھی تنگ اسی طریق پر قائم ہیں فرمایا بیشک ہم اور ہمارے شیعہ اس کے قائل نہیں اس نے کہا کہ خداوند عالم نے پھر ان کے بارے میں کیوں ارشاد فرمایا **فَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ** یعنی سبب نا فرمانی خدا حضرت آدم گمراہ ہوئے یہ سن کر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ پروردگار عالم کا یہ حکم تھا کہ اے آدم تم اور تمہاری زوجہ بہشت میں رہیں اور جو چاہو وہاں کھاؤ **وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ** یعنی جہاں دل چاہے وہاں جاؤ اور جو دل چاہے وہ کھاؤ مگر ایک بات کا خیال رکھنا کہ اس درخت کے پاس نہ جانا اور نہ ظالمین سے ہو جاؤ گے لیکن خداوند عالم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ اس شجر یا اس کے جنس دیگر سے بھی نہ کھانا چنانچہ حضرت آدم نے اس درخت ممنوعہ سے کچھ نہیں کھایا لیکن شیطان کے وسوسہ سے ایک ویسے ہی درخت سے کھالیا اس نے کہا تھا اے آدم خداوند عالم نے تم کو خاص اس درخت سے منع فرمایا ہے اس قسم کے اور درختوں سے مانعت نہیں کی ہے اور نہ ان کے پاس جانے سے منع فرمایا ہے اور کھانے کا ذکر ارشاد خدا میں موجود نہیں ہے اے آدم میں تمہارا ناصح مشفق ہوں اور شیطان نے قسم بھی کھائی چونکہ حضرت آدم و حوا نے کبھی کسی کو جھوٹی قسم کھاتے نہیں دیکھا تھا ان کو اعتبار آگیا اور مرتکب ہو گئے اور یہ واقعہ حضرت کا قبل نبوت واقع ہوا یہ گناہ کبیرہ نہ تھا جس سے مستحق دخول جنت ہوتے جب خداوند عالم

ابطال معتقدات کی نظر سے فرمایا اور ثابت کر دیا کہ یہ سیارے زہرہ شمس مشتری لائق پرستش نہیں بس وہی ہے جس نے ایسے ایسے تارے اور زمین و آسمان کو خلق فرمایا اے مامون آگاہ ہو کہ حضرت ابراہیم نے چاند سورج ستاروں کو خدا اپنا نہیں سمجھا تھا اگر دو خدا سمجھتے تو کیوں یہ فرماتے لَا اَحِبُّ الْاَفْلَکَیْنِ یہ سننا تھا کہ مامون کو وجد آگیا اور کہنے لگا یا بن رسول اللہ خدا آپ کو جزائے خیر دے آپ کا مثل و نظیر خدا کی خدائی میں ممکن نہیں۔ فضائل امام رضا کے بہت ہیں کوئی کہاں تک بتا سکتا ہے یہ فضیلت آپ کی کیا کم ہے کہ لقب آپ کا رضا ہے کنیت آپ کی ابو الحسن تھی اور اسم مبارک آپ کا علی تھا معصوم سی کسی نے کہا یا حضرت کیا رضا حضرت کا لقب اس وجہ سے تھا کہ مامون اپنا ولی عہد بنانے پر راضی ہو گیا تھا فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ خداوند عالم نے ان کا نام رضا رکھا ہے اس لئے کہ خدائے عزوجل آسمان پر اور جناب محمد مصطفیٰ زمین پر آپ سے ہوئے اے شخص آگاہ ہو کہ پروردگار عالم نے خصوصیت کے ساتھ آپ کو شرف عطا فرمایا تھا اور آپ کی ذات ستودہ صفات ایسی ہی تھی کہ آپ کے دوستوں کا کیا ذکر ہے دشمن تک راضی رہتے تھے امام موسیٰ کاظمؑ فرمایا کرتے تھے کہ میرے اس فرزند کو رضا کہا کرو اور جب خطاب کر کے پکارو تو ابو الحسن کہا کرو علماء معتبرین نے لکھا ہے کہ ایک روز امام موسیٰ کاظمؑ نے ہشام ابن احمد سے فرمایا کہ کیا کوئی بردہ فروش مغرب سے آیا ہے ہشام نے عرض کی نہیں فرمایا آؤ ہمارے ساتھ ایک بردہ فروش آیا ہے عرض کہ حضرت ہشام کو ساتھ لے کر اس بردہ فروش کے مکان پر تشریف لائے اور فرمایا تیرے

پاس کتنی کنیزیں ہیں یہ سنکر اس نے نو کنیزیں حضرت کو دکھائیں مگر کوئی کنیز حضرت کو پسند نہیں آئی فرمایا کوئی کنیز اور دکھا اس نے کہا سب کنیزیں آپ کو دکھا دیں صرف ایک کنیز اور ہے جو بہت لاغر ہے اور از حد بیمار ہے وہ دکھلانے کے قابل نہیں ورنہ وہ بھی میں دکھا دیتا فرمایا کچھ مضائقہ نہیں اس کو بھی دکھا دو مگر اس نے وہ کنیز نہیں دکھائی آپ دو تسرا میں واپس تشریف لائے اور دوسرے روز حضرت نے ہشام کو پھر بھیجا اور فرمایا وہ بیمار کنیز جس قیمت پر بھی وہ دے لے آؤ خالی واپس نہ آنا یہ آئے اور اس سے معاملہ طے ہوا قیمت اس کے ہاتھ میں دی بردہ فروش نے کہا کہ کل جو شخص تمہارے ساتھ آئے وہ کون تھے انھیں نے کہا وہ امام موسیٰ کاظمؑ تھے اس بردہ فروش نے کہا کہ اس کنیز کا قصہ عجیب غریب ہے میں نے اس کو جب خرید کیا تو اثناء راہ میں اس کنیز کو ایک عورت دیکھ کر کہنے لگی کہ اے بردہ فروش یہ کنیز تیرے لائق نہیں ہے بلکہ یہ اس لائق ہی کہ کسی بہترین حاکم کے پاس ہو اور اس سے تو ایک فرزند ایسا پیدا ہوگا جس کے آگے اہل مشرق و مغرب سر اطاعت کو خم کریں غرض کہ وہ کنیز امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں ہشام لائے پس امام موسیٰ کاظمؑ نے اسی وقت اپنی مادر گرامی جناب حمیدہ کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ ان کے نام میں اختلاف ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ ان کا نام سمان، سکینہ، نکم اور نجمہ تھا ایک مرتبہ والدہ امام ہفتم نے خواب میں جناب محمد مصطفیٰؐ کو دیکھا کہ حضرت ارشاد فرماتے ہیں اے حمیدہ نجمہ کو اپنے فرزند امام موسیٰ کاظمؑ کو بہہ کر دو کیونکہ اس کے بطن سے ایک ایسا فرزند

سر مطہر کو جانب آسمان بلند کر کے لہجائے مبارک کو جنبش دینے لگے اور کچھ کلام کرنے لگے جس کا مطلب ان کی والدہ معظمہ بالکل نہ سمجھیں اسی اشارے میں امام موسیٰ کاظمؑ تشریف لائے اور مسکرامسکرا کر فرمانے لگے اے نجمہ خداوند عالم کی یہ عنایت و کرامت تم کو مبارک ہو یہ سننا تھا کہ جناب نجمہ خاتون نے جناب امام رضاؑ کو گود میں امام موسیٰ کاظمؑ کی دیا حضرت نے ملاحظہ فرمایا کہ میرا فرزند ختنہ کردہ چہنہ بریدہ کثافت سے بالکل علیحدہ پاک و پاکیزہ طیب و طاہر پیدا ہوا فرط محبت سے پیار کیا اور داپنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت فرمائی اور ممکن ہے کہ آپ نے نجمہ خاتون سے اپنا خواب بھی بیان کیا ہو کہ اے نجمہ میرے جد بزرگوار جناب رسالتؐ اور جناب امیر المومنینؑ نے عالم رویا میں مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ کاظمؑ مبارک ہو کہ یہ فرزند تمہارا انوار معرفت کا بینا اور حکمت الہی کے مطابق ہمیشہ ثواب پانے والا اور علم و حکمت الہی سے پُر اور مملو ہوگا اسکے بعد آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ نقش نگین کے داپنے بازو پر بقدرت پروردگار عالم یہ عبارت ترقیم ہے مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَا فُتَاكَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ اور دوسرے شانے پر حَسْبِيَ اللَّهُ تحریر تھا یقین ہے کہ جب امام رضاؑ پیدا ہوئے ہوں گے تو مدینہ میں چراغاں ہوا ہوگا دنیا میں خوشی دوستوں نے کی ہو آسمان پر ملائکہ خوش ہوئے ہوں جنت میں جودیں آراستہ ہوئی ہوں حوض کوثر لہریں لے رہا ہو دشمن جل رہے ہوں دوست خوش ہو رہے ہوں کہ خدا کے فضل سے ہمارا آٹھواں امام دنیا میں آیا پس آپ حضرات بھی مل کر نہایت جوش مسرت کے ساتھ تہنیت

پیدا ہونے والا ہے جو تمام روئے زمین کے لوگوں سے بہتر ہوگا خواب سے بیدار ہوئیں تو جناب حمیدہ خاتون نے جناب نجمہ کے ہمہ کرنے کے وقت یہ عبارت تحریر فرمائی کہ اے میرے فرزند واقعی تکم ایک ایسی اٹکی ہے کہ اس سے بہتر آج تک میری نظر سے کوئی دوسری لڑکی نہیں گذری اس میں شک نہیں کہ اگر خدا کو منظور ہے تو اسی سے ایک نسل جاری ہوگی اب میں اس کو تمہارے لئے ہمہ کرتی ہوں اور اس کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتی ہوں تم میری وصیتوں کا ہمیشہ لحاظ رکھنا چنانچہ امام رضاؑ کی والدہ گرامی قدر ہو گئیں اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ والدہ امام رضاؑ کا نام ام البنین بھی تھا یہ معظمہ عجم کے شریف ترین خاندان کی صاحبزادی تھیں نہایت سلیم الطبع تھیں صاحب عقل و شعور تھیں اور معرفت ایمان اور ذاتی اعزاز کے اعتبار سے تمام عورتوں سے بہتر تھیں اپنی مخدومہ جناب حمیدہ مصفا کے پاس کبھی بیٹھتی نہ تھیں بلکہ ان کی بیعت عظیم و تکریم کرتی تھیں جب جناب موسیٰ کاظمؑ کا عقد نجمہ خاتون سے ہوا تو بنی ہاشم میں بہت خوشی ہوئی ہر شخص خوش و مسرور یہاں تک کہ نجمہ خاتون حاملہ ہوئیں پس آپ فرماتی ہیں کہ جب میں حاملہ ہوئی تو اپنے میں کسی طرح میں گرانی نہیں پاتی تھی اور جب میں استراحت کرتی تھی تو صدائے تسبیح و تحلیل و تمجید میرے شکم سے برابر آتی تھی یہاں آپ کی ولادت باسعادت ۱۱ ذیقعدہ ۲۵۳ھ میں بروز جمعہ بمقام مدینہ منورہ واقع ہوئی جیسے ہی ہمارے اور آپ کے آٹھویں امام، امام رضاؑ متولد ہوئے اسی وقت دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک دیئے اور

نظر جب تک نہ کی تھی چہرہ شاہ خراساں پر
سنا کرتے تھے یوسف ساحیں شکل سولتا ہے
سنجھل کر اک نظر ڈالو مئے الفت کے متوالو
ولا کا آٹھواں ساغرا سی محفل سے ملتا ہے

حال وفات جناب امام رضاؑ

قال الرضا من تذکر مصائبنا ویک لم تکتب منا کان مضاً فی
درجتنا یوم القیامۃ شہنشاہ خراساں بادشاہ دین و دنیا تخت مل رسول
جان و جگر علی و بتول غریب الغربا جناب امام رضاؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ
جو بندہ مومن کہ یاد کرے ہماری اُن مصیبتوں کو جو اعدائے دین کے
ہاتھوں ہم اہلبیت طاہرین پر گزری ہیں اور روئے ان مصائب کو
یاد کر کے فرماتے ہیں کہ وہ بندہ مومن ہمارے ساتھ ہوگا ہمارے درجہ
میں بروز قیامت کہاں امام کا درجہ اور کہاں مصائب آل رسول کو
یاد کر کے رونے والے لیکن اگر کوئی مومن دل سے یاد کر کے روئے گا تو
انشاء اللہ امام کے درجہ میں بہ ارشاد امام ہوگا۔ مگر یہ درجہ ملنا کوئی آسان
امر نہیں۔ اس طرح یاد کرے جو حق ہے یاد کرنے کا اور روئے اس طرح
جو حق ہے رونے کا اس وقت یقین ہے کہ وہی درجہ ملے گا جس درجہ
میں ہمارے آٹھویں امام امام رضاؑ ہوں گے۔ اب یہ سمجھ میں نہیں
آتا کہ کونسی مصیبت کو یاد کر کے رونا چاہیے۔ آیا یہ کہ حسینؑ سے یزید
ملعون طالب بیعت ہو آیا یہ کہ حسینؑ رسولؐ کے روضہ سے جدا کئے گئے

و مبارکباد موسیٰ کاظمؑ کو دے کر نعرہ صلوات بلند فرمائے۔

قصہ

ہمارے آنسوؤں کا سلسلہ یوں دل سے ملتا ہے
پتہ جس طرح اک منزل کا اک منزل سے ملتا ہے
چمن بھر کی امیدیں اس سے ہو جاتی ہیں وابستہ
سہانی رات میں جو پھول میرے دل سے ملتا ہے
میں اپنا دل جسے کہتا ہوں ہے الفت کا گنجینہ
زمانہ کا ہر اک رستہ اسی منزل سے ملتا ہے
نہیں موقوف کچھ مجھ پر زمانہ بھر کا رہبر ہے
وہ نقطہ جس کا آخر سر حد منزل سے ملتا ہے
ولا کیونکر نہ خوش ہو کر پڑھوں میں مطلع ثانی
کہ ایسی بزم میں پڑھنا بڑی مشکل سے ملتا ہے
وہ جنت ہو کہ کعبہ ہو اسی منزل سے ملتا ہے
رضائے حق کا رستہ نور کی محفل سے ملتا ہے
خراساں کا نہ کیوں کر راستہ خوش ہو کے میں ڈھونڈوں
سنا کرتا ہوں مدت سے کہ دل ہی دل سے ملتا ہی
کہاں ہیں آکے دیکھیں روضہ شاہ خراساں کو
جو کہتے ہیں جنان کا راستہ مشکل سے ملتا ہے
خجل ہو کر فلک کا چاند اک تار انظر آئے
اگر کہہ دوں کہ ان کا رخ مہ کمال سے ملتا ہے

اعتماد و بھروسہ تھا اور کئی آدمیوں کو اس کے ساتھ کر کے روانہ کیا پہلے تو بہت سے خط بھیجے حضرت کا کوئی جواب نہ آیا تو اس کے جانے کے وقت یہ تاکید کر دی کہ شاید تم لوگوں کی آنکھ بچا کر امام کسی راستہ سے علیحدہ ہو جائیں تو تم سب اس امر کا بہت خیال رکھنا کہ کہیں جانے نہ پائیں تم لوگ گھیرے رہنا اور علیحدہ نہ ہونا جب تک کہ حضرت یہاں پہنچ نہ جائیں غرض کہ رجاء ابن ضحاک حضرت کی خدمت میں پہنچا اور مامون کا خط پیش کرنے کے بعد جو تحائف کہ مامون نے حضرت کو بھیجے تھے وہ حاضر کئے حضرت نے نہ تحریر دیکھی نہ تحفوں کا خیال کیا بلکہ سب سے پہلے ہمانوں کی خاطر و مدارات میں مصروف ہوئے اس طرح جیسے کہ تمام عرب میں آل ہاشم کا مخصوص حصہ تھا جب ان کی ضیافت سے فارغ ہوئے تو مامون کا خط کھول کر پڑھا اور فرمایا اے ابی ضحاک انسان ارادہ تقدیر سے مجبور ہے مجھ کو کسی چیز کی خواہش نہیں خاموش زندگی بسر کرتا ہوں مگر میرا یہ فعل مامون کو نہیں پسند ہے تو رَضًا بِقَضَائِهِ وَ تَسْلِيمًا لِّأَمْرِہٖ میں خدا پر بھروسہ کر کے تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ یہ فرما کر اہتمام سفر میں مصروف ہوئے یہاں تک کہ تہہ میں آپ نے مدینہ منورہ سے ہمیشہ کے لئے کوچ فرمایا مدینہ منورہ میں جس چیز کی آپ کو سب سے زیادہ دل بستگی تھی وہ روضہ رسولؐ تھا حضرت جب سب سے وداع ہو چکے تو روضہ رسولؐ میں آئے حالت آپ کی یہ تھی کہ حالت بیتابی میں کبھی روضہ رسولؐ کے اندر تشریف لجاتے تھے اور کبھی باہر چلے آتے تھے اور گریہ و بکا فرماتے تھے کئی بار ایسا ہی ہوا آپ رور و کر اسی حالت میں فرماتے تھے کہ ہائے میں ایسے مقام کو

آیا یہ کہ حسینؑ نے گرمی کے زمانہ میں سفر غربت اختیار کیا آیا یہ یاد کر کے روئیں کہ حالت سفر میں حسینؑ بہت غمگین رہے حج نہ کر سکے۔ بھائی مسلم کی خبر شہادت سے محزون ہوئے آیا یہ کہ حسینؑ کے خیمے نہر سے اکھاڑے گئے آیا یہ کہ حسینؑ اور ان کے بچوں پر پانی بند کیا گیا آیا یہ کہ انصار و اعزاء سب مار ڈالے گئے آیا یہ کہ حسینؑ خود شہید ہو گئے آیا یہ کہ حسینؑ کے خیمے جلانے گئے آیا یہ کہ حسینؑ بے گور و کفن رہے آیا یہ کہ حسینؑ کے اہلیت لوٹے گئے آیا یہ کہ نبی زادیاں بازاروں میں درباروں میں پھرائی گئیں آیا یہ کہ سید سجادؑ لوہے سے جکڑے گئے آیا یہ کہ بیمار کمر بلا کو بلا سبب زہر دیا گیا آیا یہ کہ امام محمد باقرؑ پر طرح طرح کے مصائب ڈھائے گئے آیا یہ کہ امام جعفر صادقؑ زہر دغا سو شہید کئے گئے آیا یہ کہ لاش امام موسیٰ کاظمؑ کی مزدوروں نے اٹھائی کہاں امام کا جنازہ کہاں حمال آیا یہ کہ حضرت کا جنازہ جسے بغداد کی طرف بھیجا گیا آیا یہ کہ ہمارے اور آپ کے آٹھویں امام امام رضاؑ کو مامون ملعون نے انگوروں میں زہر دے کر شہید کیا کون سی حالت اپنے امام کی آپ حضرات کے سامنے عرض کروں بس صرف اتنا عرض کروں کہ یہ آپ کے امام چچین سے مدینہ میں رہنے نہ پائے مامون ملعون کو جب آپ کے ہلاک کرنے کی کوئی تدبیر نہ ہاتھ آئی تو اس نے ایک دربار میں مشورہ کے لئے لوگوں کو جمع کیا کثرت آراء نے یہ ہوئی کہ حضرت کو مدینہ سے بلایا جائے اور مامون اپنا ولیعہد بنائے چنانچہ ایک شخص کو منتخب کیا کہ وہ جا کر حضرت کو لائے جس کا نام رجاء ابن ضحاک تھا۔ یہ مامون ملعون کا مامون تھا جس پر مامون کو بہت زیادہ

ہو یہ عرض کر کے ابن حجر لکھتے ہیں کہ اس وقت محمد ابن رافع احمد ابن حارث یحییٰ ابن یحییٰ اسحاق ابن راہویہ نے حضرت کے قاطر کی باگ تھام لی ان لوگوں کی استدعا پر حضرت نے سواری روکنے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا حجاب اٹھا دیئے جائیں فوراً تعمیل کی گئی حاضرین نے جو بھی وہ نورانی چہرہ دیکھا سینوں میں دل بیتاب ہو گئے لوگوں نے دیکھا دوزخیں روئے نور پر مانند گیسوئے مشکبوعے جناب رسالتاً پڑی ہوئی تھیں یہ دیکھ کر کسی کو یارائے ضبط باقی نہ رہا سب کے سب ڈھائیں مار مار کر رونے لگے اکثر نے اپنے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے کچھ زمین پر گر کر سچھاڑیں کھانے لگے کچھ سواری کے گرد صدقہ ہونے لگے کچھ سواری کے زین و لجام کو جو متھے کچھ عماری پر بوسہ دینے کے لئے گر دلوں کو بلند کرتے تھے غرض کہ عجب دلولہ تھا کسی کو جمال باکمال دیکھنے سے سیری نہیں ہوتی تھی غرض کہ حضرت نے حدیث پڑھنا شروع کی اور اس طرح بیان فرمانا شروع کیا کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار سے اور انھیں نے اپنے پدر نامدار سے یہاں تک کہ بتدریج اس حدیث کا سلسلہ درگاہ رب العزت تک پہنچایا کہ پروردگار عالم ارشاد فرماتا ہے کہ میں ہوں خدا اور میرے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں اے میرے بندو میری عبادت کرو اور یہ یقین کر لو کہ جو شخص میری وحدانیت کی گواہی دے گا پورے اخلاص کے ساتھ وہ میرے عذاب سے امن میں رہے گا۔ حاضرین نے عرض کیا یا حضرت اخلاص کسے کہتے ہیں اور اخلاص حاصل ہو گا کیوں کہ تو آپ نے ارشاد فرمایا بشرط و شروط طہا شہادت وحدانیت عذاب الہی سے نجات کا باعث تو ضرور ہے مگر اپنی شرط

جدا ہو رہا ہوں کہ اب مجھے آنا نصیب نہ ہو گا اور اسی مسافرت و غریب الوطنی میں میری جان چلی جائے گی ایک روایت یہ بتاتی ہو کہ حضرت حرم سرا میں تشریف لے گئے تمام خویش و اقربا کو جمع کر کے بکمال حسرت و افسوس فرمایا کہ میں تم سب سے رخصت ہوتا ہوں ایسا ہلک سفر مجھ کو درپیش ہے کہ جو واپسی کی امید قطعی نہیں یہ سننا تھا کہ صدائے نالہ و شیون بلند ہوئی اور تمام بیت الشرف میں کہرام برپا ہوا آپ نے حکم دیا کہ بارہ ہزار دینار سرخ میرے تمام اعزاء و اقارب پر تقسیم کر دیئے جائیں اس تقسیم کے بعد آپ تشریف لے گئے مختلف مقامات سے آپ کا گذر ہوا فرستادہ مامون کی وجہ سے غیر متعارف راستہ سے چلے کوثر اور قم کا راستہ اس وجہ سے چھوڑ دیا کہ یہاں حضرت کے دوست رہتے ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ حضرت کو نہ جانے دیں طئی مراحل قطع نہ کر کے بعد نیشاپور کے قریب پہنچے حضرت ایک خچر پر سوار تھے جس کا نام ساز و سامان نقرئی تھا خچر پر عماری تھی اور اس عماری میں وہ نور خدا حجت باری رونق افروز تھے عماری کے دونوں طرف خزانے پر دے پڑے ہوئے تھے جب اہل نیشاپور کو معلوم ہوا تو گروہ کے گروہ دستے کے دستے برائے زیارت آنے لگے لوگوں نے پکار پکار کر حضرت کی خدمت میں عرض کرنا شروع کیا کہ اے جمیع سادات کے سردار اور اے اماموں کے امام اور اے سلسلہ پاکیزہ و رضیہ کے خلاصہ اور اے پاکیزگان و عالمقمان زمانہ منتخب روزگار آپ کو اپنے آباء و اطہرین کا واسطہ اپنے دیدار سمیت آثار سے محروم نہ فرمائیے اور کوئی حدیث اپنے جد امجد جناب رسالتاً کی ارشاد فرمائیے کہ باعث خیر و برکت دنیا و آخرت

کہ غیر لوگ اس حدیث کی تصدیق کرتے ہیں اور فضل و کمال امام
رہنا کے قائل ہیں اس سفر میں بہت سے معجزات ظاہر ہوئے
چند معجزات حضرت کے نہایت اختصار سے عرض کرتا ہوں شہر
نیشاپور میں ایک محلہ تھا جس کا نام غرونی تھا وہاں حضرت تشریف
لے گئے اور سنی پتہ کے گھر میں آپ کا قیام ہوا آپ نے اس کے
مکان کے ایک گوشہ میں ایک دانہ بادام بویا کیا کہنا اس ہاتھ کی کبر
کایوں نہ ہو یہ اللہ کے پوتے معجزانہ کے دل بند تھے اسی وقت پھوٹ
کر شاخ و برگ لایا اور شجر بارہ ور ہو گیا یہاں تک کہ ہر سال اس میں
پھل آتے تھے اور تمام لوگ اس سے نفع اٹھاتے تھے میوہ ہونے
کے علاوہ پروردگار عالم نے اس میں روحانی تاثیریں بھی عطا
فرمائی تھیں اول یہ کہ چوپائے جانور جو مریض ہوتے تھے ان کے جسم
پر لگاتے تھے اور بھر دیتے تھے تو وہ صبح و تندرست ہو جاتے تھے
اس کا پھل عام بیماروں کو کھلایا جاتا تھا خداوند عالم ان کو شفا عطا
فرماتا تھا وقت ولادت اگر عورتوں کو کھلایا جاتا تھا تو وضع حمل میں
آسانی ہو جاتی تھی اور در چشم والے آنکھوں میں لگاتے تھے وہ فوراً
درد اچھا ہو جاتا تھا دوسرا معجزہ حضرت سے یہ ظاہر ہوا کہ اسی محلہ
میں ایک حمام اور حمام کے قریب ایک چشمہ آب تھا جو عرصہ سے خشک
ہو گیا تھا پس حضرت وہاں تشریف لائے تو بقدرت خدا اور باعجاز
امام وہ چشمہ از سر نو جو شرن ہو گیا آپ نے اس کے قریب ایک حوض
بنوادیاد وہ حوض ایسا ہے جس میں کئی زینے ہیں جب کئی زینے طے
ہوں تب حوض و چشمے تک پہنچ سکتے ہیں جب وہ حوض تیار ہو گیا

کے ساتھ عرض کیا وہ شرطیں کون سی ہیں فرمایا وانا من شروطھا
اگر شرطوں کو پوچھتے ہو تو سب سے پہلے ان شرطوں میں سے پہلی شرط
میں ہوں یہ حضرت نے سنا دیا کہ دیکھو خدا کو خالی وحدہ لا شریک سمجھنے
سے کچھ نہ ہو گا جب تک کہ ہماری محبت کو اختیار نہ کرو گے اتنا جمع تھا کہ
ابوزرعہ اور محمد ابن اسلم طوسی جو کلمہ حضرت کی زبان سے نکلتا تھا اسے
باوازد بلند بکار بکار کر کہہ دیتے تھے کہ دور کے لوگ بھی سُن لیں تعداد
جمع کی تو نظر حقیر سے نہیں گذری مگر مجمع کا اندازہ اہل فہم خود ہی سمجھ لیں
کہ جو بیس ہزار آدمیوں نے صرف یہ حدیث اپنے اپنے قلم سے لکھی حالانکہ
تاریخ یہ بتاتی ہے ۲۴ ہزار دوات تھی ممکن ہے کہ ایک ایک دوات
سے دو دو چار چار آدمی لکھ رہے ہوں اور اگر بفرض محال فی دوات
ایک ہی شخص لکھ رہا تھا تو جب بھی ۲۴ ہزار ہی لکھنے والے کیا کم ہوئے
اس حدیث کا شرف سننے کے قابل ہے اسناد ابو القاسم قنبری کہتے ہیں
کہ یہ حدیث انھیں اسناد کے ساتھ امرا و زمانہ میں سے ایک شخص کے
پاس پہنچی تو اس شخص نے اس حدیث کو آب زر سے لکھوایا اور وصیت
کی کہ میرے مرنے کے بعد اس حدیث کو میرے کفن میں رکھ دینا چنانچہ
کچھ زمانہ کے بعد وہ مر گیا اس کے کفن میں یہ حدیث رکھ دی گئی چند
روز کے بعد اس کو خواب میں دیکھا پوچھا کہ خداوند عالم نے تیرے ساتھ
کیا سلوک کیا اس نے کہا کہ مجھ کو میرے پروردگار نے لا الہ الا اللہ
اور محمد رسول اللہ کہنے سے اور اس حدیث کو آب زر سے لکھوانے
کے باعث بخشید یا اسی وجہ سے اہل اسلام اس حدیث کو سلسلۃ الذہب
کے لقب سے آج تک یاد کرتے ہیں یہی کیا کم اس حدیث کی فضیلت ہو

کے لئے پانی مانگا عرض کیا گیا پانی تو یہاں کہیں نہیں ہے حضرت نے دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک پتھر بڑا ہوا ہے اسے آپ نے ہٹا کے کچھ تھوڑی سی مٹی دست مبارک سے ہٹائی فوراً بحکم محکم یَفْجَرُ وَتَهَا تَفْجِئًا ایک چشمہ آب ظاہر ہو گیا حضرت نے مع تمام لوگوں کے اس سے وضو کیا اور نماز جماعت ادا کی اور وہاں سے روانہ ہوئے کچھ عرصہ کے بعد ایک شخص نے وہاں پر نہر نکالی اور اس چشمہ کا پانی نہر میں لے لیا اور زراعت کی۔ تھوڑے عرصہ میں وہ چشمہ بند ہو گیا جب وہ زراعت خراب ہوئی تو حکم خدا سے وہ چشمہ پھر ظاہر ہوا اور ابھی تک جاری ہے اور یہ بھی چشمہ امام رضا کے نام سے مشہور ہے فقیر یہ ہے کہ حضرت کا سفر ختم ہوا یعنی اس مقام کے قریب پہونچے جہاں مامون رہتا تھا جب اس کو حضرت کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو مع ارکان دولت و اعیان درگاہ سلطانی آپ کے استقبال کو آیا اور بہت سرور و مسرت کے آثار ظاہر کئے اور ایک قصر عالی میں جو تمام آرائشوں سے آراستہ و پیراستہ تھا اس میں حضرت کا قیام مع ہمراہیوں کے ہوا اس کے مامون نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ سلطنت اب آپ کی ہے میری ولیعہدی قبول فرمائیے آپ نے انکار فرمایا کئی روز تک اسی کی گفتگو ہوتی رہی یہاں تک کہ جب حضرت پر بہت زیادہ اس نے زور دیا تو آپ نے رو رو کر اس کے جبر سے اس کی ظاہری حاجت کو قبول فرمایا۔ آپ کا حکم جاری ہو گیا سکے کا رواج ہوا مامون کا یہ خیال تھا کہ جتنے کام حضرت جاری فرمائیں گے میرے موجودہ اقتدار سلطانی کا لحاظ رکھیں گے مگر اس کی امیدوں کے برخلاف ہوا حق بات کہنے میں حضرت

تو آپ نے اسی چشمہ میں غسل فرمایا اور حوض کے کنارے پر اپنے نماز پڑھی اس روز سے معمول ہو گیا کہ جو اس طرف سے آتا ہے وہ غسل ضرور کرتا ہے اور مسجد میں نماز پڑھتا ہے غرض کہ وہ حمام اور وہ حوض اور وہ مسجد اور وہ چشمہ چشمہ امام رضا کے نام سے اب تک مشہور ہے صرف حوض کی برکت سینے کے جو حضرت نے تیار فرمایا تھا ایک مرتبہ ایک شخص نہانے کے لئے حوض میں اترا اور اپنی کمر سے ایک تھیلی کھول کر ایک طاق میں رکھ دی جب نہا چکا تو تھیلی اٹھانا بھول گیا نماز پڑھی اور قافلے کے ساتھ چلا گیا جب واپس ہوا تو پھر اسی چشمہ سے غسل کرنے کے لئے چلا مگر دروازہ بند پایا دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حوض کے طاق میں ایک سانپ بیٹھا رہتا ہے جس کے خوف سے لوگ اندر نہیں جاتے اس نے کہا مجھے کچھ خوف نہیں یہ کہہ کر اس نے دروازہ کھولا تو سانپ کو نہ پایا لیکن اس کی وہ تھیلی جیسی تھی ویسی ہی اس نے دیکھا کہ رکھی ہوئی ہے اس نے وہ اپنی تھیلی خوش ہو کر اٹھائی وہاں کے لوگوں کو بہت صدمہ ہوا اور ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اور دل ہی دل میں کہنے لگے کہ ہم لوگ بڑے کاہل نکلے کہ آج تک سانپ کے خیال سے اندر نہ گئے اگر جاتے تو یہ تھیلی ہاتھ آجاتی اسی وقت سے اس حوض کا نام حوض کاہلاں ہوا سنا آپ نے اس حوض کی برکت کو غیر دیکھے سانپ دکھائی دے اور صاحب مال آئے تو رقم کی وہی تھیلی۔ تیسرا معجزہ حضرت سے یہ ظاہر ہوا کہ سفر خراسان میں جب آپ کی سواری فریہ حمراء کے قریب پہونچی تو دن ڈھل چکا تھا فریضہ نماز ادا کرنے کے قصد سے سواری سے اترے تجدید وضو

کہنے سے میرے غسل و کفن کے سامان میں مصروف ہو جانا اور اس خیمہ سفید میں کچھ لوگوں کی آواز سنو گے فوراً میری لاش کو چھوڑ کر باہر چلے آنا اور خبردار کسی روزن سے جھانکنا نہیں اس کے بعد مامون باوازی بند کہے گا کہ شیعوں کا تو یہ اعتقاد ہے کہ امام کو امام ہی دفن کرتا ہے یہ ہم لے پاس طوس میں ہیں اور ان کے صاحبزادے مدینہ میں ہیں اب وہ یہاں آکر ان کو کیسے دفن کریں گے تو تم اس کے جواب میں کہنا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ شیعوں کا یہی اعتقاد ہے اگر کوئی مانع نہ ہو۔

اگر امام موسیٰ رضا مدینہ میں انتقال فرماتے تو بھی حضرت امام محمد تقیؑ غسل دیتے اور یہاں بھی انشاء اللہ وہی مدینہ سے آکر غسل دیں گے مخفی طریقہ سے۔ اے ہرثمہ تم اس خیمہ میں جس میں لاش رکھی ہوگی دروازہ کھلنے تک انتظار کرنا جب دروازہ کھلے گا تو تم مجھے غسل و کفن کیا ہو پاؤ گے اسکے بعد میرے جنازہ کو میرے مقام مدفن پر لیجانا وہاں مامون کی یہ تجویز ہوگی کہ وہ مجھے اپنے باپ کی پشت کی طرف دفن کرے مگر یہ آرزو اس کی پوری نہ ہوگی تم اس سے کہنا کہ ہارون کی قبر کے آگے کھودو بس وہیں پر میری قبر ہوگی مامون تمہارے اس کہنے کو مان لے گا اور مقام مذکورہ پر کھدوا گا تھوڑی ہی مٹی ہٹائی جائے گی کہ میری قبر کھدی کھدائی تیار ملے گی اس وقت میرے دفن میں جلدی نہ کرنا یہاں تک کہ میری قبر میں پانی نمودار ہو گا اور اس میں چھوٹی چھوٹی ٹھیلیاں دکھائی دیں گی لیکن ایک بڑی مچھلی بھی ظاہر ہوگی اور ان چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کو کھا کر غائب ہو جائے گی تھوڑی دیر میں وہ پانی بھی غائب ہو جائے گا اس وقت تم مجھے قبر میں اتارنا میری قبر خود بخود بند ہو جائے گی تمہیں دفن کی بھی کوئی

مامون کا ذرا سا بھی لحاظ نہ فرماتے تھے مامون کو صدمہ ہوتا تھا مگر منہ سے کچھ نہ کہتا تھا لیکن دل میں عداوت و مخالفت کا بیج بوتا جاتا تھا آخری نتیجہ جو اس کے دل میں برابر سے تھا وہی ہو کے رہا کہ دپے قتل ہو گیا حضرت علم امامت سے سب جانتے تھے کہ کیا ہونے والا ہے ہرثمہ سے دور و زقبل اپنی وفات کی آپ نے خبر دی فرمایا ہرثمہ میری عمر تمام ہو گئی اب میرا دنیا میں رہنا ناممکن ہے میں بہت جلد اپنے خدا کی طرف رجوع کرنے والا ہوں اور اپنے ابا و اطا ہرین سے ملنے والا ہوں اے ہرثمہ آگاہ ہو کہ مامون نے اب قطعی طور سے ارادہ کر لیا ہے کہ انگور اور انار میں مجھ کو زہر دے کہ مار ڈالے انگوروں میں تو زہر اس طرح ملایا جائے گا کہ سوئی کا ڈورا زہر بلا ہل میں ڈبودیا جائے گا اور دانہ ہائے انگور میں کئی کئی بار اس ڈورے کی آمد و رفت سے زہر مخلوط کیا جائے گا اور انار میں اس طرح زہر ملایا جائے گا کہ مامون کے ملازم اپنے ہاتھوں میں خوب اچھی طرح زہر مل کر انھیں ہاتھوں سے انار پھوڑیں گے پس وہ شربت انار زہر آلود میرے پاس آئے گا میں رضا بقضائے و سئلنا لا مرہ کہ ہر قبول کروں گا اور پی جاؤنگا اور اس دارنا پائدار سے چلا جاؤں گا فرمایا ہرثمہ مامون میری خبر شہادت سن کر ظاہری خلوص کی وجہ سے میرے غسل و کفن کا اہتمام اپنے پاس سے کرنا چاہے گا تو اس کو منع کر دینا اور کہہ دینا کہ اگر تو میرے غسل و کفن کے اہتمام میں مصروف ہو تو جو عذاب تجھ پر آخرت میں ہو نہ والا ہے وہ یہیں سب کے سامنے تجھ پر خداوند عالم نازل فرمائے گا جب تم اس سے یہ کہو گے تو وہ باز رہے گا اور میرا غسل و کفن تمہارے سپرد کرے گا تم اسکے

پڑھی دفن ہو گئے امام رضا کو اتنا موقع ملا کہ اپنے بیٹے کو سینہ سے لگایا
 پیار کیا ہر باپ جب دنیا سے جاتا ہوگا تو بسبب اپنی محبت کے وقت آخر
 ہی چاہتا ہوگا کہ اپنے بیٹے کو جی بھر کے دیکھ لوں سینہ سے لگا لوں مگر
 حسین وقت آخر اپنے فرزند کو سینہ سے نہ لگا سکے میں عرض کروں گا مولا
 اچھا وقت آخر اگر آپ اپنے فرزند کو نہ دیکھ سکے سینہ سے نہ لگا سکے تو
 وقت رخصت ہی سینہ سے لگالیتے تو شاید اس کے جواب میں حضرت
 فرمائیں دل تو چاہتا تھا کہ اپنے فرزند کو سینہ سے لگاؤں مگر کیونکہ سینہ
 سے لگاتا اس لئے کہ میرے جسم میں تو تیر لگے ہوئے تھے اگر سینہ سے لگاتا
 تو تیر میرے فرزند علی کے چبھ جاتے امام رضا اگر چہ مامون کی قید میں
 تھے لیکن کسی روایت سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ امام محمد تقی سے کسی نے
 یہ کہا ہو کہ آپ کے پدر بزرگوار کو پانی سے ترسایا گیا سید سجاد کے دل
 پر اسی بات کا کیا کم صدمہ تھا کہ میرے بابا نے ایک ایک سے پانی
 مانگا مگر کسی نے ایک قطرہ بھی نہ دیا اور پیاسا ہی ذبح کر ڈالا ہمارے
 نوں امام امام محمد تقی نے اپنے بابا کو فرش پر لیٹا ہوا پایا اور اسی فرش
 پر امام رضا نے دنیا سے انتقال فرمایا سچ ہے ہر مرنے والے کی موت ایسی
 ہی ہونا چاہئے کہ وہ کم سے کم اپنے بستر ہی پر انتقال کرے کیونکہ اگر بستر
 نہ ہو تو مرنے والے کو اور زیادہ تکلیف ہوگی حضرات مومنین میں آپکو
 ایسے مرنے والے کی حالت سناؤں کہ جو بھوکا بھی ہے اور شدت سے پیاسا
 بھی ہے پیاس کی زیادتی یوں اور بھی ہے کہ ایک ہزار نو سو اکیاون
 زخم اس کے جسم پر لگے ہوئے ہیں فرش بھی نہیں ہے اور اگر فرش ہی
 تو وہ فرش جلتی ہوئی زمین کا ہے پیاس کی وجہ سے زبان منہ سی

تکلیف نہ ہوگی ہر ثمرہ کہتا ہے کہ جو کچھ حضرت نے ارشاد فرمایا تھا وہی ہوا
 کہ حضرت کو مامون نے بلایا اور انگور زہر آلود دکھلائے دو پہر ہونے سے
 پہلے حضرت مجلس مامون سے اٹھ کر چلے آئے حالت متغیر ہونے لگی یہاں
 کہ ہمارے آٹھویں امام غریب الغر بار شہید زہر دغا نے ۲۳ ذیقعدہ
 ۲۳۸ھ میں انتقال فرمایا اور ایک روایت یہ ہے کہ جب حضرت نے وہ
 خوشہ انگور زہر آلود نوش فرمائے تو فوراً اٹھ کھڑے ہوئے مامون نے
 کہا اے پسر عم کہاں کا ارادہ ہے فرمایا جہاں نے بھیجا ہے وہاں جانا
 ہوں یہاں تک کہ حضرت مخزون و مغموم ہارون کے پاس سے تشریف
 لائے جہاں قیام پر زہر کا اثر ظاہر ہونے لگا ابوالصلت حاضر تھا فرمایا
 اے ابوالصلت دروازہ مکان کا بند کر دو اس نے دروازہ بند ہی کیا
 تھا دیکھا کہ ایک جوان نہایت حسین و خوبصورت جس کے چہرے سے آثارِ
 امامت ظاہر تھے اور امام رضا سے بہت مشابہ تھا وہ آیا ابوالصلت نے
 کہا کہ آپ کس طرف سے یہاں آئے میں نے تو تمام دروازے بند کر دیے
 تھے تو اس جوان نے کہا کہ جس قادر مطلق نے مدینہ سے ایک لحظہ میں مجھ کو
 شہر طوس میں پہونچایا اسی نے بند دروازے سے مجھ کو اس مکان میں
 بھی داخل کر دیا ابوالصلت نے کہا کہ اے جوان ذرا نام تو اپنا بتا دے
 فرمایا میں محمد ابن علی ہوں اپنے پدر غریب و مظلوم و والد معصوم و مسموم
 کو دیکھنے اور وداع کرنے آیا ہوں یہ کہہ کر اس حجرہ میں جہاں امام رضا
 تھے تشریف لائے جو نبی امام مسموم نے اپنے فرزند معصوم کو دیکھا اپنے
 پسر گم گشتہ کو اپنے سینہ سے لگالیا اور اسرار امامت تعلیم فرما کے دنیا سے
 انتقال فرمایا امام زادہ نے رونا شروع کیا غسل دیا کفن پہنایا نماز جنازہ

موسیٰ دنیا میں نہ آنے پائیں کیسی کیسی تدبیریں اور فکریں کیں مگر اس کو سوائے ذلت کے اور کچھ نہ ملا قدرتِ خدا یہ ہوئی کہ حضرت موسیٰ پیدا ہوئے اور ان کی پرورش اسی فرعون کے گھر میں کس عزت سے ہوئی۔ جناب ابراہیم کو غرور دچاہتا تھا کہ کسی طرح ذلیل ہو جائیں کیا کیا فکریں کیں آخری تدبیر آگ میں جٹانے کی کی مگر خدا نے حضرت ابراہیم کی عزت کو رکھا اور اس آگ کو گلزار ہونے کی عزت دی اور اس کے دل کو ذلت کا صدمہ دیا خداوند عالم عادل ہے خواہ مخواہ اس کی مشیت میں نہیں آتا کہ کسی عزت والے کو ذلیل کر دے عزت والے خود ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ جو ذلیل ہو کر رہتے ہیں۔ ابلیس کو دیکھئے اس کی کیسی عزت معلم الملکوت لیکن اس نے حکمِ خدا کے خلاف کیا ذلیل ہو گیا۔ رسولِ خدا زمانہ میں کیسے کیسے لوگ تھے مگر کسی نے ناری ہو کے ذلت پائی اور کسی نے ناجی ہو کے عزت پائی کوئی ناری ایسا ہوا کہ اب تک اور آئندہ قیامت تک اس کو ذلیل سمجھا جائے گا اور کوئی ایسا عزت دار ہوا کہ رسول اللہؐ نے اس کو اپنے اہلبیت میں داخل کر لیا مختصر یہ کہ وہی جس کو چاہے عزت دے لیکن وہ رحیم بھی ایسا ہے کہ اس سے ہر ذی عزت کو کافی حصہ عزت کا اپنی عزت سے عطا فرمایا ہے اور ہم کو تو تفاسیر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے دشمنانِ آلِ رسول کو ذلت دی اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کو اپنی عزت سے عزت دی اور آلِ محمدؐ کے تصدق میں دوستدارانِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کو اس نے عزت عطا فرمائی اور یہ بات تو مانی ہوئی اور مسلم ہے کہ خدا نے جب سے دنیا کو خلق فرمایا ہے صرف چودہ حضرات کو ایسی عزت دی کہ نہ کسی کو ایسی عزت اس نے دی اور نہ آئندہ عزت دیگا

باہر نکلی ہوئی ہے ایسی تو حالت ہے اس حالت پر بھی کسی کو رحم نہیں آتا بلکہ ہر شخص خدین کا پیسا ہو رہا ہے وہ زخمی تھوڑی ہی دیر کا ہمان ہے مگر ایک شقی یہ چاہتا ہے کہ جتنی جلدی ہو سکے کام اس مظلوم کا تمام کر دیا جائے بے ادبی کرنا شروع کی جب اس مظلوم نے یہ دیکھا کہ یہ ملعون مجھے ذبح ہی کر ڈالے گا تو کہا اوشقی یہاں پر ذبح نہ کر اسلئے ایسا نہ ہو کہ میری بہن مجھے ذبح ہوتے دیکھ لے ایسے زخمی ایسے ضعیف ہیں کہ خود سے کہیں جا نہیں سکتے سوائے اس کے کہ کوئی لیجائے اس وقت اس نے رحم نے عجب طرح کی بے رحمی کی کیا کہوں کہ کیونکر وہ ملعون لے گیا کہاں لے گیا ایک نشیب میں یہ نہ عرض کروں گا کہ کس طرح ذبح کیا لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ آندھی سیاہ چلی آسمان پر تارے ٹوٹے منادی نے ندا دیدی آج بختن کا خاتمہ ہو گیا۔

حالِ ولادت جناب امام محمد تقیؑ

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا خُداوند عالم ارشاد فرماتا ہے سب عزتیں اسی کے لئے مخصوص ہیں اور ایک مقام پر یوں ارشاد فرماتا ہے وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ يُبْدِكَ الْخَيْرُ یعنی تو جسے چاہے عزت دے اور تو جسے چاہے ذلت دے یہ خوبی تیرے ہی ہاتھ میں ہے واقعی وہ ایسا ہی ہے جب جس کو چاہا اس کو عزت دیدی اور جب اس کی مشیت ہوئی بڑے بڑے سرہنگ بڑے بڑے طاقتور بڑے بڑے زور آوروں کو ذلیل کر دیا دیکھئے جناب موسیٰ علیہ السلام کو کہ خدا نے کیسی عزت دی اور فرعون کو کیسی ذلت ہوئی چاہتا تھا کہ

کھڑے کے کھڑے رہ گئے کہ امام محمد تقیؑ نے فرمایا کہ اے میرے چچا آپ پر خدا کی رحمت نازل ہو اب آپ زحمت نہ فرمائیں اور فرش پر بیٹھ جائیے علی ابن جعفر صادقؑ نے عرض کیا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ آپ کھڑے رہیں اور میں بیٹھ جاؤں یہ عزت تھی حضرت کی ایسے حضرات کے دل میں غرض کہ جب تک کہ امام محمد تقیؑ نہ بیٹھے یہ مقدس بزرگ بھی نہ بیٹھے حضرت نے کچھ باتیں کیں اور اپنے دولہتر کی طرف تشریف لے گئے اسمعیل ابن ابراہیم کا بیان ہے کہ علی ابن جعفر جب حضرت کو رخصت کر کے آئے تو ان کے بعض احباب نے اس اعزاز و اکرام کی نسبت ان سے اعتراض کیا کہ اپنے چھوٹے اور صغیر السن بچے کی اتنی عزت کی حالانکہ بحیثیت رشتہ و قرابت ان کے صاحبزادے کے باپ کے آپ چچا ہوتے ہیں یہ سننا تھا کہ علی ابن جعفر کو ان کلمات سے تکلیف پہونچی اور جواب میں اپنے چہرہ پر شکن لا کر کہا کہ کیوں ایسی باتیں کرتے ہو چچا رہو اور خاموش ہو یہ کہہ کر اپنی سفید داڑھی اپنے ہاتھ میں لے کر ارشاد فرمایا کہ میں اس کو کیا کروں خدا ہی نے تو اس محاسن سفید کو اس مرتبہ و عزت کے قابل ہی نہ سمجھا جیسا کہ مرتبہ و عزت کے لائق یہ جوان ہے اس لئے کہ اس کو خدا نے ایسے مقام پر پہونچا کر ابتدا ہی سے ایسی عزت دیدی ہے جو علم امامت کے لئے مخصوص ہے پس میں اپنے خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں اس جوان کی فضیلت کا انکار کروں پروردگار عالم نے اپنے خزانہ عزت سے اس کو وہ عزت دی ہے کہ میں ہمیشہ غلامی کا اقرار کروں حضرات مومنین اسی ایک واقعہ سے جناب امام محمد تقیؑ کی ذاتی وجاہت اور فضیلت و عظمت و عزت کا کافی ثبوت ہے علی ابن جعفرؑ

یہی وہ حضرات تھے جن کی وجہ سے خداوند عالم نے عزت کا ساما کیا اگر یہ نہ ہوتے تو عزت کیسی کوئی عزت کا نام بھی نہ جانتا اور یہ سمجھ بھی نہیں سکتا کہ عزت کس کو کہتے ہیں بس لائق عزت ہی حضرات ہیں اس لئے کہ خدا نے ابتدا سے ان کی عزت کا لحاظ کیا اور انھیں کی عزت سے دنیا کی عزت ہوئی بلکہ یہ کیوں نہ عرض کروں کہ انھیں چہارہ دہ معصومین کی وجہ سے عزت نے بھی عزت پائی اور لفظ عزت نے خلعت عزت پہنا ہر صاحب عزت کی عزت کرنا واجب ہے اور عزت دار کی عزت نہ کرنا ظلم ہے جیسا کہ علی بن جعفر صادقؑ یہ بزرگ قرابت کے لحاظ سے جناب امام رضاؑ کے چچا ہوتے تھے بہت بڑے صاحب کمال صاحب استعداد اور صاحب عزت تھے اور حجاز کے مرکز علمی کا نقطہ بنے ہوئے تھے ان کا حلقہ درس بہت وسیع تھا مدینہ کے تمام علماء و فقہاء جمع ہوتے تھے اور درس لیا کرتے تھے اپنے برادر عالی مرتبت جناب امام موسیٰ کاظمؑ کے بعد مسجد رسولؐ میں بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ بلکہ تمام حجاز و یمن تک کے عمائد و اکابر ان کو بہت بڑی عظمت اور جلال کی نظر سے دیکھتے تھے اور کچھ اکابر و عمائد پر منحصر نہیں تھا بلکہ ہر شخص ان کی تعظیم و تکریم کو اپنا شرف و افتخار سمجھتا تھا ابراہیم کے بیٹے اسمعیل ناقل ہیں کہ ایک دن میں علی ابن جعفر صادقؑ کی صحبت میں حاضر تھا اسی اثناء میں جناب محمد تقیؑ تشریف لائے دیکھا میں نے کہ علی ابن جعفر صادقؑ حضرت کو دیکھتے ہی اپنے مقام سے اٹھے اور دوڑ کر آپ کے دونوں ہاتھوں اور آنکھوں کے بوسے لئے اور بہت تعظیم و تکریم و عزت کی اور ویسے ہی

سے اسی وقت مشرف فرمایا جاتا تھا مدینہ منورہ کے زمانہ قیام میں آپ کی نشست سب سے زیادہ مسجد رسول میں ہوا کرتی تھی اور عام طور سے مسلمین و مومنین کو اپنے وعظ و ارشاد سے مشرف فرما کر عزت بخشتے تھے سادگی اور فروتنی آپ کی ایسی تھی کہ مامون عباسی ایسے مقتدر عظیم الشان سلطان کے داماد تھے اور ام الفضل ایسی صاحب دولت اور ذی عزت شاہزادی کے شوہر تھے لیکن آپ نے کبھی اپنے توصل اور قرابت قریبہ پر مفاخرت نہیں کی اور نہ کبھی اس کو کسی عظمت و باوقعت کی نظر سے دیکھا اور نہ کبھی اس کے مال و دولت پر نظر کی اس سلطانی تقرب سے کبھی حضرت کے مزاج میں کسی قسم کا تغیر نہیں پیدا ہوا بلکہ محاسن سلوک کے تمام مراسم اسی انداز پر برابر قائم رہے جیسے ابتدا سے ہوتے چلے آتے تھے۔ ایک شخص ناقل ہے کہ مجھ کو یہ خبر ملی کہ جناب امام محمد تقی کا عقد مامون عباسی کی بیٹی ام الفضل سے ہو گیا ہے تو میں بغرض تہنیت صبح کو خدمت امام میں حاضر ہوا وہ کہتا ہے کہ مجھ کو زمانہ کی موجودہ روش کے مطابق خیال تھا کہ شاید حضرت اپنی زیارت کا مشرف نہیں بخشیں گے مگر میرے خیال کے برعکس ہوا جو نہی میرے حاضر ہونے کی خبر پہونچائی گئی حضرت نے فوراً مجھ کو اپنے پاس بلا لیا اور میں اسی وقت حضرت کی خدمت میں چلا گیا بہت دیر تک اس امر میں خاص طور پر میں تمیز کرتا رہا کہ آپ کی موجودہ رفتار اور مزاج میں کسی قسم کے تغیر و تبدل کا ادراک و احساس کروں مگر ہر چند میں نے غور کیا اور لاکھ لاکھ تحقیق و تلاش کی لیکن کچھ شائبہ بھی نہ پایا اور نہ آپ کے اخلاق عظیم اور اشفاق قدیم میں کسی قسم کا

کوئی معمولی بزرگ نہ تھے سن و سال کے اعتبار سے سادات میں وہ سب سے زیادہ بزرگ اور کبیر السن تھے اور تمام علماء و فقہاء مدینہ میں سب سے زیادہ متقی اور باعثِ عزت تھے اپنے برادرِ معظم جناب امام موسیٰ کاظم سے بلا واسطہ حدیثیں بیان کیا کرتے تھے۔ خوش قسمت ایسے کہ اپنے پدر بزرگوار امام جعفر صادق سے لیکر جناب امام محمد تقی تک چار اماموں کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ان کا زمانہ بہت اچھی طرح دیکھا ان کی ہستی ایسی بزرگ و برتر تھی کہ موجودہ تعلیم تدریس کا حلقہ ایسا وسیع تھا کہ ہر شخص ان کے خرمین علم کا خوشہ چین تھا ایسے جامع الصفات دنیا میں اگر لوگ ہوتے تو امام زمانہ کی کچھ عزت سمجھتے ایسے حضرات جانتے تھے اور اچھی طرح سمجھتے تھے کہ امام کی عزت کیسی کرنا چاہیے اور یہ کس عزت کے لائق ہیں اور پیش خدا ان کی کیا عزت ہے ہم کیا کہ جو امام محمد تقی کی عزت کو بیان کر سکیں محاسن اخلاق اور محامد اشفاق آپ کا ایسا تھا کہ کبھی کسی سے بے رخی اور کج ادائی و بے مروتی کا اظہار نہیں کیا جس طبقہ اور جس درجہ کے لوگ اپنی غرض اپنی التجا جس وقت اور جس موقع پر لے کر آئے حضرت نے اسی وقت بحال کشادہ پیشانی اور خندہ زنی اس کی حاجت کو پورا کیا آپ ہر شخص سے مسکرا کر بات کرتے تھے اور ہر شخص کے قدر و مراتب کے مطابق اس کی تعظیم و تکریم کر کے عزت دیتے تھے یہ آپ کی خاص سیرت میں داخل تھا۔ دولت سرا کا دروازہ ہدایت عامہ اور فیضان ارشاد کے لئے ہر وقت و ہر لحظہ کھلا رہتا تھا زیارت کا کوئی خاص وقت معین نہ تھا مستحقین کے لئے ہر وقت عام اجازت تھی جو شخص جس وقت آتا تھا مشرف زیارت

میں لائیں جس کو چاہیں جہنم میں بھیجیں جس کو چاہیں بہشت دیدیں جس کو چاہیں آب کوثر پلائیں اور جس کو چاہیں بہشت کے خلعت سے عزت بخشیں جس کو چاہیں حوریں دیں اور جس کو چاہیں قصر جو ابر نگار دیدیں ایسے سخی کہیں سننے میں آتے ہیں ان کی بخشش عام تھی یہ طریقہ نہ تھا کہ کسی کے ساتھ کم سلوک اور کسی کے ساتھ زیادہ بلکہ آپ کا سلوک واحسان جس کے ساتھ ہوتا تھا اس کی حاجت کے موافق ہوتا تھا میں نے جیسا کہ عرض کیا کہ دروازہ حضرت کا صاحبان حاجت کے لئے ہر وقت دار ہوتا تھا اپنے آبائے طاہرین کی طرح دست کشادہ رہتا تھا اسی طرح آپ کی ہمت بھی رفیع اور حوصلے بھی بلند تھے مدینہ منورہ کے تمام فقراء وغریب اور مساکین آپ سے وظیفہ پایا کرتے تھے کوئی مستحق کبھی ناامید نہیں ہوتا تھا کہ جو در دولت سے محروم یا ناکام واپس ہو جاتا اور بیرونجات کے رہنے والے مستحقین اپنے وکلاء کے ذریعہ سے اپنے اپنے وظیفہ پاتے تھے اور خاص مدینہ منورہ کے رہنے والے آپ کے دست مبارک سے پا کر بہرہ مند ہوتے تھے اور اکثر لوگ ایسے تھے کہ وہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ آپ کا کیا نام ہے اور آپ کس خاندان کے چشم و چراغ اور سرمایہ ناز اور باعث عزت ہیں اقربا کے ساتھ ایسا کرتے تھے جس کی تعریف ناممکن اگرچہ زمانہ طفولیت ہی سے لوگ آپ کے مخالف تھے مگر آپ نے کبھی اس کا خیال نہ کیا اور ان کی حاجتوں کو برابر پورا فرماتے رہے یہ تو مدینہ منورہ کے خاص باشندوں کے ساتھ آپ کے اخلاق و اشفاق کے عام برتاؤ تھے قیام بغداد کے زمانہ میں عراق و فارس کے لوگوں کے ساتھ بھی آپ کے

کوئی فرق پایا اسی اثنا میں مجھے پیاس معلوم ہوئی اور خواہش پانی پینے کی ہوئی مگر میں نے عرض کرنا خلاف ادب امامت سمجھ کر ضبط کر لیا لیکن حضرت میرے نفس مدعا کو بخوبی سمجھ گئے اور اسی وقت مہتمم ہو کر خادم سے پانی طلب فرمایا جب وہ پانی لے کر حاضر ہوا تو اس سے وہ جام آب لے کر پہلے خود اس میں سے دو گھونٹ پی لئے اور اسکے بعد مجھے وہی جام آب عطا فرمایا اور ارشاد کیا کہ لو اس پانی کو پی لو۔ میں نے نہایت مسرت سے وہ جام آب لے کر خوشی خوشی پی لیا پھر جب تک میں حضرت کی خدمت میں بیٹھا رہا اس اعجاز و قیافہ شناسی کی تعریف ہی کرتا رہا اس واقعہ کے عرض کرنے سے یہ تصدیق ہوئی کہ ظاہری ثروت و اقتدار پر آپ کوئی اعتنا اور اعتبار نہیں فرماتے تھے دائرہ احباب وغیرہ میں جو اخلاق اشفاق ہمیشہ سے جاری اور قائم تھے وہی برابر جاری رہے اور کیوں نہ جاری رہتے اس لئے کہ دنیا والے اس کو کیا عزت دے سکتے تھے دنیا کی دولت ان کو کیا فائدہ پہونچا سکتی تھی اس لئے کہ بڑی سے بڑی دولت کو جب چاہا سائل کو دیدیا مٹی کو چاندی سونا پتھروں کو جو اہر حکم خدا سے جب چاہا بنا دیا ان کے سامنے مامون عباسی کی سلطنت اور ام الفضل کی دولت کیا تھی یہ تو خود چھٹا دولت تھے اور مالک دولت کے خزانہ کی کنجی تھے یہ تو اس خزانہ کے مالک تھے جو آج تک کسی نے وہ خزانہ دیکھا نہیں سوائے ہمارے آئمہ طاہرین کے یہی وہ تھے کہ دنیا کی حقیقت ان کے سامنے کیا تھی یہ انھیں کو عزت خدائے دی کہ دنیا میں جتنی چیزیں تھیں ان کا تابع حکم بنا دیا اور آخرت کے لئے مالک و متصرف کر دیا کہ جو چاہیں وہ یہی عمل

رکھا تھا کہ امام محمد تقی صغریٰ کی حالت میں منصب امامت کچھ شایاں
اور سزاوار نہیں ہو سکتے چنانچہ اسی قیاسی اور ظنی دلائل پر قائم رہ
کر نہایت دیری و جارت سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور ایسے انواع و اقسام کے صد ہا مسائل بیک وقت و بیک جا درپا
کئے حضرت نے اسی وقت ان تمام سوالوں کے جواب ایسے خاطر خواہ
ان کو دیئے کہ بھر وہ بار دیگر عرض و معروض کی جرات نہ کر سکے جب
اس طرح آپ کی حقانی قابلیت اور روحانی جامعیت کے قائل ہو گئے
تو آپ اپنے گناہوں سے توبہ کر کے تائب ہو گئے جتنا زور کہ اس فرقہ
کو پہلے ہوا تھا اتنا ہی امام محمد تقی کے وقت میں کم ہو گیا بلکہ یہ کیوں نہ کہوں
کہ بالکل محو ہو گیا اور ایسا محو ہوا کہ کوئی شخص ان عقائد اور مسائل پر
قائم نہیں دکھائی دیتا تھا فرقہ و اقصیٰ امام رضا کے زمانہ میں تھا وہ لوگ
امام رضا سے کہتے تھے کہ آپ تو لا ولد ہیں آپ کی امامت کیسے تسلیم کی جائے
تو حضرت نے جواب فرمایا کہ کیونکر کسی کو اس کا علم ہو کہ میں لا ولد ہی
راہوں گا خدا کی قسم بہت دن گزریں گے کہ پروردگار عالم مجھ کو ایک
فرزند عطا فرمائے گا جو حق کو باطل سے جدا کر دے گا امام کی زبان سے
جو جملے نکلے وہ ہو گئے رہے راوی کہتا ہے کہ حضرت کے ارشاد کو سال
بھر گزرا ہو گا کہ امام محمد تقی پیدا ہوئے علامہ ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ
مناقب میں تحریر فرماتے ہیں کہ جناب حکیمہ خاتون دختر نیک اختر جناب
امام موسیٰ کاظم کی تھیں ان معظہ کا بیان ہے کہ ایک روز میرے بھائی
جناب امام رضا نے مجھ کو اپنے پاس بلایا میں جب حاضر خدمت ہوئی
تو مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے بہن آج تم میرے ہی گھر میں قیام کرو

ملنے جلنے کی یہی حالت تھی قیام بغداد کے زمانہ میں آپ کی صحبت
میں امر اور دُسا اور اکین سلطنت سے زیادہ غر بار اور اہل حاجت
حاضر ہوا کرتے تھے حضرت زیادہ تر انھیں لوگوں سے ملنا پسند کرتے
تھے اور ان لوگوں سے زیادہ رغبت فرماتے تھے جو علوم و ارشاد کے
زیادہ شائق ہوتے تھے اور تحصیل علوم یا تحقیق مسائل کی غرض سے
آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا کرتے تھے لباس و طعام کی
سادگی حضرت میں ایسی تھی کہ بالکل اپنے آبائے طاہرین کی طرح
قلیل الطعام تھے اور قلیل النوم بھی تھے دن بھر اکثر روزہ رکھا کرتے
تھے اور راتوں کو عبادت اور شب بیداری میں بسر کرتے تھے لباس
حضرت کا بالکل موٹا اور سادہ ہوا کرتا تھا اور کبھی ایک پیراہن آپ کے
جسم مبارک پر نہیں دیکھا گیا اس لئے کہ جو لباس کا جس وقت بھی
حاجت مند آگیا فوراً وہ لباس کہ جو آپ کے جسم مبارک میں ہوتا تھا
اسی وقت اس بے لباس کو اپنا لباس عنایت فرما کر عزت افزائی فرماتا
تھے حضرت کے ارشاد و ہدایات کی توضیح و تشریح کے لئے اتنا ہی کافی
ہے کہ فرقہ وائے کفر کے لوگ جناب امام موسیٰ رضا کے زمانہ سے ظاہر
ہو کر انواع و اقسام کے بدعات و فسادات کا باعث ہوتے تھے پس
حضرت کا وعظ و نصیحت ایسا تھا کہ ان کے دل حضرت کی طرف
مڑ گئے اور درگاہ خدا میں تائب ہو گئے اور اپنے تمام عمل اچانے اور
کو تاہ اندیشی سے دست بردار ہو کر آخر میں انھوں نے اپنی تمام ضلالت
اور جہالت کے دلائل کو آپ کی کم سنی اور طفولیت پر منحصر اور موقوف
کر رکھا تھا اور آپے مفسدانہ و مخالفانہ خیالوں کی تحریک سے یہ سوچ

دو اور تین دن برابر ان کے گہوارہ کے پاس رہنا جناب حکیمہ خاتون حکم امام سے تین روز برابر گہوارہ ہی کے پاس رہیں آپ فرماتی ہیں کہ دو روز تک میرے برادر زادہ نے اپنی آنکھوں کو نہیں کھولا تیسرے روز خود بخود اپنی آنکھوں کو کھول کر سب سے پہلے آسمان کی طرف دیکھا اسکے بعد زمین و سارے پر نظر ڈالی اور نہایت ہی فصاحت و بلاغت سے ارشاد فرمایا شَهِدَ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ شَهِدَ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں یہ کیفیت دیکھ کر سخت متعجب ہوئی اور اسی وقت دوڑی ہوئی اپنے بھائی امام رضا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور جو واقعہ اس فرزند کا تھا وہ سب بیان کیا۔ حضرت یہ سکر از حد مسرور ہوئے اور فرمایا اے بہن یہ میرا فرزند دلبند اللہ کی حجت اور حضرت رسول کا وصی و جانشین ہو گا اسلئے جو عجائب و غرائب اس کی ذات سے عام مشاہدہ میں آئیں وہ تعجب کا مقام اور حیرت کی جگہ نہیں ہو سکتی خانہ امام رضا میں ولادت کی بڑی خوشیاں ہوئیں مومنین کی یہاں بھی اس صحبت فضائل میں خوشی کے آثار نمایاں ہونا چاہئیں آپ کی والدہ گرامی کے نام مختلف لکھے گئے ایک نام سبکہ نوبیہ تھا ایک قول یہ ہے کہ ان معظمہ کا نام ریحانہ اور سکینہ تھا اور بعضوں کا قول یہ ہے کہ ان بی بی کا نام خیزران تھا اور تمام ارباب سیر کا اتفاق ہے کہ یہ خاتون معظمہ و محترمہ جناب مایہ قبطیہ مادر جناب ابراہیم ابن جناب محمد مصطفیٰ کی قرابت دار ہیں اور آج جن کی تاریخ ولادت ہے ان کا نام نامی محمد تھا کنیت ابو جعفر ثانی تھی اور شہور لقب آپ کا نفی ہے ائمہ طاہرین کے مقدس طبقہ میں جناب امام محمد باقر کو ابو جعفر اول اور حضرت کو ابو جعفر ثانی کی مقدس کنیت سے ذکر کرتے ہیں مختصر ختم کلام میں

عرض کیا کوئی کام ضروری ہے فرمایا ہاں ضروری امر درپیش ہے وہ یہ کہ اسی رات کو خداوند عالم بطن خیزران سے ایک فرزند مجھ کو عطا فرمائے گا جس کی ولادت کے خدمات خاص طور پر میں تم سے متعلق کرتا ہوں حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ جو نبی میرے بھائی نے یہ ارشاد فرمایا میں نہایت مسرور و شاد ہوئی اور نہایت فخر کے ساتھ اپنے بھائی کے فرمان کی تعمیل کی جب رات ہوئی تو ہمسایہ کی دو چار عورتیں اور بھی خدمت ولادت کے انجام دینے کے لئے بلائی گئیں جب نصف شب سے زیادہ گزر گئی تو یکایک خیزران میں وضع حمل کے آثار ہویدا اور آشکار ہوئے یہ حالت دیکھ کر میں ان کو فوراً ایک حجرہ میں لے گئی اور اسی وقت چراغ روشن کر دیا تھوڑی دیر میں آفتاب امامت نے طلوع کیا یعنی امام محمد نقی ختنہ کردہ ناف بریدہ شکم مادر سے تشریف لائے اسی وقت آپ کو گود میں لے کر ایک طشت میں غسل دینے کے لئے بیٹھا دیا چراغ روشن تھا مگر جو نبی یہ چراغ امامت آیا فوراً وہ چراغ گل ہو گیا رات کا وقت تھا چراغ جب گل ہوا مجھ کو فکر ہوئی کہ اندھیرا ہو جائیگا لیکن ذرا سا بھی اندھیرا نہ ہوا اور اس بچے کی جبین مطہر سے ایسا نور ساطع ہوا کہ تمام وہ حجرہ روشن و منور ہو رہا تھا حکیمہ کہتی ہیں کہ چراغ روشن کرنے کی ضرورت نہ ہوئی بلکہ اس بچے کے نور کی وجہ سے تمام ضروریات انجام دیتی رہی اسی اثناء میں جناب امام رضا تشریف لائے میں نے اس بچے کو گود میں اپنے بھائی کی دیدیا حضرت امام رضا نے نہایت مسرت میں اپنی آغوش میں لے لیا پیادہ کرنا شروع کیا اس کے بعد پھر میری گود میں دے کر ارشاد فرمایا کہ اے بہن اب ان کو گہوارہ میں لٹا

ادیب خستہ جاں کی، کوتنائے دلی یارب
زمین ہند سے پہونچوں بآسانی خراسا میں

حال وفات جناب امام محمد تقی علیہ السلام

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَنْفَعُهُمْ خَدَاوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ لائق تکریم وہ ہے جو تم میں صاحب تقویٰ ہو پروردگار عالم نے اس آیت میں اس کے اکرام کا ذکر کیا ہے جس کا تقویٰ نزدیک خدا بہتر ہو ہر شخص اہل تقویٰ سے ہونہیں سکتا صاحب تقویٰ ہونا کوئی معمولی امر نہیں ہے جہاں تک بھی غور کیا گیا اور ڈھونڈھا گیا کہ صاحب تقویٰ کون تو محمد و آل محمد ہی ملے اور ایک حضرت کا تقویٰ تو ایسا تھا کہ جن کا نام تقی ہو گیا یہ شرف انھیں حضرات کے لئے ہے کہ جو ان بچے بوڑھے آل محمد سب برابر جب امام محمد تقی درجہ امامت پر فائز ہوئے تو کمسن تھے مگر اس کمسنی میں علم امامت کا وہی زور تھا جو بزرگی میں ہوتا مشہور واقعہ ہے کہ مامون کی سواری جا رہی ہے سب لڑکے بھاگ گئے امام محمد تقی چونکہ کمسن تھے مگر اپنی جگہ سے نہ ہٹے اس نے دریافت کیا تو اس کو نہایت معقول جواب بھی دیدیا جب وہ شکار سے واپس ہوا تو اس نے اپنے ہاتھ میں مچھلی کو چھپایا اور بطور امتحان دریافت کیا حضرت نے مفصل طریقہ سے اس کو بتادیا اور چونکہ مامون کوئی جاہل نہ تھا بڑھا لکھا شخص تھا اس کے دل میں حضرت نے یہ پیوست کر دیا کہ خاصان الہی کے علوم اور کمال معرفت میں ان کی کمسنی اور قلیل العمری کی وجہ سے کوئی نقصان نہیں ہوتا جب اس کو یہ معلوم

میں یہ عرض کرنا ہے کہ ولادت جناب امام محمد تقی دسویں رجب المرجب ۵۹ھ بروز جمعہ مدینہ منورہ میں واقع ہوئی امام کا چونکہ روز ولادت ہے ملائکہ بھی خوش ہو رہے ہوں گے یہاں ہم اور آپ بھی خوش ہوں اور نیت و مبارکباد امام رضا کی خدمت میں عرض کرنے کا یہ طریقہ اختیار کریں کہ صلوٰۃ بھیجیں محمد و آل محمد پر۔

مَدَحِ اِمَامِہِ زَہِیْدِیْمُ

قصیدہ

جنوں میں بھی بسر کی زندگانی کوئے جانان میں جن روتا ہوں یاد آتش رخسار جانان میں خدا را شعلہ آواز بلبل سے ڈرائے گلچیں اٹھے جاتے ہیں از خود پاؤں اپنے بقراری میں کبھی ہی خود فراموشی کبھی وحشت خرامی ہو گل گلزار انگاروں کی صورت دیکھتے ہیں زمیں اٹھ نہیں سکتا ہو ایسی ناتوانی ہے رگیں سب ٹوٹی جاتی ہیں دل عاشق کھٹکوں نہیں اپنے درو دیوار کی صورت نظر آتی ادیب اب چھوڑ کر رنگ غزل مدحت سرائی ہو ہوا پیداعلی کے گھروں وارث امامت کا نہ ہو عشق محمد جس کے دل میں وہ منافق ہو بتائیں دل کی باتیں کمسنی میں ابن اکثم کو پھر آوارہ مجنوں کی طرح کیسا بیا بیا میں عوض اشکوں کے شعلے دیکھتا ہوں اپنے دامن میں بجائے آتش گل آگ بر سے گی گلستاں میں لئے جاتا ہو جذب ل مجھے اب کوئے جانان میں کبھی میں پایہ دامن ہوں کبھی صحرائے دامن میں لگا دی آگ کس کے شعلہ رخ نے گلستاں میں پڑا رہتا ہوں نقش پا کی صورت کوئے جانان میں ذرا آہستہ شانہ کیجئے زلف پریشاں میں وہی نظروں میں جو کچھ بنا ہے کوئے جانان میں کہ جس کے جوش پھیلے محفل ارباب ایمان میں مسرت ہو رہی ہو خانہ شاہ خراساں میں یہ جو ہر جزو اعظم ہے تمام اجزاء ایمان میں کے حاصل یہ علم لدنی بزم امکان میں

غرض کہ حضرت کا علم و فضل لوگوں نے ایسا مشاہدہ کیا کہ حضرت کے مداح ہو گئے اور مامون نے یہ قدر کی کہ اپنی چھوٹی لڑکی ام الفضل کا عقد کر کے حضرت کو اپنا داماد بنا لیا حضرت جب مامون کے داماد ہو گئے تو مامون کے لوگ بہت خلاف ہو گئے اور اپنے اپنے مقام پر بہت طعن و تشنیع کی باتیں کرنے لگے مگر مامون چونکہ حضرت کے فضل و کمال و علم کو جان چکا تھا تو اس کو کبھی اس کی پرواہ نہ ہوئی کہ کون کیا کہتا ہے جب حضرت کو تخمیناً ایک سال ہو گیا تو مامون نے حضرت کو بہت اہتمام و انتظام کے ساتھ مع ام الفضل کے مدینہ بھیج دیا مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ امام محمد تقیؑ ایسے امام ہر شخص پر نظر رحم و کرم سے دیکھنے والے، ہر ایک پر شفقت کرنے والے ان کے ساتھ ام الفضل کا برتاؤ بہت خراب ثابت ہوتا ہے وہ یہ کہ وہ جب سے حضرت کے ساتھ گئی برابر اپنے باپ مامون کو خط تحریر کرنے لگی وہ خواہ مخواہ جھوٹ بولنا شروع کیا کہ حضرت کا یہ برتاؤ میرے ساتھ برا ہوا اور فلاں طریقہ میرے ساتھ خراب ہوا۔ ام الفضل کی مخالفت اہل تاریخ نے لکھی ہے کہ وہ کیوں حضرت سے خلافت تھی اولاً تو یہ کہ عباسیہ کے لوگ ابتدا سے امام محمد تقیؑ کے دشمن تھے اور مامون سے بھی اسی وجہ سے خلاف ہو گئے تھے کہ حضرت کے ساتھ ام الفضل کا عقد کیوں کر دیا وہ لوگ ام الفضل کو اشتعال دیتے تھے اور بھڑکا دیتے تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اس کو اپنی امارت پر اور شاہزادی ہونے کا فخر تھا یہ باتیں اس کے دماغ میں جو بسی تھیں وہ بھی دشمنی کا باعث ہو گئی تھیں تیسرے امر سب سے زیادہ اس کی دشمنی کا یہ تھا کہ والدہ جناب علی نقیؑ کے ساتھ جو حضرت نے اپنا عقد کیا تھا یہ باتیں اس کو ایسی ناگوار تھیں کہ جو

ہوا کہ یہ صاحبزادے امام علی رضاؑ کے ہیں تو بہت زیادہ شیفتہ اور فریفتہ ہو گیا اور اسی وقت حضرت کو اپنے ہمراہ اپنے قصر میں لے گیا آپ کی جامعیت و استعداد اور قابلیت کے بے مثال اور عدیم الزوال کمال کو دیکھ کر حد سے زیادہ تعظیم و تکریم کرنے لگا اور اپنی ظاہر داری کے اصول پر جناب امام محمد تقیؑ کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہر روز حضرت کو اپنے دربار میں بلاتا تھا اور اپنے پاس بٹھاتا تھا اور حضرت کے ارشاد ہدایات کو سنکر مستفیض ہوتا تھا مامون کی صحبت برابر علماء اور فضلاء سے بھری رہتی تھی اور اس میں شک نہیں کہ اس کے دربار میں علم و حکمت کے بڑے بڑے مشہور و معروف جانے والے موجود رہتے تھے حضرت امام محمد تقیؑ کے تشریف فرما ہونے سے مامون کے دربار کی رونق اور زیادہ ہو گئی تھی بغرض امتحان مامون کا یہ معمول تھا کہ اپنی صحبت کے موجودہ علماء میں سے ایک نہ ایک کو آپ کی خدمت میں بھیجتا تھا مختلف مسائل علمیہ کے پوچھنے کے لئے۔ جب حضرت سے وہ لوگ آکے پوچھتے تھے امام محمد تقیؑ فوراً جواب دیتے تھے وہ لوگ اور مامون اپنے زعم میں یہ خیال کرتے تھے کہ سوالات مشکل یہ ہیں لیکن امام کے سامنے مشکل و سہل سوال کیا یہ تو حاجت روا تھے ہر حاجت مند کی التجا اور گزارش کو پورا فرماتے تھے اسی طرح ہر مشکل سے مشکل سوال کا جواب اس طرح دیدیتے تھے کہ لوگوں کی عقلیں دنگ ہو جاتی تھیں مامون پڑھا لکھا ضرور تھا مگر کہیں قطرہ کو سمندر سے نسبت ہو سکتی ہے کہاں ذرہ کہاں آفتاب کہاں سنگریزہ کہاں جواہر کہاں قطرہ کہاں سمندر کہاں چراغ کہاں ماہتاب کہاں خالی کہاں معصوم کہاں جاہل کہاں عالم کہاں علم مامون اور کہاں علم امام محمد تقیؑ

مضمون کی تحریرات نے اسکو عاجز کر دیا آخر کار اس نے معصوم کو لکھا کہ اگر آپ کو میرے لکھنے پر اعتبار نہ ہو تو میرے ساتھ انھیں بھی بلوا کر ان تمام باتوں کو جو میں نے ان کے متعلق لکھی ہیں خود مشاہدہ کر لیجئے معصوم کے پاس جب یہ تحریر پہنچی تو اس نے عبد الملک موجودہ حاکم مدینہ کو حضرت کی روانگی کے لئے خاص طور پر تاکید لکھی عبد الملک ملعون کی خصوصیت بھی سن لیجئے کہ جب سے یہ مدینہ میں حاکم ہو کر آیا تو اہل مدینہ امام محمد تقی کی عظمت و جلالت علم و کمال کی وجہ سے عبد الملک کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتے تھے وہ بھی اپنے دل ہی میں کہتا تھا کہ کسی طرح یہ چراغ امامت گل ہو جائے تو لوگ میری حکومت کا خیال کریں جیسے ہی یہ خط اس کو معصوم کا پہونچا بہت خوش ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ جو کاش کھٹکتا تھا وہ اب نکل جائے گا فوراً امام کی خدمت میں آیا اور وہ خط لا کر دکھایا حضرت نے جو بھی یہ خط دیکھا مجبور کر بغداد تشریف لے گئے اور اپنے فرزند امام علی النقی کو اور ان کی والدہ کو مدینہ میں ہی چھوڑ دیا بھال جب حضرت بغداد میں پہونچے تو معصوم نے آپ کے اکرام اور خاطر داری کے اہتمام میں اپنی ظاہر داری کا کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا اور وہ طریقہ اختیار کیا کہ جو مامون نے حضرت کے ساتھ کیا تھا اس نے یہ خیال کیا کہ شروع سے اگر کوئی برابر تاؤ حضرت سے کروں گا تو نہ معلوم لوگ مجھ سے کیا سلوک کریں، اس خیال میں اس نے چند ماہ صبر کیا جب ایک سال کے قریب ہوا تو وہ ملعون حضرت کی جان کا دشمن ہو گیا ابن داؤد ایک ملعون تھا اس نے کچھ ایسی باتیں حضرت کے خلاف معصوم سے کہیں کہ اس کو سوائے اسکے نہ بن پڑا کہ حضرت کو شہید کر ڈالے چنانچہ مجلسی علیہ الرحمہ حضرت کے

اپنے باپ کو شکایت پر شکایت حضرت کی لکھ کر بھیجتی تھی طرہ اس پر یہ تھا کہ شکایات بالا سے اپنے باپ کو مطلع نہیں کرتی تھی بلکہ اپنی طرف سے ہمتیں لگاتی تھی مثلاً ایک مرتبہ اس نے لکھا کہ حضرت کنیزوں کی طرف بہت زیادہ متوجہ ہوتے ہیں اور میری طرف تو مطلق رغبت نہیں کرتے مامون جواب میں لکھتا تھا کہ میں نے تیرا عقد ان کے ساتھ اس لئے نہیں کیا ہے کہ تو ان پر خدا کی حلال کردہ اشیاء کو حرام کر دے دیکھ امام الفضل آئندہ ایسی باتیں مجھ کو نہ لکھنا میں کبھی تیری اس قسم کی تحریر پر عمل نہ کروں گا۔ حضرت کا قیام مدینہ ہی میں رہا قریب آٹھ سال کے یہاں کہ آٹھ سال کے اندر میں مامون کا انتقال ہو گیا اسکے بعد اس کا بھائی معصوم تخت حکومت پر بیٹھا سات سال تک معصوم نے حضرت کے متعلق کچھ خیال نہ کیا مگر امام الفضل کو محبت و الفت کے عوض آپ کے ساتھ ایسی مخالفت و مخالفت ہو گئی جو کسی طرح آپ کا دامن نہیں چھوڑتی تھی خصوصاً والدہ جناب علی النقی کی جانب سے اس کے دل میں ایسی خاش اور بغض تھا کہ اس کے کینہ پرورد دل سے کسی وقت نہ نکلتا تھا بلکہ ہر وقت وہر لحظہ امام محمد تقی کے لئے ہمیشہ پہلو کا خار اور باعث آزار بنی رہی جب تک مامون زندہ رہا تب تک تو برابر متواتر شکایتیں بذریعہ تحریر کرتی رہی مگر اتفاق یہ ہوا کہ مامون کو امام الفضل کی تحریر کا کبھی یقین نہ آیا اس لئے کہ وہ حضرت کی طبیعت اور طور و طریقہ سے واقف ہو چکا تھا مامون کے بعد جب معصوم تخت پر بیٹھا تو امام الفضل کو موقع مل گیا تو حضرت کی ویسی ہی جھوٹی جھوٹی شکایتیں معصوم کو اس نے لکھنا شروع کر دیں پہلے تو معصوم نے ام الفضل کی تحریر و تحریک پر کوئی اعتنا نہ کیا مگر جب اس کے لگاتار اور متواتر اسی

آپ کی شہادت واقع ہوئی اور ایک روایت اس طرح ہے کہ جب علامہ ابن داؤد نے معصم سے نہایت مخالفانہ تحریک کی اور کہا کہ اے خلیفہ اب عزت تیری اسی میں ہے کہ تو امام محمد تقیؑ کو ہلاک کر ورنہ یہ سمجھ لے کہ کم سے کم آدمی خلقت تو امام محمد تقیؑ کو امام برحق ضرور سمجھتی ہے اسی طرح اگر علم و فضل و کمال کا شہرہ دنیا میں ہو گیا تو ان کے دوستوں کو ایک حجت قوی ہاتھ آجائے گی وہ سب کے سب تیرے دشمن ہو جائیں گے۔ معصم کے دل میں ایسا بھر کہ اسکے آباء و اجداد نے جس طرح ائمہ طاہرین کے ساتھ بدسلوکیاں کی تھیں اس سے زیادہ تکلیف پہنچانے پر آمادہ ہو گیا اور اپنے وزیر کے محرر کو اسی وقت طلب کر کے کہا کہ تو امام محمد تقیؑ کی دعوت کو اور کھانے میں زہر ملا دے اور وہ طعام زہر حضرت کو کھلا دے وہ ملعون اسی وقت راضی ہو گیا سمجھ میں نہیں آتا کہ ان لوگوں کے دل کیسے تھے اکثر ایسے لوگ دنیا میں گزرے ہیں جنہوں نے اپنے دشمنوں کو تکلیفیں نہیں پہنچائیں اولاً تو صبر کرتے تھے سپرد خدا کر دیتے تھے دوسرے دل ایسا نرم تھا کہ دشمن سے دشمن کو تکلیف پہنچانا اپنی تکلیف سمجھتے تھے لیکن وہ کیسے تھے جو بلا سبب بلا وجہ جان لینے پر آمادہ ہو جاتے تھے جیسا کہ یہ وزیر کا محرر امام محمد تقیؑ کو شہید کرنے پر معصم کی خوشی کے لئے راضی ہو گیا اور امام محمد تقیؑ کی خدمت میں دست ادب باندھ کر عرض کرنے لگا کہ میرے یہاں دعوت اپنی قبول فرمائیے حضرت علم امامت سے سب جانتے تھے عذر کیا اور کہا کہ میں تمہاری صحبت میں بہت کم جاتا ہوں مجھ کو معاف رکھو کہ میں تمہارے یہاں جاؤں اس نے حضرت کے انکار کو نہ مانا اصرار پر اصرار کرنا شروع کیا اور عرض کیا کہ آپ کچھ

شہید ہونے کے دو طریقے تحریر فرماتے ہیں ایک یہ کہ جب حضرت مدینہ منورہ سے بغداد تشریف لائے تو معصم نے ام الفضل کو حضرت کا پورا مخالف اور دشمن پا کر اس کو قتل پر راضی کیا پس معصم کی تجویز و ہدایت کے مطابق ام الفضل ملعونہ نے ایک دن حضرت کو انگور رزاقی میں زہر ملا کر ملا کر کھلا دیا اس سم قاتل کا اثر اسی وقت آپ کے جسم مبارک پر ظاہر ہوا اور اسی کے صدمہ سے آپ کی وفات واقع ہوئی اور دوسری روایت یہ ہے کہ معصم نے ایک شربت میں زہر قاتل آمیختہ کر کے اپنے خاص غلام جس کا نام اشناں تھا اس کے ذریعہ سے ایک پیالہ حضرت کی خدمت میں بھیجا وہ خادم حضرت کے پاس آیا اور کہا کہ معصم نے یہ نہایت عمدہ شربت بنوا کر آپ کو بھیجا ہے تاکہ آپ اسے نوش فرمائیں یا یہ اس نے کہا کہ معصم نے یہ عرض کیا ہے کہ یہ شربت کسی نے مجھ کو بطور تحفہ بھیجا ہے میں نے اپنی خواہش کے موافق اس میں سے لے لیا ہے اب آپ کو اس میں سے بھیجے دیتا ہوں کہ آپ اسے برف میں ٹھنڈا کر کے نوش فرمائیے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اچھا یہ پیالہ ابھی مغرب کے وقت پی لوں گا جب حضرت نے یہ ارشاد فرمایا تو چونکہ وہ غلام معصم کا سکھایا اور پڑھایا ہوا تھا معصم نے تاکید کر دی تھی کہ جس طرح بھی ہو یہ شربت پلائیے کہ انا اصرار کرنے لگا خدا نہ کرے کہ کوئی شخص مجبوری میں ہو پس حضرت ایسے مجبور ہوئے کہ اسکے اصرار سے وہ پیالہ شربت کا اپنے دست مبارک میں اٹھایا اور سَاقِبَضَائِهِ وَتَسْلِيمًا لَّاهِلِهِؑ فرما کر نوش فرمایا چونکہ مشیت خدا اسی میں تھی اسی وجہ سے وہ شربت جو حقیقت میں جام ہلاکت تھا اسی وقت پی لیا اور اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے اور آخر کار اسی زہر ہلاک ہو گئے

زہر کا اثر ایسا ہوا کہ صحت نہ ہو سکی اور بہت اضطراب اور بے چینی میں حضرت امام محمد تقیؑ نے تیسری رجب ۳۰۱ھ میں انتقال فرمایا مجلسی علیہ الرحمہ کتاب بصائر الدرجات سے نقل کرتے ہیں کہ جناب امام محمد تقیؑ نے اپنی زراعت میں ایک محمد مندین کو مدینہ منورہ میں شریک کر لیا تھا بغداد کی طرف جب حضرت تشریف لیجانے لگے تھے تو اپنے خانگی امور کی حقائق اور دیکھ بھال اسی کے متعلق کر دی تھی۔ یہ شخص کہتا ہے کہ حسب معمول ایک دن جو میں امام علی نقیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت حضرت کے سامنے ایک لوح رکھی ہوئی تھی اور آپ اسے پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً امام علی نقیؑ کی حالت متغیر ہوئی اور اسی وقت دولتسرا میں تشریف لیگئے اور جاتے کے ساتھ ہی حرم سرا سے آوازیں شیون و زاری کی بلند ہو گئیں تھوڑی دیر کے بعد حضرت باہر تشریف لائے تو میں نے گھبرا کر عرض کیا کہ آقا کیا وجہ ہوئی خیریت تو ہے آخر کیا واقعہ ہے اور کیا سبب ہے آپ کے اور آپ کے اہلبیت کے رونے کا یہ سنکر حضرت اور زیادہ شدت سے رونے لگے فرمایا بھائی کیا پوچھتا ہے ابھی ابھی تو بغیر امام کے ہو گیا اور میں یتیم ہو گیا ہائے میرے بابا امام محمد تقیؑ شہید کر ڈلے گئے عرض کیا آقا آپ کو اتنی جلدی کیسے خبر ہو گئی فرمایا پروردگار عالم کی قدرت و حکمت سے ایسی حالت مجھ پر طاری ہوئی کہ میں نے یقین کر لیا کہ میرے پدر بزرگوار نے انتقال فرمایا اور منصب امامت میری طرف منتقل ہوا اور اے شخص آگاہ ہو کہ اب اسی وقت اپنے پدر نامدار کی تجسیم و تکفین کے لئے بغداد جا رہا ہوں یہ فرما کر روانہ ہوئے امام وقت تھے حکم خدا سے طی الارض ہوا اور چشم زدن میں مدینہ منورہ سے بغداد پہنچ گئے اور غسل کفن دے کر نماز جنازہ پڑھی لاش کو

خیال نہ فرمائیں کوئی امر آپ کے مزاج کے خلاف نہ ہوگا مختصر یہ ہی کہ اس شقی کے اصرار پر مجبور ہو کر جناب امام محمد تقیؑ اس کے مکان پر تشریف لے گئے اس ہمان کش نے طرح طرح کے کھانے زہریلے حضرت کے سامنے رکھ دیئے حضرت نے صرف ایک لقمہ اس میں سے نوش فرمایا جو نہی گلوئے مبارک سے وہ لقمہ فرو ہوا زہر کا اثر اسی وقت حضرت نے محسوس کیا اور آپ فوراً وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے وہ ہمان کش میزبان آپ کی راہ روک کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا تھوڑا سا تو اور نوش فرمائیے حضرت نے فرمایا جو کچھ اس وقت تو نے میرے ساتھ سلوک کیا مدعا تیرا برآیا اور آج کے بعد اب تیرے مکان پر نہ آسکوں گا یہ فرما کر آپ باہر تشریف لائے اور دولتسرا کی طرف واپس ہوئے دن رات اس زہر قاتل کی تاثیر سے سخت بے چینی اور تکلیف میں حضرت نے بسر کی ام الفضل تیمارداری میں مصروف ہوئی اور ظاہری رنج کرنا اور رونا شروع کیا حضرت نے فرمایا سخت تعجب کی بات ہے کہ تو ہی نے مجھے قتل بھی کیا اور خود ہی گریہ بھی کرتی ہے خیر جو کچھ تو نے کیا یہ اچھا نہ کیا قسم ہے خدا کی ایک دن تو بھی ایسی بلا میں مبتلا ہوگی جس کا علاج کسی سے نہ ہو سکے گا امام کی زبان سے نکلے ہوئے جملے کہیں معاذ اللہ غلط ہو سکتے تھے تھوڑے ہی دنوں کے بعد ام الفضل کو ناسور کا عارضہ ہوا ہر چند طبیبوں نے علاج کیا مفید نہ ہوا آخر کار اس کے رخم میں سمیت پیدا ہو گئی اور اس کے تاثیر سے مجنوں اور مجنون ایسی ہوئی کہ گھر سے باہر نکل پڑی اور عرصہ تک گلیوں میں ٹھیکریاں چنتی رہی آخر کار اسی پریشانی میں وہ سسک سسک کر واصل جہنم ہو گئی الغرض یہ کہ حضرت پر اس

کو یاد کیجئے غسل و کفن دینا کیسا باپ کی لاش پر رو نہیں سکتے دیکھ رہے ہیں کہ ملائین اپنے کشتوں کو دفن کر رہے ہیں مگر حسینؑ کا لاشہ نشیب میں ہے بے غسل و کفن پڑا ہوا ہے افسوس صد ہزار افسوس کہ جب امام علیؑ انتقام کو معلوم ہوا کہ میرے بابا کا انتقال ہو گیا تو حرم سرا میں تشریف لے گئے آپ کے اہلیت نے رونا شروع کیا مگر یہ ضرور ہوا ہو گا کہ امام علیؑ نے ان سب کو امر بہ صبر فرمایا ہو گا تسکین دی ہو گی دلاسا دیا ہو گا اور یہ فرمایا ہو گا کہ تم سب صبر کرو میں اپنے باپ کو دفن کرنے جا رہا ہوں بغداد کی خبر مدینہ میں آگئی ہائے کربلا کی خبر بھی مدینہ میں آئی تھی فاطمہؑ صغرا جو اپنے باپ کی چہیتی بیٹی تھیں جنھوں نے اصرار کیا تھا کہ بابا میں ضرور آپ کے ساتھ چلوں گی اور حسینؑ نے فرمایا تھا بیٹی میں ضرور چلتا لیکن یہ امر مانع ہے کہ تواز سر تا پا میری ماں فاطمہؑ زہراؑ سے مشابہ ہے میں نہیں چاہتا کہ میری ماں کی تصویر شہروں میں پھرائی جائے۔ حسینؑ تو کربلا تشریف لے گئے یہاں بیٹی نے حالت علالت میں ہر وقت اور ہر لحظہ رور و کر پائی حالت اور بھی متغیر کر دی صبح اور شام یہی کام تھا کہ فراق پدر میں گریہ کیا کرتی تھیں بعض ذاکرین سے یہ بھی سنا ہے کہ حسینؑ نے جاتے وقت اپنی پارہ جگر کو اس طرح تسکین دی تھی کہ اے بیٹی صبر کرو جب میں عراق میں پہونچوں گا تو تمہارے لینے کو تمہارے چچا عباسؑ یا تمہارے بھائی علیؑ اکبر کو بھیجوں گا اگر حسینؑ نے فاطمہؑ صغرا کو ایسی تسکین دی ہو گی تو عجب نہیں کہ وہ بیمار و علیل صاحبزادی روز انتظار میں رہتی ہو کہ اب بابا نے کسی نہ کسی کو میرے لینے کو ضرور بھیجا ہو گا انتظار کرتے کرتے وہ وقت آگیا کہ ایک روز دولتسر کی دیوار پر ایک طاہر جس کے پروں سے خون

اٹھایا اور پہلوئے جناب امام موسیٰ کاظمؑ میں دفن کر کے مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرمائی ہمارے اور آپ کے نویں امام کی مصیبت لائقِ مگر یہ زیادہ یوں ہے کہ شاید آٹھ برس کا آپ کا سن مبارک تھا جبکہ امام رضاؑ کو مامون ملعون نے اپنا ولیعہد بنا کر شہید کر ڈالا اس کسی میں آپ یتیم ہو گئے اشفاق اور فیوض پدری سے مستفیض ہونے کا جس قدر کم موقع ان جناب کو ملا ویسا کسی اور بزرگوار کو نہیں ملا اور کچھ انھیں امور پر منحصر نہیں جہاں تک آپ کے حالات پر غور کیا جاتا ہے یہ امر ثابت ہے کہ تمام المہ طاہرین میں سب سے قلیل زمانہ امامت کا آپ ہی نے پایا اور اس مقدس دائرے میں کسی بزرگوار نے اتنی کسی میں وفات نہیں پائی جتنی قلیل عمر میں آپ نے رحلت فرمائی اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ امام محمد تقیؑ نے رحلت فرمائی تو سن ان کا صرف پچیس سال کا تھا دنیا سے جب آپ آخرت میں تشریف لے گئے ہوں گے اور اپنے آبائے طاہرین سے جا کر ملاقات کی ہو گی تو یقین ہے کہ اس امر کی ضرورت شکایت کی ہو گی کہ دشمنانِ دین نے مجھ کو دنیا میں رہنے نہ دیا خصوصاً امام الفضل میری جان کی دشمن ہو گئی اور اس نے میری جان ہی کو یکے چھوڑا۔ زمانہ امامت کا بہت تکلیف سے گزرا اور پچیسویں برس میں آپ کی خدمت میں پہونچ گیا میں عرض کروں گا آقا بیشکؑ مصائب تو آپ پر بہت گزرے مگر یہ ضرور ہوا کہ آپ کے انتقال کے بعد فوراً ہی آپ کے فرزند امام علیؑ انتقامی آگے غسل و کفن دیا اور نماز جنازہ بھی پڑھی اور آپ کو آپ کے دادا امام موسیٰ کاظمؑ کے پہلو میں دفن بھی کر دیا کوئی اس بات کا مانع نہ ہوا کہ باپ کی لاش کو غسل نہ دو کفن نہ پہناؤ۔ دفن نہ کرو ذرا اپنے جدا مجد سید الساجدین امام زین العابدینؑ کی عزت

تھے پھر دوست کیونکر نہ روئیں اس وقت صرف یہی یاد کر کے روئے کہ بعد شہادت حسینؑ عوض تسلی ودلا سے کے ان کے اہلیت لوٹے جارہے ہیں۔

حَالِ لَادَتُ جَنَابِ اِمَامِ عَلِیِّ النقی عَلَیْہِ السَّلَام

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ اَوْلُنَا مُحَمَّدٌ وَاٰخِرُنَا مُحَمَّدٌ وَاَوْسَطُنَا مُحَمَّدٌ وَاَكْلُنَا مُحَمَّدٌ۔ خدا کے حبیب جناب محمد مصطفیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارا پہلا بھی محمد اور آخر بھی محمد اور درمیان میں بھی محمد اور کل کے کل محمد ہیں کیا شرف و منزلت تھی ان تمام محمد کی اگر یہ محمد نہ ہوتے تو دنیا میں کچھ بھی نہ ہوتا جس طرف اہل عالم کی نظر پڑے اور جس چیز کو دیکھیں وہ محمد ہی کا صدقہ نظر آئے اس وقت اس محفل سرور میں اپنے اور آپ کے دسویں ہادی یعنی دسویں محمد کا ذکر کرنا مقصود ہے یہ محمد وہ ہیں جن کے پہلے محمد کی شان میں خداوند عالم نے ارشاد فرمایا اِنَّكَ لَعَلٰی خَلْقٌ عَظِيْمٌ پس یہ محمد بھی اسی برگزیدہ رب العلا اور خاصہ خدا کے چشم و چراغ تھے ان محمد میں وہی اوصاف تھے جو اُن محمد میں تھے وہ اگر نور خدا تھے تو یہ بھی نور خدا تھے اگر اُن پر نزول وحی ہوتی تھی تو ان کو الہام ہوتا تھا جس طرح وہ اپنے زمانہ میں فرد واحد تھے تو یہ بھی اسی طرح اپنے زمانہ میں فردو یکتا تھے خلق خدا جس طرح ان سے بہرہ مند ہوتی تھی اسی طرح ہر جہت مند کی یہ بھی حاجت روائی فرماتے تھے ان میں اور اُن میں فرق یہ تھا کہ وہ ان کے جدا مجد تھے اور یہ اُن کے نواسے تھے لیکن اپنے زمانہ میں اپنی

تازہ ٹپک رہا تھا وہ آکر بیٹھا اور اپنی زبان بے زبانی سے فاطمہ صغرا کو مطلع کیا کہ اے شاہزادی اب کسی کے آنے کا انتظار نہ کرو سب قتل ہو گئے یہاں تک کہ قتل الحسین بکریلا الا ذبح الحسین بکریلا بقول ذاکر اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو فاطمہ صغرا نے اپنا عجیب حال بنایا ہوگا اور شہادت حسینؑ کی تصدیق جناب ام سلمہ نے کی ہوگی کیونکہ جناب سالتاب کچھ مٹی دے گئے تھے اور حسینؑ نے بھی تھوڑی مٹی دی تھی ام سلمہ نے ان دونوں مٹیوں کو ایک ایک شیشہ میں بند رکھ دیا تھا جب فاطمہ صغرا نے عرض کیا ہوگا کہ میرے باپ مار ڈالے گئے تو جناب ام سلمہ نے وہ شیشہ اٹھا کر ضرور دیکھے ہوں گے اور یہ دیکھا ہوگا کہ ان دونوں شیشوں میں خون تازہ جوش مارتا ہوگا تب ام سلمہ کو بھی یقین ہوا ہوگا کہ رسولؐ کا نواسہ علیؑ و فاطمہؑ کا بیٹا عالم مسافرت میں شہید کر ڈالا گیا اور فاطمہ صغرا سے بھی کہا ہوگا کہ بیٹی صبر کرو سچ ہے کہ تمہارے باپ مار ڈالے گئے اور تم یتیم ہو گئیں امام محمد تقیؑ نے جب انتقال کیا تو ان کے فرزند امام علیؑ نے اپنے اہلیت کو امر بہ صبر فرمایا اور جب حسینؑ شہید ہوئے تو ام سلمہ نے فاطمہ صغرا کو تسلی ودلاسا دیا اب کربلا میں سکینہ کو کون دلاسا دے کوئی تو بندے اتار رہا ہے کوئی رخسار پر طمانچہ مار رہا ہے بعد شہادت حسینؑ جب اہلیت لوٹے جارہے تھے تو جناب فاطمہ فرماتی ہیں کہ ایک شقی میرے پیروں کے خلیاں بھی اتارتا جاتا تھا اور روتا بھی جاتا تھا فرمایا اوشقی رونا کیسا ظلم بھی کر رہا ہے اور رو بھی رہا ہے اس نے کہا روتا ہوں تمہاری بیکسی پر اور خلیاں اس لئے اتار رہا ہوں کہ اگر میں چھوڑ دوں گا تو دوسرا بجائے گا اب رونے والے ذرا انصاف سے روئیں جن کی مصیبت پر دشمن رو رہے

آپ ہی نظیر تھے صاحبان حاجت آتے تھے اور ان کی حاجت انکی خواہش سے زیادہ پوری ہوتی تھی چنانچہ صاحب ینابیع المودہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اعراب کوفہ میں سے ایک عرب نے جناب امام علی النقی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا حضرت میں آپ کے جدا مجد کی دوستی میں مستغرق ہوں قرض کی وجہ سے بہت پریشان ہو رہا ہوں سوائے آپ کے دنیا میں کوئی ایسا نہیں جو میری حاجت کو پورا کر سکے آپ نے ارشاد فرمایا کتنا قرضہ تجھ پر ہے اس نے عرض کیا دس ہزار درہم فرمایا کیوں غم کھاتا ہے انشاء اللہ تیرا قرضہ ادا ہو جائے گا یہ فرما کر آپ نے اس کو دس ہزار کا تمک اپنے دست مبارک سے لکھ دیا اور فرمایا کہ تو اس کا غد کو بیکر دربار عام میں آنا اور مجھ پر سخت تقاضہ کرنا اس شخص نے وہی کیا جو حضرت نے فرمایا تھا یہ خبر متوکل کو معلوم ہوئی کہ حضرت دس ہزار درہم کے قرضدار ہیں پس اس نے فوراً تیس ہزار درہم حضرت کی خدمت میں بھیج دیئے حضرت کے پاس جب وہ تیس ہزار درہم آئے تو آپ نے وہ سب اس اعرابی کو عطا فرما دیئے اس نے عرض کیا یا حضرت میری حاجت تو صرف دس ہزار کی تھی فرمایا میں اس میں سے ایک درہم بھی واپس نہ لوں گا یہ سب تیرا ہی حق ہے اس اعرابی نے جب یہ کرم حضرت کا دیکھا تو بیاختہ حضرت کی مدح و ثنا کرنے لگا کیسے سیر چشم تھے جس کو بھی جب کبھی دیا تو اس کو مالا مال کر دیا کہ پھر اس کو دوسرے کے پاس جانے کی ضرورت نہ رہی پیش خدا کیا مرتبہ تھا حضرات معصومین کا لوگ چاہتے تھے کہ کسی طرح ذلیل کر دیں جان لے لیں مگر خدا جس کو عزت دے اور جان کی

حفاظت کرے اس کا کیا بگڑ سکتا ہے جیسا کہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت متوکل کے سامنے آئی اور اس نے یہ دعویٰ کیا کہ میں سیدانی ہوں متوکل کے اس وقت دل میں یہ خیال آیا کہ یہ عورت اپنے تئیں سیدانی کہتی ہے اس امر کی تصدیق کرنا چاہیے خیال کرنے کو تو خیال کر لیا مگر کوئی طریقہ نہیں سمجھ میں آیا کہ کس طرح اسکے سیدانی ہونے کی تصدیق کی جائے لوگوں نے کہا متوکل اس کی تصدیق تیری عقل سے بعید ہے اگر چاہتا ہے کہ تجھ کو اس کی تصدیق ہو تو امام علی النقی کو بلا وہ اس کا طریقہ تجھ کو بتا دیں گے یہ سن کر متوکل نے حضرت کو بلایا جب حضرت تشریف لائے متوکل نے حضرت کو اپنے تخت پر بٹھایا اور اس عورت کے دعوئے سیادت معلوم کرنے کی تدبیر حضرت سے دریافت کی آپ نے ارشاد فرمایا کہ پروردگار عالم نے ہم معصومین کی اولاد کا خون خو خوار جانوروں پر حرام کیا ہے پس ایسے خو خوار درندوں میں اس عورت کو چھوڑ دو جب حضرت نے یہ ارشاد فرمایا تو وہ عورت خوف کے مارے کانپنے لگی اور اسی وقت اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کیا لوگوں نے کہا اے متوکل امام علی النقی نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے ان کے کلام کی تصدیق کرنا چاہیے یہ سن کر متوکل نے تین درندے صحن قصر میں چھوڑ دے اور امام علی النقی کو بلا کر اسی مقام میں داخل کر دیا اور خود چھت پر چڑھ کے دور سے تماشہ دیکھنے لگا جب ان درندوں نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی اور حضرت کو دیکھا تو بالکل خاموش ہو گئے جب آپ صحن میں تشریف لائے تو وہ درندے حضرت کی طرف بڑھے اور ٹھہر گئے حالت ان خو خوار جانوروں کی یہ ہوئی کہ حضرت کے گرد گھومنے لگے اور حضرت کو چھو چھو کر اور ہونکھ ہونکھ

جائے فکر میں تو بہت کیس مگر کوئی علاج کارگر نہ ہوا اور متوکل کی تکلیف بڑھتی ہی گئی تو متوکل کی ماں نے محبت پسری کے تقاضے سے بے چین ہو کر ایک شخص ان جناب کی خدمت میں بھیجا جن کے در کے سب محتاج تھے جن کی زبان میں متوکل کے مرض کی دوا تھی وہ کون وہ ہمارے اور آپ کے دسویں امام، امام علی النقیؑ یہ شخص حاضر ہوا اور متوکل کے مرض کی کیفیت حضرت سے بیان کی حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اور مادہ متوکل سے جا کر کہہ دو کہ بکری کی مینگنیاں گلاب میں حل کر کے اس پھوڑے پر ضا د کریں یہ شخص حضرت سے رخصت ہوا اور مادہ متوکل سے آکر بیان کیا اس نے ایک عورت کے ذریعہ سے متوکل کو کہلا بھیجا کہ اس دوا کا ضا د بہت جلد تو کر امید ہے خدا سے کہ وہ بہت جلد تجھ کو صحت عطا فرمائے گا جب ان دونوں چیزوں کے ضا د کا ذکر لوگوں نے سنا تو ہنسنے لگے فتح ابن خاقان وہاں موجود تھا اس نے کہا کہ تم لوگ کیا ہنستے ہو امام کی زبان سے یہ دوائیاں نکلی ہیں مجھ کو یقین کامل ہے کہ حضرت کی بتائی ہوئی دوا سے متوکل کو ضرور فائدہ ہو گا فتح ابن خاقان نے جب بہت اصرار کیا تو حضرت کا بتایا ہوا ضا د اس کے پھوڑے پر لگایا گیا جیسے ہی وہ ضا د اس کے پھوڑے پر لگایا گیا فوراً پھوڑا اس کا پھوٹ گیا مواد جتنا تھا وہ سب بہہ گیا تکلیف اسی وقت کم ہو گئی آنکھیں کھل گئیں پندرہ یوم سے متواتر نیند نہیں آئی تھی اسی رات نہایت آرام سے سویا کسی قسم کی کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی یہاں تک دو روز یا تین دن میں وہ پھوڑا اس کا بہ برکت امام علی النقیؑ اچھا ہو گیا ماں کو بیٹے کی صحت کی بہت خوشی ہوئی اور اس شکر یہ میں کہ حضرت کی دوا کی برکت سے پھوڑا

مگر خوش ہونے لگے حضرت نے اپنی آستین مبارک ان پر ملنا شروع کی وہ درندے اپنے اپنے گھٹنے ٹیک ٹیک کر بیٹھ گئے متوکل نے حضرت کی یہ عزت پیش خدا دیکھی حضرت کو اپنے قریب بلایا اور بچت ہی پر سے حضرت سے باتیں کرنے لگا معلوم ہوتا ہے متوکل ان جانوروں سے ایسا خوف زدہ تھا کہ اس مقام پر نہیں آیا اور وہیں سے باتیں کرنے لگا غرض کہ متوکل کو حضرت کی تعریف کرنا بڑی اور نہایت گراں بہا صلہ حضرت کی خدمت میں بھیجا متوکل اس مشاہدہ سے ظاہری خوش و مسرور ہوا اور باطنی نہایت رنجیدہ ہوا بہت سی ترکیبیں اس نے کیں کہ امام علی النقیؑ کو تکلیفیں پہنچیں مگر قدرت خدا سے برابر وہ ذلیل ہی ہوتا گیا جناب رسالتؐ کی ذات جس طرح دنیا بھر کے لئے رحمت خدا تھی اسی طرح ان کی ہر اولاد اجماع پروردگار عالم کی مخلوق پر خدا کی قدرت سے رحمت خدا تھی یہ انھیں حضرات کا نفس تھا جانتے تھے کہ فلاں میرا دشمن ہے مگر اس کی دشمنی کا خیال بالکل دل میں نہ لاتے تھے بلکہ مشکل کے وقت اسکے کام آتے تھے جیسا کہ ان خوشخوار جانوروں کے واقعہ کے بعد لکھا ہے کہ متوکل نے جب یہ واقعہ اپنی آنکھ سے دیکھا تو سکوت کیا یعنی اس کو چپ لگ گئی اور ایسا صدمہ دل ہی دل میں اس کے دل پر پہنچا کہ علیل ہو گیا اور اسی علالت کی حالت میں ایک پھوڑا بھی نکل آیا اس پھوڑے کی تکلیف ایسی تھی کہ اٹھنے بیٹھنے سے عاجز و پریشان ہو گیا اطباء نے چاہا کہ آپریشن کر دیا جاوے مگر دل کا ایسا کمزور تھا کہ نشتر کی تکلیف اس کو گوارا نہ ہوئی آخر کار طبیبوں نے یہ فکر کی کہ اسی پھوڑے میں ایسی دوا استعمال کی جائے کہ یہ بغیر نشتر پھوٹ

خادم حضرت کے روٹی بھرے لحاف اور بادلے بھی متعدد دلا لاکر رکھ رہے ہیں چونکہ اس کا مذہب نہ سنی تھا نہ شیعہ دل میں کہنے لگا کہ شیعہ عجب طرح کے لوگ ہیں معاذ اللہ ایسے شخص کو اپنا امام و پیشوا جانتے ہیں جس کو اس بات کی بھی خبر نہیں کہ یہ گرمی کی شدت اور یہ جاڑے کا سامان ایسی بے ضرورت چیز کو خواہ مخواہ اپنے ساتھ رکھنا اور بیجا بارگراں کو ہمراہ لینا حالت سفر میں رحمت کا باعث نہیں سمجھتے یہ شخص اپنے دل میں یہ خیال کر کے رہ گیا اور حضرت کی خدمت میں استفسار کرنے کی جرأت نہ کر سکا یہاں تک کہ حضرت دن چڑھتے چڑھتے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اثناءِ راہ میں ایک دن ہم سب کا قیام ایک ایسے غیر آباد اور ویران میدان میں جہاں کو سوں تک سوائے ریگستان کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا کہ کہیں سایہ تھا نہ سایہ دار درخت منزلوں چاروں طرف کہیں آبادی کا نام و نشان نہیں تھا چونکہ مفت روزانہ کے حساب سے وہی مقام ہمارے قیام کا تھا اس لئے ہم اس مقام پر منزل کرنے کے لئے اس وقت مجبور ہوئے چونکہ کھانے پینے کی تمام اشیاء ضرورت سے زائد تھیں اس لئے اس مقام کی ویرانی اور غیر آبادی سے کوئی خوف و اندیشہ نہ ہوا ابھی کہتا ہے کہ میرے خاص رفیقوں میں ایک شخص جو میری خاص کتابت کا کام کرتا تھا وہ شیعہ تھا اور دوسرا شخص جو میرا صاحب تھا وہ اہلسنت تھا ان دونوں میں اکثر مذہبی مباحثے ہوا کرتے تھے اور دونوں اپنے اپنے مذہب کے حق ہونے کی دلیلیں پیش کیا کرتے تھے اور میں ان دونوں کی باتیں سنا کرتا تھا پس اس منزل پر بھی ان دونوں نے اپنی بیکاری میں جی بیکار

اچھا ہو گیا وہ جو کسی علاج سے کسی دوا سے اچھا نہ ہوتا۔ دس ہزار اشرفیاں سربمہر تھیلی میں رکھ کر خدمت امام میں بھیج دیں آپ نے مادر متوکل کے اس ہدیہ کو قبول فرمایا اور وہ اشرفیاں حاجتمندوں کو اسی وقت تقسیم فرمادیں بنیال فرمایا حضرات مومنین نے کہ متوکل کیا حضرت کا دشمن جس کی دشمنی حضرت یوں بھی جانتے تھے اور علم امامت سے تو بخوبی اس کی باطنی حالت کو پہچانتے تھے مگر جب سن لیا کہ وہ بیمار ہے تو اسی وقت ابر کرم برس ہی کے رہا اور ایسی دوا بتادی کہ استعمال ہوتے ہی خداوند عالم نے اس کو شفاء عطا فرمائی میں کہتا ہوں کہ جس وقت حضرت نے مینگنیاں اور گلاب کو بتایا تھا تو لوگ ہنستے تھے اور مضحکہ کرتے تھے اور یہی چاہتے تھے کہ ایسی معمولی دوا کیا استعمال کی جائے مگر جب اس دوا نے ایسا اثر کیا کہ اس کو صحت ہی ہو گئی تو ہنسنے والوں کے دل پر کیا گذری ہوگی دل میں سب کے درد ضرور پیدا ہو گیا ہو گا شرم سے سر جھکا لیے ہوں گے ندامت سے آنکھیں نہ اونچی کی ہوں گی لیکن امام کے دوستوں نے خوش ہو ہو کر تکبیر کے نعرے ضرور بلند کئے ہوں گے آپ حضرات بھی نعرہ صلوٰۃ سے اس محفل سرور کو بہت ہی مسرور ہو کر مزین فرمائیے حضرت کی ذات بابرکت ایسی تھی کہ ہر شخص آپ سے خوش رہتا تھا اور یوں نہیں بلکہ معجزے بھی اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے تھے تب حضرت کی امامت اور خلیفہ برحق ہونے کو تسلیم کرتے تھے لکھا ہے کہ جب حضرت نے مدینہ منورہ میں سفر فرمایا ہے تو چلتے وقت ایک شخص تھا جس کا نام یحییٰ بن ہرثمہ تھا اس نے دیکھا سامان سفر حضرت کا درست ہو رہا ہے گرمی کا زمانہ مگر دیکھا کہ

دیکھا میں نے کہ امام علی النقی کا ایک خادم ایک بچہ لئے کھڑا ہے اس نے کہا کہ اے بچہ میرے امام نے یہ پارچے تم کو اور تمہارے کاتب کو بھیجے ہیں جیسے ہی وہ بچہ کھولا دیکھا کہ دو لحاف دو بلبادے دو عبا میں اس میں رکھے ہیں بچہ کہتا ہے کہ مدینہ سے چلتے وقت مجھ کو جو خیال آیا تھا کہ یہ شیعوں کے امام کیسے ہیں کہ گرمیوں میں جاڑے کا سامان اپنے ساتھ لئے جا رہے ہیں تو اس وقت حضرت کے علم امامت کی مجھ کو تصدیق ہوئی کہ واقعی خداوند عالم نے ان کو درجہ امامت عطا فرمایا ہے اور بیشک یہ خلیفہ برحق ہیں اور خدا کی خدائی میں ان سے بہتر خدا کا دوسرا کوئی بندہ نہیں غرض کہ بچہ نے اپنی اور اپنے کاتب کی اس عطیہ امام سے سردی کی حالت میں حفاظت کی اور اس عطیہ حضرت سے پھر تو ان دونوں پر مطلق سردی کا کوئی اثر نہ تھا لیکن یہ رات ایسی گذری کہ ایک کو دوسرے کی مطلق خبر نہ تھی کہ کس پر کیا گذری جب صبح ہوئی تو خدا خدا کر کے برف ریزی کی شدت باران کی کثرت اور ہوا کی سخت و تند روانی میں کمی آئی اور دن چڑھتے چڑھتے آفتاب نکل آیا پس میں فوراً اپنے خیمہ سے باہر نکلا اور خیال کیا کہ اپنے ہمراہیوں کو اب دیکھنا چاہئے کہ ان پر کیا گذری جا کر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ آدھے آدمی بالکل فنا ہو گئے ہیں یہ دیکھ کر بچہ کی خدمت امام علی النقیؑ میں حاضر ہوا جیسے ہی دروازہ پر پہنچا دیکھا کہ حضرت تعقیباً فجر سے فارغ ہو کر قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے ہیں جب حضرت تلاوت سے فارغ ہوئے تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے بچہ جاؤ اور اپنے ہمراہیوں کو دفن کرا دو اور یقین کر لو کہ خدائے قادر و توانا تمام روئے

کے لئے پھر وہی باتیں پرانی نکالیں اثنائے گفتگو میں اس سنی المذہب نے میرے کاتب شیعہ کو مخاطب کر کے کہا کہ تمہارے خلیفہ بلا فصل جنتا امیر المؤمنین علی ابن ابیطالبؑ نے فرمایا ہے کہ دنیا میں کوئی مقام ایسا نہیں ہے جہاں قبریں نہ ہوں پہلے یہ بتاؤ کہ تمہارے مذہب کی کتابوں میں ایسا لکھا ہے یا نہیں کاتب نے کہا کہ بیشک ایسا ہی ہے بچہ کہتا ہے کہ اس سوال سے میں اس کا مطلب بالکل سمجھ گیا اور دل میں مجھ کو یقین ہو گیا کہ اب جو یہ سوال کرنے والا ہے میرے کاتب کے پاس اس کا جواب نہیں ہے مگر میں چپکا بیٹھا رہا اور میں نے کچھ دخل نہ دیا تھوڑی دیر کے بعد اس مرد سنی نے کہا کہ اگر تمہارا عقیدہ اس قول پر درست ہے تو مجھے یہ بتاؤ کہ اس صحرائے ہیب و یران جہاں آدمی کا کیا ذکر وحش و طیر کا بھی ذکر نہیں یہاں قبریں کہاں سے آئیں گی اور تمہارے امام برحق کے قول کی تصدیق کیونکر لازم آئے گی یہ بیچارے اس کا کیا جواب دیتے خدا نے جواب کا سامان مہیا کیا کہ حکیم خدا سے آسمان پر ابر دکھلائی دیا اور ہوا تیز چلنے لگی مغرب کا وقت ہوتے ہوتے تمام وہ ابر محیط ہو گیا اور ہوا بھی بہت زیادہ تیز ہو گئی اور پانی برسے لگا اور ایسی برف ریزی ہونے لگی کہ لوگوں کے دل پانی پانی ہو گئے نصف شب کے بعد وہ قیامت کی سردی پڑی کہ عام طور سے لوگوں کی جانیں ہلاکت کے قریب پہنچ گئیں بچہ کہتا ہے کہ میری خاص یہ حالت ہو گئی کہ سردی کی وجہ سے میں تو بالکل بے حس و حرکت ہو گیا سردی کا اثر ایسا مجھ پر ہوا کہ میں کسی چیز سے اپنے جسم کی حفاظت نہ کر سکا اسی اثناء میں میرے خیمہ کے دروازہ پر کسی نے آکر مجھ کو پکارا جیسے ہی میں دروازہ کے باہر آیا تو

زمین کو اسی طرح قبروں سے پُر کر دے گا میرے جد بزرگوار علی ابن ابیطالب کا قول کبھی ہرگز خلاف نہیں ہو سکتا اس سفر میں حضرت نے اس سنی المذہب کو کیا ذلیل کیا اور اپنے جد جناب امیر المومنین کے کلام کی کیسی تصدیق فرمائی اور یحییٰ کو حضرات ائمہ معصومین کے کمال و اوصاف اور فضل و شرافت سے کما حقہ کیا آگاہ اور مطلع فرمایا جس کی وجہ سے یحییٰ اتنا متاثر ہوا کہ اسی وقت اپنے تمام عقائد باطلہ سے دست بردار ہو کر نہایت سچے دل سے حضرت پر ایمان لا کر مشرف باسلام ہوا۔ صلوٰۃ راوی کہتا ہے کہ جب امام محمد تقی مدینہ منورہ سے بغداد تشریف لے چلے تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا مولانا آپ تو تشریف لے جا رہے ہیں نہ معلوم کونسا واقعہ گذر جائے تو آپ کے بعد امر امامت کس کی طرف منتقل ہو گا یہ سن کر حضرت مسکرائے اور ارشاد فرمایا ایسا نہیں ہے جیسا کہ تم نے اپنے دل میں خیال کیا ہے میں انشاء اللہ صحیح و سالم وہاں سے واپس آؤں گا یہاں تک کہ آپ نے جیسا فرمایا تھا وہی ہو گا کہ صحیح و تندرست بغداد سے واپس تشریف لائے اور کچھ زمانہ کے بعد پھر حضرت نے بغداد تشریف لیجانے کا قصد کیا میں نے عرض کیا فرزند رسول! اب آپ تو تشریف لے جا رہے ہیں امر امامت کے لئے کیا ارشاد ہوتا ہے اور آپ کے بعد امام کون ہو گا فرمایا غمگین نہ ہو میرے بعد میرا فرزند علی نقی میرا خلیفہ اور تم سب کا امام ہو گا اس واقعہ سے آپ کی امامت کی کیفیت معلوم ہو گئی اور ہر شخص بخوبی سمجھ گیا اگرچہ ہمارے دسویں امام کا سن چھ برس کا تھا مگر سمجھ گئے کہ یہی امام و خلیفہ ہوں گے یہ کوئی نہ سمجھے کہ چھ برس کا سن اور درجہ امامت پر فائز ہونا یہ بات سوچنے کی نہیں ہے

اس لئے کہ امام محمد تقی بھی کسی کی حالت میں امام ہوئے تھے اسی طرح چھ سال کی عمر میں امام علی نقی قائم مقام اپنے پدر بزرگوار امام محمد تقی کے ہوئے اور امامت کا درجہ خداوند عالم نے ان کو عطا فرمایا اور درجہ امامت میں تو عمر کی کمی بیشی کا کچھ خیال ہی نہیں اس لئے کہ معصوم کا قول موجود ہے صغیرنا و کبیرنا سواء یعنی ہمارے چھوٹے اور بڑے سب برابر ہیں واقعات تو امام علی نقی کے آپ حضرات نے سماعت فرما اب ختم کلام میں یہ بھی سن لیجئے کہ اسم مبارک آپ کا علی اور کنیت ابو الحسن ثالث تھی اور لقب آپ کا بین الفریقین نقی تھا والد بزرگوار آپ کے محمد تقی تھے اور والدہ معظمہ آپ کی جن کا نام سحانہ خاتون تھا میری نظر سے ان معظمہ کے واقعات نہیں گذرے ورنہ وہ بھی حوالہ قلم کرتا صرف صاحب روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ یہ معظمہ مامون عباسی کی نواسی تھیں مختصر تعریف ان کی بس یہی ہے کہ یہ ایسی تھیں کہ زوجہ ہوئیں امام محمد تقی کی اور والدہ گرامی ہوئیں امام علی نقی کی غرض کہ ولادت با سعادت امام علی نقی مقام مدینہ منورہ ۱۵ رذی الحجہ ۳۱۳ھ میں واقع ہوئی امام کے گھر میں امام پیدا ہوا اہل مدینہ نے جو کچھ بھی خوشی نہ کی ہو وہ کم ہے لیکن امام محمد تقی کو تو بڑی خوشی اس امام کے پیدا ہونے کی ہوئی ہوگی پھر آپ حضرات بھی خوش ہو کر کیوں نہ گلے ملیں اور نعرہ صلوٰۃ بلند کر کے امام محمد تقی کو کیوں نہ مبارکباد دیں۔

ارشاد فرماتا ہے کہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کا پروردگار وہی اللہ ہے پس تم اس کی عبادت کرو اور اس کی عبادت کی تکلیف برداشت کرو کیا تم نہیں جانتے کہ اس کا ہمنام کوئی نہیں اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ بس لائق عبادت و پرستش اسی کی ذات مجمع الصفات ہے اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو از زمین تا آسمان جتنی چیزیں اس نے خلق فرمائیں وہ سب اپنی عبادت کے لئے صا جانِ نطق پر منحصر نہیں وہ جانور جن کی آواز کو ہم نہیں سمجھ سکتے وہ اپنی زبان میں عبادتِ خدا سے غافل نہیں رہتے صبح کو ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا ہم کو خوشگوار معلوم ہوتی ہے دل کہتا ہے کہ اپنے بسترِ راحت سے سر نہ اٹھاؤ مگر مرغِ سحر کو ملاحظہ فرمائیے کہ وہ اپنی زبان میں خدا کی عبادت کرتا ہے اور ہم کو تعلیم دیتا ہے کہ اٹھو اب یہ وقتِ راحت و آرام کا نہیں ہے بلکہ اس خدا کی عبادت کرو جو لائق عبادت ہے شجرِ جگر برگِ ثمر زمینِ آسمان جن انس چرند پرند ملک غرض کہ جتنی مخلوق ہے وہ خدا نے اپنی عبادت کے لئے پیدا کی عبادت کرنے سے فائدہ عبادت کرنے والوں ہی کو ملتا ہے خدا کا اس میں کوئی فائدہ نہیں یہ قانونِ قدرت ہے جس طرح دنیاوی بادشاہ کا حکم اپنی رعایا کے لئے ہوتا ہے اور اس سے بادشاہ کا کوئی فائدہ نہیں لیکن اگر حکم کے خلاف ہو تو رعایا مستوجبِ عذاب ہوتی ہے اسی طرح حکم سلطانِ السلاطین ہے اس نے اپنی عبادت کا حکم دیا جس نے عبادت کی وہ اچھا رہا اور جس نے اپنے پروردگار کے حکم کے خلاف کیا وہ عذابِ خدا میں مبتلا ہوا یہی وجہ تھی کہ کیسے کیسے انبیاء دنیا میں آئے اور وہ اپنے خدا کی عبادت کے لئے برابر اپنی اپنی امتوں کو سمجھایا

قصیدہ

رنگِ ار کا فور کی صورتِ شبِ یور کا صبحِ عید آئی ہو عالم میں عالم نور کا
وادیِ امین میں ذرہ ذرہ لودے نگا ہو گیا آسانِ جل اٹھا چراغِ طور کا
جلوہ گاہِ ناز کی جانب چلے اہلِ نظر ہر قدم سے شہِ اٹھا سعیدِ مشکور کا
روشنیِ حسن دیکھی جان میں جان آگئی سنتے تھے مشکل ہوا جینا کسی ہجور کا
اور ہی کچھ ہو گیا دم بھر میں دور کا نٹا بڑھ رہے ہیں جملہ موجوداتِ کلمہ نور کا
آگے نورِ خدا عالم میں بادیِ دھم سامنے ہے دیدہ حق ہیں کہ منظرِ طور کا
نام ہے جن کا نقی ابنِ تقی ابنِ رضا جن کے آگے سر ہے خم ہر کا فردِ غرور کا
اللہ اللہ مختصر یہ حق نہائی دیکھئے غل ہے آغوشِ تقی میں سعیدِ مشکور کا
جلوہ مولا کے نظارہ کی اف لے محبتِ روحِ موسیٰ نے نہ نہ دیکھا چراغِ طور کا
رینبِ کذابہ کے دعوے کو باطل یوں کیا کھا گئے درندے آخر گوشتِ اس مقہور کا
تین حرفوں میں روشنِ اولِ آخر صفات نور کا خود نور کے اجداد پوتا نور کا

بندہ میں شانِ الوہیتِ خدا کی شان ہے

پاسِ شہِ رگ کے ہو قائم رہنے والا دور کا

حَالُ فَاتُ جَنَابِ اَبَامِ عَلِيٍّ عَلَيَّ السَّلَامُ

قال الله تبارك وتعالى رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ
وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا - خداوند عالم قرآن مجید میں

روز عاشورہ اول وقت نماز پڑھا یا ابو ثامہ صدادی عرض کرنے لگے
فرزند رسول چاہتے ہیں کہ آپ کے ساتھ نماز پڑھ لیں فرمایا خدا ہم کو
نماز گزاروں میں محبوب کرے اچھا جاؤ ان اشقیاء سے اتنی اجازت
لے لو کہ نماز پڑھ لیں یہ سنکر حکم امام سے نماز کی اجازت لینے گئے خدا
لغت کرے حصین ابن نمیر پر اس ملعون نے کچھ ایسا جملہ استعمال کہ
مسلم ابن عوسجہ سے نہ سنا گیا کہنے لگے اوشقی تیری نماز قابل قبول ہو اور
فرزند رسول کی نماز قابل قبول نہ ہو سب کے سب عرض کرنے لگے
فرزند رسول آپ نماز پڑھئے اور ہم آپ کے آگے اس واسطے کھڑے
ہوں کہ اگر کوئی حملہ ہو تو اس کو روکریں امام حسین نماز پڑھنے کیلئے
کھڑے ہوئے دوست حسین حسین کے آگے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے
فوج سے تیروں کا سینہ برسے لگا ان جاں نثاروں نے ان تیروں کو
نہایت خوشی سے اپنے اپنے سینوں پر روکنا شروع کیا ادھر حسین نے
نماز کو ختم کیا ادھر بہت سے جاں نثار اپنے آقا پر فدا و نثار ہو گئے
سید الشہداء زین العابدین کی عبادت ایسی تھی کہ اس کا کیا ذکر
کیا جائے مختصر یہ ہے کہ حضرت کو خطاب زین العابدین کا خالق عابدین
نے عطا فرمایا ان حضرات کی وہ عبادت تھی کہ کوئی جگہ یا کوئی مقام عبادت
کے لئے مخصوص نہ تھا بلکہ ہر مقام و ہر جگہ پر اس خلوص سے عبادت کرتے
تھے کہ کسی طرح کا کوئی خوف دل میں لاتے ہی نہ تھے چاہے گھر پر ہوں
چاہے سفر میں ہوں چاہے میدان جنگ میں ہوں چاہے بادشاہ جاہل
کے سامنے ہوں چاہے خونخوار جانوروں میں چھوڑ دیئے جائیں۔ ان
حضرات کو اپنے خدا کی عبادت سے مطلب جیسا کہ امام علی النقی کا واقعہ

کئے اور خود عبادت کیا کئے جناب یحییٰ علیہ السلام کی عبادت مشہور عبادت
ایسی عبادت کی کہ گھر چھوڑ دیا جنگل میں عبادت کرنے لگے ایک مرتبہ ماں
کو محبت آگئی بیٹے کو سمجھا کے گھر میں لے آئیں دیکھا کہ فرزند خوفِ خدا میں
اتنا رویا ہے کہ گوشت رخساروں کا آنسوؤں سے بہ گیا ہے ایسا کہ دانت
ظاہر ہو گئے ہیں محبتِ مادری جوش میں آئی اور کچھ راحت کا سامان کیا
جناب یحییٰ بیٹے آنکھ لگ گئی عالم خواب میں ایک آواز سنی یحییٰ کیا سکران
سے غافل ہو اگر دیکھ لو تو بالوں کے کپڑوں کے عوض میں پیراہن آہن
پہنو جو نبی یہ آواز سنی گھبرا کر اٹھے اور گھر سے نکل گئے اور طاعتِ عبادتِ
خدا میں مصروف ہو گئے جناب امیر کی عبادت مشہور عبادت ہے کہ پانچویں
تکبیروں کی آوازیں لوگ شمار کرتے تھے عبادت ایسی اور خوفِ خدا ایسا
کہ ابودرداء ایک روز روتے ہوئے فاطمہ زہرا کے دروازہ پر آئے اور
عرض کیا شہزادی آپ بیوہ ہو گئیں اور بچے آپ کے یتیم ہو گئے فرمایا
ابودرداء تم کو کیونکر معلوم ہوا عرض کیا فلاں مقام پر حضرت اس طرح
پڑے ہیں کہ کسی قسم کی کوئی حس و حرکت بھی نہیں ہے فرمایا ابودرداء خوفِ
خدا میں ابوالحسن کی اکثر ایسی حالت ہو جایا کرتی ہے اور یہ بھی حضرت کی
مشہور عبادت ہے کہ میدانِ جنگ میں مصطفیٰ پچھا دیتے تھے اور نماز پڑھا
کرتے تھے لوگ عرض کرتے تھے آقا یہ ہنگام جنگ اور آپ نماز پڑھنے پر
آمادہ ہیں تو آپ فرماتے تھے کیونکر میں نماز نہ پڑھوں اس لئے کہ اسی
نماز ہی کے لئے تو جنگ کرتا ہوں اور حسین ابن علی کی تو ایسی عبادت کہ
کسی نے اس حال میں عبادت نہیں کی حسین کا کیا ذکر ہے اصحابِ حسین
ایسے عبادت گزار تھے کہ ان کی عبادت کا حال بیان نہیں ہو سکتا

کھڑے ہوئے اور فوراً اسی مقام پر تشریف لائے حسب ہدایت متوکل ملازمین نے حضرت کو اسی احاطہ میں داخل کر دیا حضرت بلا عذر ان مردم خوار جانوروں میں تشریف لے گئے جیسے ہی وسط صحن میں پہونچے سبحان اللہ کیا شان امامت تھی اور کیا مرتبہ تھا پیش پروردگار عالم انسان قدر نہ کریں لیکن جانوروں نے جو قدر کی وہ سماعت فرمائی کہ چاروں طرف وہ آدم خوار درندے نکل نکل کر حضرت کے پاس آکر جمع ہونے لگے اور سب نے حضرت کو اپنے حلقے میں لے لیا اور خوشی کی وجہ سے اپنی اپنی دم ہلانے لگے اور اپنے سر حضرت کے قدم ہائے اقدس پر رکھنے لگے حضرت نے یہ کیا کہ اپنا دست شفقت ان کے سر اور پشت پر پھیرنا شروع کیا ان جانوروں نے اپنی اپنی زبانوں میں حضرت کی مدح کرنا شروع کی اور اپنی اطاعت اور متابعت کا اظہار کرنے لگے اسکے بعد حضرت نے نہایت اطمینان سے اپنا سجادہ اسی مقام پر بچھایا اور طاعت پروردگار عالم میں مصروف ہو گئے سب کے سب حلقہ باندھے ہوئے آپ کی شان عبادت کو غور کی نگاہوں سے دیکھتے رہے یہ حال متوکل نے اپنے بالا خانہ سے دیکھا ہوش و حواس جاتے رہے کہنے لگا افسوس کیا کروں یہ تدبیر بھی خالی گئی پس وہ ملعون حضرت کی روحانی عظمت و جلالت کو مشاہدہ کر کے انفعال و ندامت کے دریا میں ڈوب گیا دشمن تھا خدا نے اس ملعون کو ذلیل کیا۔ دوست صلوات پر پڑھیں محمد و آل محمد پر۔

کچھ یہ قاعدہ پہلے سے ہی چلا آتا ہے کہ تو نکر کا مفلس دشمن عالم کا جاہل دشمن صاحب عزت کا ذلیل دشمن جناب امام علی نقیؑ چونکہ امام وقت

مشہور ہے کہ متوکل ملعون کا زمانہ اور وہ ملعون حضرت کی جان کا دشمن طرح طرح کی ایذا میں پہونچائیں مگر جب تک حکم خدا نہ ہو امام سر زمانہ کیسے خالی ہو سکتا ہے متوکل ملعون نے دار الخلافہ سامرہ میں قصر الامارہ کے سامنے ایک وسیع میدان چھوڑ رکھا تھا اور اس میں بہت سے خونخوار حیوانات مثل شیر چیتے ریچھ وغیرہ جنگلی پال رکھے تھے ان جانوروں کی حفاظت کے لئے اس میدان کی چار دیواری ایسی بنوائی تھی کہ وہ نکل کے جانہ سکیں اس عمارت کے برابر بہت سی عمارتیں بنوائی تھیں یہ خونخوار جانور متوکل نے اس میدان وسیع میں اس جو سے پالے تھے کہ جب وہ شقی کسی مجرم کے ساتھ سخت اور شدید سزا سے کام لینا چاہتا تھا تو اس مجرم کو اسی احاطہ کے اندر ڈھکوا دیتا تھا اور وہ مردم خوار جانور اس کو کھا جاتے تھے پس اس شقی نے ایک روز یہ خیال کیا کہ امام علی نقیؑ کے ساتھ بہت سے جانسان برتاؤ کے مگر یہ زندہ رہے اب اس سے بڑھ کے کوئی تدبیر جان لینے کی نہیں ہے کہ حضرت کو انھیں جانوروں میں چھوڑ دیا جائے یہ تجویز اس نے اپنے دل میں کی اور اپنے ملازم سے حضرت کو اسی وقت طلب کیا ملازم تو ادھر گیا ادھر اس شقی نے دیگر ملازمین سے کہا دیکھو جس وقت امام علی نقیؑ یہاں آجائیں تو تم لوگ ان جانوروں کا دروازہ کھولنا اور حضرت کو اندر داخل کر دینا یہ کہہ کر وہ شقی اس عمارت میں چلا گیا جو اس احاطہ کے متصل تھی اور اوپر جا کر بیٹھ گیا اس لئے کہ تماشہ دیکھوں یہاں ملازم شاہی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا حضرت آپ کو خلیفہ طلب کر رہا ہے حضرت علم امامت سے سمجھ گئے اسی وقت اٹھ

تھے خدا کی طرف سے جو عزت آپ کی تھی وہ بھلا کس کو میسر ہو سکتی ہے حضرت کی عزت و کرامت و معجزات متوکل اپنی آنکھوں سے دیکھتا تھا اور پھر قائل امامت نہ تھا اچھا یہ بھی سہی آپ کی امامت کا قائل نہ تھا نہ بھی لیکن یہ کیا کہ آپ کی جان کا دشمن تھا طرح طرح کی جان لینے کے لئے تدبیریں کرتا تھا اور منہ کی کھاتا تھا مگر اس پر بھی ایذا دینے سے باز نہیں آتا تھا جیسا کہ متوکل کا کاتب فضل ابن احمد بیان کرتا ہے کہ ایک روز میں متوکل کے بیٹے معتز باللہ کے ہمراہ متوکل کے دربار میں آیا دیکھا کہ متوکل ایک کرسی پر بیٹھا ہے اور فتح ابن خاقان اس کا وزیر اس کے سامنے حاضر ہے متوکل کا قاعدہ تھا کہ جب معتز باللہ اس کے دربار میں جاتا تھا تو متوکل اسے مرجا کہہ کر اپنے پہلو میں مسند شاہی پر بٹھاتا تھا مگر آج معتز باللہ کی طرف وہ بالکل متوجہ ہی نہ ہوا اور اس نے مطلق خیال ہی نہ کیا کہ کون آیا ہے یا کون کھڑا ہو وجہ اسکی یہ معلوم ہوئی کہ متوکل کو اس وقت بہت غصہ تھا اور وہ اپنے آپ ہی میں نہ تھا اسکی خشم آلود نگاہیں اس کا سرخ چہرہ اس کے لبوں کی متواتر حرکت اس کے غیض و غضب کا ثبوت دے رہی تھیں اسی اثناء میں اپنے وزیر فتح ابن خاقان کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ تم تو کہتے تھے علی انقی میری خلافت و امامت کے خلاف نہیں ہیں حالانکہ مجھ کو نہایت پختہ خبر ملی ہے کہ وہ میرے بہت زیادہ دشمن ہو رہے ہیں اور مجھ کو خلیفہ ہی نہیں سمجھتے ہیں یہ سن کر فتح ابن خاقان دست بستہ ہو کر عرض کرنے لگا اے خلیفہ میں تم سے صحیح کہتا ہوں کہ وہ گوشہ نشین ہیں اور ان کو سوائے عبادت خدا کے اور کوئی کام نہیں ہے

وزیر نے چاہا کہ اس کا غصہ و غیظ کم ہو مگر کسی طرح کم نہ ہوا اور بڑھتا ہی گیا اور آخر کار اس نے صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ میں ابھی ابھی ان کا خاتمہ ہی کیے دیتا ہوں کہ ہمیشہ کے لئے یہ دغدغہ اور اندیشہ ہی مٹ جائے یہ کہہ کر اس ملعون نے اپنے ایک چوہدار کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ بہت جلد ابھی ابھی امام علی انقی کو اپنے ساتھ لیکر میرے سامنے لایہ حکم سنکر وہ چوہدار حضرت کو بلانے کے لئے روانہ ہوا اور دھر متوکل نے چار ترکی غلاموں کو اپنے سامنے بلایا جب وہ حاضر ہوئے تو ان سب کو ایک ایک تلوار دی اور کہا کہ جب امام علی انقی یہاں آئیں تو فوراً ان کو قتل کرنا اسکے بعد وہ شقی کہنے لگا کہ جب وہ قتل ہو جائیں گے تو ان کی لاش کو آگ سے جلاؤں گا تھوڑی دیر کے بعد جناب امام علی انقی تشریف لائے فوراً وہ چاروں غلامان ترک کی بھی ننگی تلواریں کھینچے ہوئے حضرت کے جلو میں متوکل کے قریب پہنچ گئے اس وقت حضرت کی حالت یہ تھی کہ نہایت اطمینان سے اپنے قدم مبارک زمین پر رکھ رہے تھے مگر لبہائے مبارک کو جنبش ہو رہی تھی معلوم ہو رہا تھا کہ حضرت اس وقت کوئی دعا پڑھ رہے تھے چونکہ حضرت کو بھروسہ خدا کی ذات پر تھا اس لئے کسی قسم کا کوئی خوف و ہراس آپ کے چہرہ سے ظاہر نہ تھا غرض کہ جب اس شان و صورت سے حضرت متوکل کے سامنے پہنچے تو باوجود ایسے غیض و غضب کے آپ کو دیکھتے ہی اپنے مقام سے اٹھ کھڑا ہوا اور استقبال کر کے بہت عزت کے ساتھ اپنے پہلو میں بٹھالیا اور دست بوسی کے بعد نہایت عجز و انکسار سے عرض کرنے لگا کہ اے بہترین خلق خدا اور اے میرے ابن عم آپ نے

غریب، و فقراء قیام کرتے تھے صالح ابن سعید کہتا ہے کہ جب مجھ کو حضرت کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا مولانا ظالموں نے ہر طرح آپ کے نور بجھانے اور فضائل بخشنے کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا یہاں تک کہ آپ کو ایسے مقام پر اتارا ہے جہاں غریب، و فقراء ٹھہرتے ہیں حضرت نے فرمایا اے پسر سعد ہم ان باتوں کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتے اور نہ اپنی ذلت سمجھتے ہیں کیا تو نہیں جانتا کہ خدا جس کو بلند کرتا ہے وہ پست نہیں ہو سکتا یہ فرما کر دست مبارک سے ایک جانب اشارہ کیا پس دیکھا میں نے کہ بتاتہا پر تکلف اور باغ ایسا جس کے ہر درخت کی ڈالیوں میں میوے لٹک رہے ہیں اور قصر ہائے بارفت ایسے ہیں کہ جس میں حور و علمان حاضر ہیں صحن میں نہایت صاف و شفاف نہریں جاری ہیں یہ جتنی چیزیں تھیں میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھی تھیں میری عقل حیران و پریشان ہو گئی حضرت نے فرمایا دیکھا تم نے ہم جہاں رہیں یہ سب چیزیں قدرت خدا سے ہمارے لئے ہیا ہیں۔ اے صالح میں سرلے فقراء میں نہیں ہوں بلکہ باغہائے بہشت میں مقیم ہوں خلاصہ یہ کہ متوکل شقی نے اپنی تمامی عمر حضرت کی ہلاکت میں کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا آخر کار خود ہی وہ ملعون ایسے مرض میں مبتلا ہوا کہ ایک روز واصل جہنم ہو گیا یہ بھی عرض کر دوں کہ یہ ملعون ایسا تھا کہ اس نے قبر سید الشہداء کھودنے کا حکم دیا نہ راعت شہیدان کربلا کی قبروں پر اگر ہوئی تو اسی ملعون کی ذات سے زائموں کی ممانعت کی تو اس شقی نے غرضکے جتنی بھی اس کی کوشش ہو سکی وہ قبر حسین کے مٹانے میں اسی ملعون نے کی مگر تمام حسرتیں

اس وقت یہاں کیوں تکلیف فرمائی حضرت نے فرمایا سبحان اللہ تمہارا چوہدار میرے پاس گیا اس نے کہا کہ تم مجھ کو بلارہے ہو تعجب ہے اور سخت تعجب ہے کہ تم کو اس کا علم نہیں یہ سنکر متوکل کہنے لگا کہ وہ چوہدار جھوٹا ہے اس نے مجھ پر افتر کیا میں نے آپ کو ہرگز تشریف لانے کی زحمت نہیں دی ہے یہ کہہ کر اپنے خاص عزیزوں اور اپنے وزیر کو حکم دیا کہ تم سب حضرت کے ساتھ جاؤ اور بہت عزت سے حضرت کو پہونچاؤ جب حضرت اس سے رخصت ہوئے اور دولتسر کی طرف تشریف لے چلے تو دروازہ پر وہ چاروں غلامان ترکی اپنے ہاتھوں کی تلواریں پھینک پھینک کر حضرت کے پاہائے اقدس پر گر پڑے اور قہر کیا کرنے لگے حضرت تو دولتسر کی طرف روانہ ہوئے یہاں متوکل نے اپنے چاروں غلاموں کو بلایا اور ان سے حضرت کو قتل نہ کرنے کا سبب دریافت کیا تو وہ چاروں کے چاروں ایک زبان ہو کر کہنے لگے کہ جس وقت امام علی انقی تیرے قصر میں داخل ہوئے تو ہم چاروں نے دیکھا کہ ایک شخص حضرت کے ساتھ ساتھ چلا آ رہا ہے حالت اس کی یہ ہے کہ ایک ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں ہے وہ ہم سے کہنے لگا کہ اگر تم لوگوں نے اس وقت حضرت کو ذرا سی بھی تکلیف پہونچائی تو یہ سمجھ لو کہ میں اسی تلوار سے تم سب کے سر ابھی قلم کر دوں گا یہ سنکر متوکل کہنے لگا کہ جو تم سب کو نظر آیا وہی میں نے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا اسی وجہ سے تو میں امام علی انقی سے کوئی خلاف بات کر نہ سکا یہ ملعون ایسا تھا کہ حضرت کو اسی ملعون نے بہت اشتیاق زیارت میں مدینہ منورہ سے بلایا اور جب حضرت وہاں تشریف لائے تو اس شقی نے حضرت کو ایسی جگہ رہنے کے لئے دی جہاں

کا مرقہ منور قائم ہے زائرین زیارت سے برابر مشرف ہوتے ہیں بس ختم کلام میں یہ عرض کرنا ہے کہ حضرت کے انتقال کا اثر امام حسن عسکریؑ پر بہت زیادہ ہوا یہاں تک کہ آپ بے قرار ہوئے کہ آپ نے اسی رونے کی حالت میں اپنا گریبان چاک کر ڈالا لوں نے اعتراض کیا کہ مصیبت میں گریبان چاک کرنا نشان امامت کے خلاف ہے یہ سن کر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر کیا اعتراض کرتے ہو ہم سے بہت پہلے یہ واقعہ ہو چکا ہے حضرت موسیٰؑ پیغمبر تھے انھیں نے اپنے بھائی حضرت ہارون کے غم میں اپنا گریبان پھاڑ ڈالا تھا ان پر اعتراض نہیں کرتے اور میں کیونکر اپنا گریبان چاک نہ کروں اس لئے کہ میرا کیسا شفیق باپ عالم غربت میں زہر دے کر مار ڈالا گیا میں عرض کرتا ہوں مولا آپ رونے گریبان چاک کیا صرف اعتراض ہو کوئی مانع نہیں ہو کہ اپنے باپ پر رویے نہیں یہ تو کربلا ہی کا میدان تھا جہاں رونے والے رونے سے منع کئے جاتے تھے آپ نے غسل و کفن دے کر لاش اٹھائی اور دفن کر دیا مگر کربلا کے مسافر دفن نہ ہونے پائے لاشیں سب کی اس اندھیرے جنگل میں پڑی رہیں اور سب کے نیروں پر بلند کئے جاتے تھے سروں کو دیکھ کر کوئی رو بھی تو نہیں سکتا گریبان چاک کرنا کیسا ہائے ارض نینوا کے رونے والے اپنے عزیزوں پر رو بھی نہ سکے فقط۔

دل کی دل ہی میں رہیں نہ ذرا عت ہو سکی نہ پانی قبر حین کو مٹا سکا نہ قبر کھد سکی نہ زائروں کی آمد رفت بند ہوئی کیا کر سکتا تھا یہ ملعون خدا تو چاہتا تھا کہ حسینؑ کا نام و نشان قیامت تک رہے چنانچہ شکر ہے خدا کا کہ حسینؑ کا روضہ بھی موجود ہے زائرین بھی مشرف ہوتے ہیں اور اسی طرح انشاء اللہ قیامت تک یہی سلسلہ قائم رہے گا۔ غرض کہ جب متوکل واصل جہنم ہوا تو معتد عباسی آپ کے آزار و تکلیف دینے پر آمادہ ہوا۔ راوی کہتا ہے کہ جب میں حضرت کی خدمت میں اس مقام پر حاضر ہوا جہاں حضرت قید تھے پس دیکھا میں نے کہ حضرت ایک بورے پر بیٹھے طاعتِ خدا میں مصروف ہیں اور سامنے حضرت کے ایک قبر کھدی ہوئی ہے پس میں سلام کر کے بیٹھ گیا حضرت نے فرمایا کس لئے آیا ہے اس نے کہا کہ حضرت کو دیکھنے آیا ہوں اے آقا یہ فرمائیے کہ یہ قبر کیسی کھدی ہوئی ہے حضرت نے فرمایا بھائی کیا بیان کروں مجھ کو زہر دیا جائے گا اور میں اسی قبر میں دفن ہوں گا اللہ اکبر کیا مصائب عالم غربت میں حضرت پر واقع ہوئے آپ کی عمر جب چھ سال کی تھی اس وقت آپ یتیم ہوئے تھے پینیس سال آپ درجہ امامت پر فائز رہے جب آپ کا سن مبارک اکتالیس سال چھ ماہ کا ہوا تو معتد عباسی نے حضرت کے طعام میں زہر ملوایا حالت نازک ہو گئی یہاں تک کہ روز دوشنبہ تیسری رجب ۲۵ھ میں حضرت نے انتقال فرمایا وفات کے وقت سوائے امام حسن عسکریؑ کے اور کوئی نہ تھا بعد انتقال حضرت، منصب امامت امام حسن عسکریؑ کی طرف منتقل ہوا پس حضرت نے اپنے پدر بزرگوار کو غسل دیا کفن پہنایا نماز جنازہ پڑھی اور اس مقام مقدس میں دفن کیا جہاں آج تک حضرت

کمریں اسلئے کہ اُن کے جو دو کرم کا شہرہ تمام دنیا میں مشہور ہو رہا ہے یہ کہہ کر دونوں باپ بیٹے حضرت کی خدمت میں روانہ ہوئے انتشار راہ میں باپ نے بیٹے سے کہا مجھے امید ہے کہ پانچ سو درہم جھکو حضرت عطا فرمائیں گے جب اتنے درہم مل جائیں گے تو دو سو درہم کے کپڑے بنائیں گے اور دو سو درہم نان و نفقہ اور خرچہ روزمرہ میں صرف کریں گے اور سو درہم کو دیگر ضروریات میں صرف کریں گے راستہ میں یہ باتیں کہیں اور حضرت کے در دولت پر حاضر ہوئے اطلاع کرائی تھوڑی دیر میں خادم حضرت کا آیا اور کہنے لگا حضرت علی بن ابراہیم اور ان کے بیٹے محمد کو طلب فرما رہے ہیں یہ سنکر پدر و پسر خدمت امام میں حاضر ہو کر آداب خدمت بجالائے حضرت نے جواب سلام دے کر فرمایا بیٹھ جاؤ جیسے بیٹھے حضرت نے فرمایا ابراہیم تم کو کون سی ایسی بات مانع تھی کہ تم نے اس وقت تک مجھ سے کچھ نہ کہا اور نہ میرے پاس آئے ابراہیم نے عرض کیا آقا صرف حیار و غیرت مانع تھی اسی وجہ سے آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوتا تھا علاوہ اس کے تنگدستی نے اور بھی زیادہ پریشان کر رکھا تھا یہ سنکر حضرت چپ ہو گئے بعد تھوڑی دیر کے حضرت نے ان دونوں کو بغیر کچھ دیئے اپنے ایک خادم کے ساتھ خدمت کیا جیسے ہی آستان مبارک پر پہنچے تو اسی خادم نے پانچ سو درہم کا ایک توڑالا کر دیا اور کہا امام نے فرمایا ہے کہ اس میں سے دو سو درہم کا تو کپڑا بنانا اور دو سو خانہ داری میں صرف کرنا اور سو درہم دوسری ضرورتوں میں صرف کرنا اس کے بعد پھر ایک دوسری تھیلی نکالی اور وہ بھی ان دونوں کو دے کر کہا کہ اس میں تین سو درہم ہیں یہ بھی لے

حَالُ لَادَتْ جَنَابَ اِمَامِ حَسَنِ عَسْكَرِي

قال الله تبارك وتعالى وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ
معبود اپنے بعد سے خالق اپنے مخلوق سے یوں ارشاد فرما رہا ہے کہ نہیں پیدا کیا ہم نے جن اور انس کو مگر اسلئے کہ وہ ہماری عبادت کریں ہم کیا اور ہماری عبادت کیا جن حضرات نے عبادت کی وہ گذر گئے واقعی وہ ایسے ہی تھے کہ عبادت ہی کے لئے خلق ہوئے تھے مختصر یہ ہے کہ جناب محمد مصطفیٰ سے خدا کو یہ کہنا پڑا اظہاراً ما ائذنا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِيَتَشَقَّى رَسُولٌ كِي عِبَادَتِ اِيسِي عِبَادَتِ هُوْنِي كِي دُنْيَا وَاوَلُو كُو مَعْلُومِ هُو كِيَا كِي خَدَا نِي اِنِي حَبِيْبِ سِي يِه اِرْشَادِ فَرْمَا دِيَا كِي قُرْآنِ اِس لِي نِهِيْ نَا زِلِ هُو اِنِي كِي تَمِ شَقَتْ وَتَعَبِ مِي اِنِي تَنِيْ دَاوَلُو عَلِي ابْنِ اَبِي طَالِبِ كِي عِبَادَتِ اِيسِي تَهِي كِي هِمَا يِه وَا لِي هِرْ شَبِ كُنِي سُو تَكْبِيْرُو كَا شَمَارِ كَرِيَا كَرْتِي تَهِي اِيسِي طَرَحِ سِلْسِلِه بِي سِلْسِلِه عِبَادَتِ وَدِيْكَرِ اُمُو رِ شَرْعِي اِي كِ اِمَامِ سِي دُو سَرِي اِمَامِ تَكِ پِهونچِي يِهَا تَكِ كِي هِمَا رِي اُو رِ اُپ كِي كِيَا رِهِيُو اِمَامِ تَكِ بِي سِلْسِلِه پِهونچَا جِن كِي بَعْضِ فَضَائِلِ اِس وَقْتِ اُپ حَضْرَاتِ كِي سَا مَنِي اِس مَحْفَلِ سُرُو رِ مِي عَرْضِ كَرْتَا هُو عَلِي (۱) ابْنِ اِبْرَاهِيْمِ ابْنِ جَعْفَرِ نَاقِلِ هِيْن كِي اِي كِ مَرْتَبِه مِي رِي مَفْلسِي وَتَنگَدَسْتِي كِي اِيسِي حَالَتِ هُو كُنِي تَهِي هُو قَابِلِ بِيَا نِ نِهِيْ مِي رِي بَا پِ نِي مَجْه سِي كِهَا كِي مَفْلسِي دُو رِ هُو نِي كِي كُوْنِي تَدْبِيْرِ نِهِيْ سُو لِي اِس كِي كِي اِمَامِ وَقْتِ اِمَامِ حَسَنِ عَسْكَرِي كِي خَدْمَتِ مِي چَلِيں اُو رَا نِ سِي اِنِي حَالَتِ كُو عَرْضِ

اور بخالت کے ذریعہ اس وقت تک بچا کے رکھا ہے وہ اچھی طرح یاد رکھو کہ اگر کسی وقت تم کو خاص ضرورت بھی ہوگی تو وہ رقم تمہارے کام نہ آئے گی اسمعیل کہتا ہے کہ **سوا** اشرفیاں جو حضرت سے جھکوا ملیں اسکی خوشی میں میں نے حضرت کی کلام کی طرف بالکل توجہ نہ کی اور اپنے مکان کو واپس آیا اور حضرت کے عطیہ کو تھوڑا تھوڑا کر کے ایک عرصہ تک صرف کرتا رہا یہاں تک کہ جب وہ تمام رقم خرچ ہو گئی اور کچھ باقی نہ رہا تو ضروریات یومیہ پھر اسی طرح ستانے لگے آخر کار ہر طرف سے مجبور ہو کر میں اس مقام پر آیا جہاں نے اشرفیاں دفن کی تھیں جب میں نے کھودا تو امام حسن عسکریؑ نے جو کچھ فرما دیا تھا وہی ہوا کہ اس مقام پر کچھ نہ تھا ہر چند میں نے تلاش کیا مگر کہیں پتہ نہ چلا چند روز کے بعد تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ میری لڑکی کو میرا یہ راز معلوم تھا وہ زمین سے نکال لے گئی اور اس نے سب صرف کر ڈالی اب اس رقم میں سے کچھ نہیں باقی ہے یہ امامت کی شان تھی کہ جس بات کی آئندہ کے لئے خبر دیدی وہی ہو کے رہی کہیں یہ بات کسی میں ہو سکتی ہے ہرگز نہیں یہ شرف تو خدا نے سوائے محمد و آل محمد کے کسی کو عطا ہی نہیں فرمایا سرعت فہم اور علم ایسا حق سبحانہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا کہ کسی کے منہ سے جملہ نکلا اور آپ نے اسی وقت جواب دیا ابو محمد ایک شخص تھا جس کے علم و فضل کا شہرہ تمام دیار و امصار میں نہایت وسیع تھا حضرت امام حسن عسکریؑ خدمت میں حاضر ہوا اور یہ سوال کیا کہ عورتیں بیچاری جنکی خلقت خود کمزور ہے ان کو میراث میں ایک حصہ ملے اور مرد باوجود قوی و توانا ہونے کے اس کو دو حصے دیے جائیں آپ نے فرمایا کہ عورتوں پر

لو اور اس خادم نے ایک بات یہ کہی کہ امام حسن عسکریؑ نے فرمایا ہے کہ کوہستان کا سفر ہرگز نہ کرنا بلکہ تم لوگ فلاں موضع میں چلے جاؤ وہاں پہونچ کر خدائے و اہب العطا یا تمہاری عسرت و تنگدستی کو بہت جلد دور فرمائے گا پس یہ دونوں حکم امام سے اسی موضع میں گئے جہاں کے لئے حضرت نے حکم فرمایا تھا وہاں پہونچ کر علی ابن ابراہیم نے ایک زن عقیفہ سے نکاح کیا جس کی وجہ سے علی ابن ابراہیم کی آمدنی چار ہزار سالانہ کی قائم ہو گئی اب کیا تھا نہایت فراغت سے بسر ہونے لگی اگر کوئی پوچھتا ہو گا کہ اسی تنگدستی کے بعد یہ فراغت تم کو کیونکر حاصل ہوئی تو یقین ہے کہ علی ابن ابراہیم بھی جواب دیتے ہوں کہ یہ صدقہ ہے گیارہویں امام امام حسن عسکریؑ کا ایک مرتبہ اسمعیل ابن محمد سر راہ جا کر بیٹھا اس خیال سے کہ جب حضرت اس طرف سے گذریں تو میں کچھ عرض کروں اسی اشار میں سواری امام کی اس طرف سے گذری اس نے حاضر ہو کر عرض کیا یا حضرت میں قسم کھا کر عرض کرتا ہوں کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے بجز بریشان ہوں اور کوئی ایسا وسیلہ نہیں جو اپنے گذر اوقات کا سامان مہیا کر سکوں امام حسن عسکریؑ نے فرمایا تو جھوٹی قسم کھاتا ہے اس لئے کہ تو نے دو سو اشرفیاں زمین میں چھپائی ہیں اور مجھ سے اپنی مفلسی ظاہر کرتا ہے رحم دل تو تھے ہی فرمایا یہ نہ خیال کرنا کہ میں تجھ کو کچھ نہیں دوں گا یہ فرما کر آپ نے اپنے غلام سے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ اس وقت تحویل میں ہے وہ اس کو دیدے غلام نے جو بھی یہ حکم سن فوراً سو اشرفیاں اس کو دیدیں اس کے بعد امام حسن عسکریؑ نے ارشاد فرمایا کہ جس دینہ کو تم نے اپنے جائز مصارف سے اپنی تنگدلی اور

تم اپنا دوسرا مقصد لکھنا بھول گئے خیر تم کو بتائے دیتے ہیں کہ جس شخص کو حمائے رابع لاحق ہو تو ایک کاغذ پر یا ناس کوئی بَزْدَاؤَ سَلَامًا عَلٰی اَبْرَآہِیْم لکھ کر مریض کے گلے میں ڈال دو خداوند عالم انشاء اللہ شفا عطا فرمائے گا ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ حسن ابن ظریف نے اس کا تجربہ ضرور کیا ہو گا اور مریض حمائے رابع کے گلے میں جب یہ آیت کلام صامت بتائی ہوئی قرآن ناطق کی ڈالی گئی ہوگی تو خداوند عالم نے ضرور شفا عطا فرمائی ہوگی۔ محمد ابن عیاش کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ آپس میں بیٹھے ہوئے امام حسن عسکریؑ کے معجزات و کرامات کا ذکر کر رہے تھے اس وقت اس مقام پر ایک ناصبی بھی تھا کہنے لگا کہ رافضی اپنے امام کی بہت تعریف کرتے ہیں تو میں اُن کے جھٹلانے کے لئے کچھ مسائل بغیر سیاہی قلم سے لکھ کر پوچھتا ہوں اگر جواب دیدیا تو میں امام برحق ضرور سمجھوں گا یہ کہہ کر اس نے ایک قلم سے ایک کاغذ پر بغیر سیاہی لکھا اور امام کی خدمت میں بھیج دیا سبحان اللہ یہ امامت کا زور کہ اس کے کاغذ پر اسی وقت اسکے حسب منشا جواب آگیا طرہ یہ ہوا کہ جواب تو آیا لیکن اسکے کاغذ پر اس کا اور اسکے باپ کا نام بھی حضرت نے تحریر فرمادیا تھا یہ دیکھتے ہی اس کو حیرت ہو گئی سکتہ کا عالم ہو گیا جب اس حالت سے افادہ ہوا تو صدق دل سے اس نے مذہب حق کو اختیار کیا اور بہت پختہ مسلمان ہو گیا صاحب روضۃ الصفا تحریر فرماتے ہیں کہ ثقافۃ سامرہ میں سے ایک شخص نے امام حسن عسکریؑ سے مشکوٰۃ کے معنی پوچھے اور اپنی حاملہ بی بی کے بارے میں بھی کچھ پوچھنا چاہتا تھا مگر تحریر عریضہ کے وقت تقاضائے بشریت کی وجہ سے لکھنا بھول گیا۔ آپ نے اس کے عریضہ کے جواب میں لکھ بھیجا کہ مشکوٰۃ سے مراد قلب جناب سالتاب

جہاد نہیں ہے اور نہ ان پر فکر معیشت کا کوئی بار ڈاگیا ہے بلکہ نان و نفقہ اور جملہ حوائج ضروریہ کی درستی اور فراہمی مردوں کے متعلق کی گئی ہے اس لئے عدالت خداوندی کا یہ فیصلہ حقوق نسائیہ کے بارے میں سراپا عدالت اور سراسر انصاف ہے ابو ہاشم اس وقت اس موقع پر حاضر تھا حضرت کا یہ ارشاد سن کے خیال کرنے لگا کہ ایک مرتبہ ابو الجوار نے بھی یہی سوال امام جعفر صادقؑ سے کیا تھا اس کے دل میں آیا کہ اپنے خیال کو عرض کروں کہ حضرت خود متوجہ ہو گئے اور فرمایا اے ابو ہاشم مجھے خود یاد ہے جسے تم مجھ سے کہنا چاہتے ہو واقعی اس وقت بھی یہی سوال تھا مگر جواب بھی یہی تھا اے ابو ہاشم ہم اہلبیت رسولؐ کا جواب ایک ہی ہوتا ہے ہم سب اماموں کا علم ایک ہی ہے مگر علم جناب محمد مصطفیٰؐ ہم سب سے زیادہ تھا اس لئے کہ وہ تمام پیغمبروں میں سب سے بہتر تھے اسی طرح ہم سب اماموں میں سب سے اعلیٰ تھے پیشین گوئیاں آپ اسی فرماتے تھے لوگوں کی عقلیں پریشان ہو جاتی تھیں حسن ابن ظریف کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میرے دل میں یہ بات آئی کہ میں امام حسن عسکریؑ سے دریافت کروں کہ جب آپ کے فرزند قائم آل محمدؑ خروج فرمائیں گے تو کس عنوان سے معاملات کا فیصلہ کریں گے اور یہ دل میں آیا کہ یہ بھی پوچھوں کہ حمائے رابع کا علاج کیا ہے ایک دن خاص اسی مطلب کے لئے امام کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا لیکن حمائے رابع کے علاج کے متعلق لکھنا بھول گیا جب جواب آیا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ قائم آل محمدؑ کا فیصلہ مثل حضرت داؤدؑ کے فیصلہ کے ہو گا ان کی شریعت باطنی ہوگی کسی معاملہ میں گواہ وغیرہ کی ضرورت نہ ہوگی اس کے بعد تحریر تھا کہ اے حسن ابن ظریف

قحط سالی کی سخت شکایت پیدا ہوئی ہر شخص مضطرب و پریشان کسی سے کوئی بات ایسی نہ بن پڑی کہ جو قحط کا انتظام کر سکتا اور مجال ہی کسی کی کب تھی جو اس بلا کو دفع کر سکتا اتفاق سے ایک نصرانی عالم وہاں آیا اور پانی برسانے کا خاص معجزہ دکھلا کر سارے اہل اسلام کے عقائد میں سخت انقلاب و فساد پیدا کر دیا اور ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ اس کی روحانی قدرت اور کرامت کو دیکھ کر تمام لوگ اس کی متابعت اور فرمانبرداری کو اپنی مغفرت و نجات اور اپنی دائمی رستگاری کا باعث سمجھنے لگے تمام شہر میں پلچل مچ گئی ہر طبقے اور ہر قبیلے میں غوغا پیدا ہو گیا رفتہ رفتہ اس کا ذکر عوام سے ہوتا ہوا خواص میں پہونچا اور خواص سے بڑھتا ہوا اس کا ذکر معتمد ملعون کی صحبت میں ہوا اس نے جو نہی یہ واقعہ سنا سخت حیران اور تعجب کی حالت میں ہوا اور بذات خاص ان معاملات کے امتحان اور آزمائش کے لئے فوراً تیار ہو گیا حکم دیا کہ اس نصرانی عالم کو میرے دربار میں داخل کرو جو نہی وہ نصرانی دربار معتمد کی طرف روانہ ہوا خلایق کا بے شمار ہجوم اس کے اعجاز و کرامت کے مشاہدہ کے لئے جمع ہو گیا معتمد نے اس نصرانی سے پانی برسانے کی درخواست کی اس نے بلا تا مل اپنے مقررہ آداب عمل کے مطابق اپنے لبوں کو جنبش دی اس کے بعد دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور پھر کچھ اسماء اس نے پڑھے پڑھنا تھا کہ تیرہ و تار ابر آسمان پر ہویدا و آشکار ہوا، اور ایسا پانی برسا کہ جل قہل بھر گئے یہ دیکھ کر اب تو معتمد کو بھی اس نصرانی کے اعجاز و کرامات کا عقیدہ نہیں تو مستجاب الدعوات ہونے کا ضرور معتمد ہونا پڑا اس لئے کہ جس اعجاز و کرامت کی معتمد نے نصرانی سے استدعا کی

ہے اور اس کی بی بی کے بارے میں حضرت کے کچھ اور نہیں لکھا لیکن صرف اتنا کہ عظمہ اللہ اعظم علیک تحریر فرمادیا یہ شخص کہتا ہے کہ چونکہ میری بی بی حاملہ تھی میں ہر وقت ظہور قدرت کا منتظر تھا تھوڑے عرصہ کے بعد میرے یہاں مردہ لڑکا پیدا ہوا یہ امام کے فرمانے کی تصدیق ہوئی بعد تھوڑے زمانے کے میری بی بی پھر حاملہ ہوئی تو خدا کے فضل و کرم سے ابکی بار صبح و سالم بچہ پیدا ہوا اور وہ میرے بعد زندہ رہا اس وقت مجھ کو حضرت امام حسن عسکریؑ کے کلام صداقت النیام کی اچھی طرح پورے طور سے تصدیق ہو گئی یہ شان امامت تھی یہ خدا نے علم دیا تھا کیوں نہ ہو خدا کی ایک آیت تھی رسول کے خلیفہ تھے علی ابن ابیطالب کے جانشین تھے حسن و حسین کے روح و جان تھے زین العابدین کے نور نظر تھے امام محمد باقرؑ کے چشم و چراغ تھے جعفر صادقؑ کے میوہ دل تھے موسیٰ کاظمؑ کے روشنی چشم تھے امام رضاؑ کے نخت دل تھے امام محمد تقیؑ کے جان و دل تھے اور امام علیؑ انقی کے جگر کا ٹکڑا تھے اور قائم آل محمدؑ کے پدر بزرگوار تھے۔ کیا مجال کسی کی جو فضائل امام حسن عسکریؑ کے بیان کر سکے پیغمبران گذشتہ سے جو جو معجزات حکم خدا وند عالم سے ظاہر ہوتے تھے وہ سب ہمارے ائمہ معصومین میں تھے لیکن کیا کیا جائے دنیا کا رنگ کچھ ہمیشہ سے ایسا چلا آ رہا ہے کہ جس کو اچھا دیکھا اس کے دشمن مگر جب وقت پڑا تو وہی بُرا اچھا ہو گیا ائمہ معصوم علیہم السلام کی قدر اہل دنیا نے نہ کی مگر جب سخت وقت آ گیا تو جبراً و قہراً انھیں کی طرف رجوع کرنا پڑی جیسا کہ اس کی مثال میں ایک واقعہ آپ حضرات کے سامنے عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ بغداد میں تین سال متواتر

اس کے ہاتھ میں ایک آدمی کی ایک ہڈی ہے وہ ہڈی اس کے ہاتھ سے لے لی امام حسن عسکریؑ نے فرمایا نصرانی اب تو دعا کر اور پانی برسا اب جو اس نے دعا کی اور ہاتھ اٹھائے پانی برسنا کیسا ابر کھل گیا آفتاب نکل آیا نصرانی خجل و شرمندہ ہوا تمام لوگ بہت متعجب ہوئے معتمد نے خدمتِ امام میں عرض کیا یا حضرت یہ ہڈی کس کی ہے اور اس میں کیا صفت ہے فرمایا یہ ہڈی کسی نبی کی ہے جو اس نے کسی قبر کے اندر سے نکال لی ہے اور نبی کی ہڈی میں یہ صفت ہے کہ جب آسمان کو دکھا دی جائے تو فوراً ابر پیدا ہو جاتا ہے چنانچہ اس قول کے حضرت کی تصدیق کی گئی جیسا امام حسن عسکریؑ نے فرمایا تھا وہی ہوا اس وقت لوگوں کا خیال جو اس نصرانی کی طرف سے تھا برطرف ہوا پھر وہی حالت ہوئی وہی قحط وہی نایابی اب باراں اب امام کی خدمت میں عرض کیا گیا یا حضرت خداوند عالم سے دعا فرمائیے کہ ہم سب پر وہ رحم فرمائے اور آپ رحمت کو ہماری طرف بھیجے کا حکم فرمائے یہ سنا تھا کہ حضرت نے پہلے دو رحمت نماز اپنے خالق کی ادا فرمائی اسکے بعد دونوں ہاتھ طرفِ آسمان کے بلند کئے اور آپ رحمت کے لئے پروردگارِ عالم سے دعا مانگنے لگے راوی کہتا ہے کہ ابھی حضرت کے دستِ مطہر اپنے ہی مقام پر تھے کہ ابر کے لکے آسمان پر دکھائی دینے لگے اور ایک ساعت کے بعد وہ لکے ہائے ابر پھیل پھیل کر تمام آسمان پر محیط دکھائی دینے لگے اور ایک ساعت کے بعد وہ لکے ہائے ابر پھیل پھیل کر تمام آسمان پر محیط ہو گئے اور دل کے دل بادل کے آنے لگے یہاں تک کہ اب برسے اور اب برسے کا عالم ہو گیا یہاں تک کہ بھیگ جانے کے خوف سے لوگ اپنے اپنے مقام سے اٹھنے لگے ہر شخص

وہ پوری ہوئی اور اس نے اپنا کمال دکھلا دیا اس وجہ سے بھی اسکی اطاعت معتمد نے اختیار کی صرف معتمد پر منحصر نہیں بغداد کے بڑے بڑے علماء جو اسلام کے مختلف فرقوں کے پیشوا اور امام کہلاتے تھے وہ بھی لغزش اور جنبش میں آگئے اور اس کے ایسے عجیب و غریب تصرف فی القدر کو دیکھ کر اپنے اپنے عقائد میں ہل گئے اس کی مدح و ثنا اپنے اپنے مقام پر کرنے لگے چونکہ معتمد اپنے تئیں خلیفہٴ رسولؐ کہلاتا تھا اس لئے اس کو بھی بیحد شرمندگی ہوئی اور یہ خیال ہوا کہ لوگ مجھ سے برگشتہ ہو جائیں گے اور کوئی دلیل اس کو جھوٹا اور شعبدہ باز ثابت نہ کر سکا اس نے اس امر میں بہت غور کی اور اسکے حکم سے اسلام کے بڑے بڑے کامل اور حیدر علماء کو ہر طرف سے مایوسی ہو گئی لاکھ فکر کی سگر کسی کی کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ جب معتمد ہر طرف سے عاجز و پریشان ہوا تو مجبوری سے حلالِ مشکلات کے پوتے امام حسن عسکریؑ جو حجتِ خدا تھے اور خلیفہٴ برحق تھے ان سے یہ استدعا پیش کرنے کی حاجت ہوئی اور عرض کی یا حضرت یا کیا واقعہ ہے اور یہ شخص کیسا ہے کہ اس کے کہنے سے پانی برس گیا فرمایا لوگوں کو چاہئے کہ کل شہر سے باہر نکلیں انشاء اللہ میں ان کے شلوک ان کے دلوں سے نکال دوں گا غرض کہ دوسرا روز ہوا خلقتِ خدا شہر سے باہر نکلی اور میدانِ وسیع میں جمع ہوئی یہ نصرانی عالم بھی وہاں آیا حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس نصرانی سے کہو کہ پانی برس ادا ہے اس نے اپنے لبوں کو جنبش دیکر دونوں ہاتھ بلند کئے حضرت نے ایک شخص سے فرمایا کہ اس نصرانی کے ہاتھ پکڑ لے اور جو چیز اس کے ہاتھ میں ہے وہ لے اے ادھر تو اس کے ہاتھ بلند ہوئے ادھر ایک شخص نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لے دیکھا کہ

علوم کا شائبہ علوم لدنیہ سے ہے اور علم لدنی کے جاننے والے حضرات ائمہ معصومین تھے پس اس زمانہ میں جناب امام حسن عسکریؑ کی ذات مخصوص تھی اور وہ ذات ایسی تھی کہ اس زمانہ میں خدا کی خدائی میں کوئی دوسرا بندہ ایسا نہ تھا قبل میں عرض کر چکا ہوں کہ صاحبانِ عرب سے لوگ حد کرتے ہیں ان کی نیکیاں ان کے اوصاف چھپاتے ہیں مگر جب وقت پڑتا ہے تو پھر انھیں سے رجوع کرتے اور اگر کوئی شخص اپنی آپ تعریف کرے تو اس سے کیا ہوتا ہے ہمیشہ اس کو ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے نصرانی عالم نے پانی برسا یا معتمد اپنے تئیں امام و پیشوا کہلاتا تھا مگر اس موقع پر اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کروں اور وہ کر ہی کیا سکتا تھا اس لئے کہ نصرانی جس وجہ سے پانی برستا تھا وہ اس کی عقل ہی میں کبھی نہیں آسکتا تھا جب ہی تو اس نے اپنے التجا کے ہاتھ پھیلائے اور حضرت نے اس نصرانی عالم کا واقعہ لوگوں کے سامنے منکشف و کشادہ کر دیا یوں حق چھپانے کو جس کا دل چاہے چھپائے مگر حضرت نے دکھا دیا کہ سوائے ہمارے روئے زمین پر امام وقت اور خلیفہ خدا دوسرا کوئی نہیں ختم کلام میں یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ حضرت کرامت کے نہایت صاف و شفاف گیارہویں موتی ہیں اور جناب سالٹا کے گیارہویں خلیفہ ہیں آپ کے احوال خیر و برکت کو آپ کے والد بزرگوار حضرت امام علی نقیؑ کے حالات بعینہ نمونہ سمجھنا چاہیے جس طرح امام علی نقیؑ نے اپنے والد ماجد امام محمد تقیؑ کی خدمت میں آغاز زمانہ سے درجہ امت تک کسب علوم کیا اسی طرح امام حسن عسکریؑ نے بھی اپنے عہد طفولیت سے آغاز امامت اپنے پدر نامدار حضرت امام علی نقیؑ کی خدمت میں حاضر رہ کر

وہاں سے جانے پر مستعد ہو گیا یہ دیکھ کر آپ نے ان لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ یہ ابر تمہارے ملک کا نہیں بلکہ یہ فلاں علاقہ میں جائیگا اور وہاں پانی برسے گا اس کے بعد یکے بعد دیگرے بادل برابر آتے گئے اور لوگ بھیگ جانے کے خیال سے گھبراتے گئے حضرت ان کی تسکین و تسفی فرماتے گئے کہ کیوں گھبراتے ہو یہ ابر فلاں جگہ برسے گا اور یہ ابر فلاں مقام پر جا رہا ہے مختصر یہ کہ ایک سیاہ اور تیرہ و تار ابر آئیں آیا اور چاروں طرف تاریکی چھا گئی اسے دیکھ کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ابر تمہارے لئے ہے اور تمہارے ہی اطراف کا ہے اب تم سب اپنے اپنے گھروں کو واپس جاؤ نہیں تو بھیگ جاؤ گے چنانچہ تمام لوگوں نے جب یہ سنا اپنے مقام و مکان پر واپس ہوئے پس وہ ابر بحکم پروردگار عالم اور یہ برکت دعائے امام حسن عسکریؑ ایسا زور شور سے برسا کہ بارش کی ضرورت بالکل نہ رہی اور اس عالمگیر قحط کی تمام شکایت رفع ہو گئی ہمارے گیارہویں امام نے اپنی امامت و خلافت کی عزت لوگوں کو دکھا دی اور بتا دیا کہ دیکھ لو اور ابھی طرح سمجھ لو کہ سوائے ہمارے کوئی خلیفہ اللہ روئے زمین پر نہیں یہ کوئی معمولی بات نہیں جو حضرت نے معتمد سے بتائی کہ نصرانی عالم کے ہاتھ میں نبی کے جسم کی ہڈی ہے اور اسکی خاصیت بھی بتادی بلکہ اس کا تجربہ بھی کرادیا۔ معتمد کی کیا ہستی تھی کسی نے بھی کبھی نبوت و رسالت کے متعلق اس خصوصیت کو نہیں سنا تھا اور وہ سن ہی کب سکتا تھا اس لئے کہ یہ تو وہ معلومات ہیں جو سوائے ان حضرات مخصوصین اور برگزیدگان درگاہ رب العالمین کے اور کسی معلوم ہی نہیں ہو سکتے اور ہوتے تو کیونکر اس واسطے کہ ان

قصیدہ در شان امام یازدہم علیہ السلام

امام عسکری کی دید کو سارا جہاں ٹھہرا
ننگہ ٹھہری تھیں آنکھیں زیارت کو جگر ٹھہرا
ز میں پانی پٹھری اور ہوا پر آسمان ٹھہرا
ر کی قیمت کی گردش قلب در دہا ٹھہرا
تھنی جنبش شجر کی شاخ گل آشاں ٹھہرا
تھیں موجیں ہوئے تند کی آب رواں ٹھہرا
پے نظارہ اڑ کر رنگ ہوئے ناتواں ٹھہرا
در گلشن تک آ کے بوئے گل کا کارواں ٹھہرا
کہ جس کے دور میں تھیں گردش وہ آسمان ٹھہرا
فضا پر جبر بکر لکہ ابر رواں ٹھہرا
اسی سے شوق نظارہ میں ہر قلبیاں ٹھہرا
مؤدب ہو کے دیکھو جو جہاں تھا وہ وہاں ٹھہرا
ای کے دم سر سج پوچھو تو یہ سارا جہاں ٹھہرا
وہی تشریفہ بخشش امام انس جہاں ٹھہرا
خوشی سے جس کو حضرت نے بٹھایا پشت اپنی
کسی را کہ ہے کہ وہ مرکب پیل دماں ٹھہرا

تنام مختصر یہ ہے کہ جو دم بھر نہ تھمتا تھا
خوشی سے آج میرے دل کا وہ درد نہا ٹھہرا

❦ ❦ ❦

اپنی تحصیل ظاہری و باطنی کو تکمیل تک پہنچایا۔ عام طور سے عام ائمہ
طاہرین کے حالات سے ثابت ہوتا ہے کہ امام لاحق امام سابق کا مطبع
و منقاد اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ وہ خود نفس نفیس درجہ امت
پر فائز نہ ہوئے یہ بات مسلم ہے کہ امام کا علم خدا کی طرف سے ہوتا ہے مگر
جو امام ہونے والا ہے وہ خدمت امام میں رہ کر اپنی تحصیل کی تکمیل ضرور
کرتا ہے یہ وہ بزرگوار ہیں جن کی والدہ معظمہ اپنے زمانہ کی بہت بڑی
عفیضہ - کریمہ - تقویٰ و پرہیزگاری اور خداوند عالم کی عبادت گزاری
میں بہت مشہور و معروف تھیں۔ نام نامی ان خاتون معظمہ کا سوسن
تھا آپ کے والد نامدار حضرت امام علی نقیؑ تھے ولادت با سعادت آپ کی
مدینہ منورہ میں دس ماہ ربیع الثانی ۳۲ھ میں واقع ہوئی نقش نگین
آپ کا سُبْحَانَ مَنْ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمَوٰتِ وَالْاَرْضِ تھا اور ایک روایت
یہ ہے کہ نقش نگین آپ کا اَنَا اللّٰهُ شَهِیْدُ تھا۔ اسم شریف حضرت کا حسن
کنیت ابو محمد تھی۔ القاب مبارک آپ کے ذکی - ہادی - عسکری تھے۔
اس میں شک نہیں کہ خصوصیت سے امام علی نقیؑ کو اپنے اس فرزند کے
پیدا ہونے کی ایسی خوشی ہوئی ہوگی جس کی انتہا نہیں اس لئے کہ حضرت
علم امامت سے جانتے تھے کہ اس میرے فرزند کے صلب سے وہ فرزند پیدا
ہونے والا ہے جس کی عزت نزدیک خدا ایسی ہوگی کہ حضرت عیسیٰ ابن
مریم باوجود پیغمبر ہونے کے اسی میرے فرزند کے پیچھے نماز پڑھیں گے چاہتا ہوں
کہ آپ حضرات بھی اپنے دسویں امام کی خوشی میں بہت خوشی کے ساتھ
خوش و مسرور ہو کر تہنیت و مبارکباد نعرہ صلوٰۃ سے دیجئے۔

گزارا کہ جو ان بیٹے کے مرنے کے بعد باپ کی بصارت چشم جاتی رہی ہو یہ علی اکبر کا غم تھا جو حسین کی آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا تھا اگر کسی کا کمن بچہ گزر جائے تو اس کو چاہیے ہے کہ حسین کے رونے کو یاد کر کے روئے کہ ہائے جب حسین کا ششماہہ بچہ تیرے شہید ہوا تو سید الشہداء نعرہ مار کر روئے اُدھر اس ماں کی بیکی یاد کر کے رونا چاہیے جو ماں تعجب سے رو رو کر کہتی تھی بیٹا علی صغر کیا تیرے سن و سال کے بچے بھی غم کئے جاتے ہیں دنیا میں کوئی مصیبت ایسی نہیں جس کا تقابل حسین اور ان کے اہلیت سے نہ ہو اگر کسی کے گھر میں آگ لگ جائے تو یہ سمجھ کے نہ روئے کہ ہمارا تو ایک ہی گھر جلا اور کر بلا میں تو اٹھارہ خیمے یکبارگی آگ سے جلانے گئے اگر کوئی کسی کی میت پر گریہ کرے تو اس کو تسلی و دلاسا دے کہ اس کی میت سے اس کو یہ یاد کر کے علیحدہ کرے کہ افسوس ہے کہ اس وقت اس روئے والے کو تسکین و تسفی دے کر علیحدہ کر رہے ہیں مگر کر بلا میں اہلیت حسین ایسے تھے جن کو عوض تسلی و دلا سے کے تازیانوں اور نیزوں کی نوکوں سے اذیت پہونچائی جاتی تھی۔ غرض کہ اس طرح کا رونا ثواب عظیم رکھتا ہے، اور روئے والے تو ان روئے والوں کی پیروی کرتے ہیں جو پہلے رو گئے۔ سب سے پہلے حضرت آدم روئے اور مجلس حسین برپا کی اسی طرح اور پیغمبر روئے، یہاں تک کہ خود رسول اللہ روئے فاطمہ روئیں علی روئے حسن روئے۔ انتہا ہو گئی کہ امام زین العابدین اپنی عمر بھر روئے اس روئے کی تمہید سے منشا یہ ہے کہ اس وقت کی مجلس بھی روئے کی ہے کس پر امام حسن عسکری پر ہمارے اور آپ کے گیارہ بیٹوں امام بلا کسی سبب کے مصیبتوں میں اور آزاروں میں مبتلا کئے گئے حیف ہے

حالات جناب امام حسن عسکری علیہ السلام

قَالَ الصَّادِقُ كُلُّ الْجَزَعِ وَالْبُكَاءِ مَكْرُوهٌ سِوَا الْجَزَعِ وَالْبُكَاءِ عَلَى الْحُسَيْنِ مصحف ناطق امام جعفر صادق ارشاد فرماتے ہیں کہ تمام مصائب پر رونا مکروہ ہے سوائے امام حسین پر رونے کے واقعی رونا یہ کوئی اچھی چیز نہیں مثلاً کسی کا مال چوری ہو جائے اور وہ روئے تو روئے سے اس کا مال اس کو نہیں مل جائے گا اگر کوئی بیمار ہو اور گریہ کرے تو اس گریہ سے بیمار کو شفا نہیں ہو سکتی اگر کسی کا کوئی دوست عزیز مر جائے اور روئے تو کسی کے رونے سے وہ زندہ نہ ہو جائے گا معلوم ہو کہ رونا کوئی اچھی چیز نہیں مگر دو قسم کا رونا ثواب عظیم ضرور رکھتا ہے اور فائدہ بخش بھی انشاء اللہ ضرور ہو گا ایک خدا کے خوف سے رونا دوسرے حسین مظلوم اور آل رسول پر گریہ کرنا یقین ہے کہ یہ فائدہ مند ضرور ہو گا اور رونے کا تو بہت آسان طریقہ ہے اور اس طریقہ میں ثواب بھی زیادہ ہے اس لئے کہ اگر کوئی سفر میں مر جائے تو حسین کے سفر غربت کو یاد کر کے گریہ کرے اگر کوئی بیمار ہو تو اس کو چاہیے ہے کہ سید سجاد کی علالت کو یاد کرے اور اس طرح یاد کرے کہ ہم تو اپنے بیمار کی تیمارداری بھی کرتے ہیں بیمار کر بلا بغیر دوا و علاج کے بستر بیماری پر تڑپ رہے تھے دوا کسی پانی ایسی شئی وہ بھی میسر نہ تھا۔ اگر خدا نخواستہ کسی کا بھائی چھوٹ جائے تو عباس کی غربت اور حسین کی تنہائی کو یاد کر کے روئے اور اگر کسی کا بیٹا مر جائے تو علی اکبر جوانی یاد کر کے روئے میری نظر میں تو کوئی شخص ایسا نہیں

تھا اس نے خیال کیا کہ واقعی اس سے بڑھکر حضرت کے ہلاک ہونے کی کوئی دوسری تدبیر نہیں ہو سکتی کہ اسی وقت وہ بلائے جائیں اور اس خونی جانور پر بٹھائے جائیں نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ گھوڑا ہلاک کر ڈالے گا میرا دلی مطلب برائے گا اور میں حضرت کے قتل کے الزام سے بالکل بری ہو کر بال بال بچ جاؤں گا پس ایک ملازم کو حضرت کے پاس بھیجا اور کہا کہ امام حسن عسکریؑ کو اپنے ساتھ لے کر بہت جلد آ یہ سننا تھا کہ وہ خادم گیا رہویں امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ کو خلیفہ نے طلب کیا ہے ابھی میرے ساتھ چلے جو نبی حضرت نے یہ سنا فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور کچھ تامل نہ کیا اور اس کے ساتھ قصر خلافت میں تشریف لائے مستعین نے جب حضرت کو آتے دیکھا استقبال کیا اور کہا مرحبا اے ابو محمد یہ کہہ کر آپ کو نہایت تعظیم و تکریم سے اپنے پاس بٹھایا ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد کہنے لگا ذرا میرے گھوڑے پر بیٹھ جائیے۔ سبحان اللہ امام کی قدر بے زبان جانور لوگوں کو دکھاتا ہے جیسے ہی حضرت اس کے پاس تشریف لائے اس نے اپنی گردن کو جھکالیا جب حضرت سوار ہوئے تو کسی قسم کی اس موذی گھوڑے نے شرارت نہیں کی اور کسی قسم کی شورہ پستی اس نے نہیں دکھائی آپ نے اس کو خوب چلایا پھر ایا دوڑایا مگر نہایت حسن و خوبی سے وہ خوش رفتار نظر آیا جب خوب اچھی طرح حضرت اس پر سوار ہو چکے تو اس کو واپس لائے اور اتر پڑے مستعین نہایت استعجاب سے پوچھنے لگا اے ابو محمد آپ نے اس گھوڑے کو کیا پایا آپ نے فرمایا میں نے اس سے بڑھ کر خوش رفتار اور خوبصورت دوسرا گھوڑا آج تک

ان لوگوں پر کہ جنہوں نے امام کی قدر نہ کی اور چاہتے تھے کہ جس طرح بھی ہو یہ نعمت ہم سے سلب کر لی جائے مگر خداوند عالم ان لوگوں کو امام عزت امام کی رفعت برابر دکھاتا تھا انسان تو صاحب زبان اشرف المخلوقات کہلاتا ہے جانور امام کی قدر و منزلت کرتے تھے چنانچہ مستعین کا جب زمانہ آیا تو امام حسن عسکریؑ کا سب سے زیادہ دشمن ہو گیا مگر کوئی تدبیر اس کو ایسی ہاتھ نہ آتی تھی جو امام کا نام صفحہ ہستی سے مٹاتا ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ اس نے ایک گھوڑا بہت بیش قیمت اپنی پسند سے خرید کیا لیکن اتفاق سے وہ گھوڑا ایسا عیبی نکلا کہ اس کا عیب لا علاج ثابت ہوا وہ گھوڑا اس قدر خونی نکلا کہ بہادر سے بہادر دلیر سے دلیر سواروں کو اس کی پیٹ پر جانے کی جرأت نہیں ہوتی تھی وہ ایسا تھا کہ اس نے کتنے سواروں کو تنگ کر کے خاک کا پیوند بنا دیا غرض جو اس کے پاس گیا اس کو بغیر داغ لگائے اس نے نہ چھوڑا شاہی فوج کے بڑے بڑے دلیر سوار اس کی سواری سے اپنے اپنے کانوں پر ہاتھ دھرنے لگے مستعین نے عاجز و پریشان ہو کر اس گھوڑے کو اسی کی حالت پر چھوڑ دیا۔ ایک روز مستعین کی صحبت میں پھر اس کبخت موذی گھوڑے کا ذکر آیا تو اس کے بعض خوشامد خوروں نے کہا کہ سامرہ میں اب کوئی جوان ایسا نہیں ہے جو اس گھوڑے پر چڑھا کر امتحان نہ کر لیا گیا ہو مگر سولے ایک کے پوچھا وہ کون کہا کہ امام حسن عسکریؑ بس وہی اب تک تنہا بے داغ بچے ہوئے ہیں مستعین نے جب یہ سنا خوش ہو گیا کہنے لگا تیری رائے بہت نفیس ہے اس کو یہ رائے اس وجہ سے پسند آئی کہ عرصہ سے حضرت کا قتل اس کے دل میں تھا اور برابر حضرت کے قتل کی تدبیریں سوچا کرتا

ہمارے امام کا کفیل ہوا دوست خوش ہوئے دشمن رنجید ہوئے
لہذا ایک نعرہ صلوٰۃ تو بلند فرمائیے۔ امام پر جو مظالم ہوئے اس کا
کیا ذکر ہو سکتا ہے معتمد ملعون کا جب زمانہ آیا تو اس نے بھی طرح
طرح کی تکلیفیں پہونچانا شروع کیں یہاں تک کہ حضرت کو قید شدید
میں قید کیا اور ایک اپنے غلام کی حراست میں حضرت کو رکھا اور کہا
جتنی اذیتیں تجھ سے دی جائیں اس میں کمی نہ کرنا اس ملعون نے
حضرت کو ایسی ایسی تکلیفیں دیں کہ جو قابل بیان نہیں معمولی تکلیف
آپ کو یہ دیجاتی تھی کہ پینے کے لئے کیسا وضو تک کے لئے پانی میسر
نہیں آتا تھا حضرت مجبوراً تیمم سے نماز ادا فرمایا کرتے تھے اس غلام
کے تکلیف دینے سے اس کی بی بی ایک روز کہنے لگی کہ تجھ کو خدا کا کچھ
خوف نہیں اے شخص تو یہ بھی جانتا ہے کہ یہ امام وقت فرزند دہلید محمد
مصطفیٰ ہے باوجود اس علم کے ایسی ایسی تکلیفیں پہونچا رہا ہے اس
نیک مزاج اور خیر خواہ بی بی کی فہمائش سے چاہیئے تھا کہ آتش مخالفت
ٹھنڈی ہو جاتی یہ نہیں ہوا بلکہ شعلہ مزاجی میں اور زیادہ اشتعالک
پیدا ہو گئی کہنے لگا تو جس بزدل گوار کی مجھ سے سفارش کر رہی ہے اور
خیر خواہ بن رہی ہے اس کے لئے تو میرے امیر اور خلیفہ کا حکم یہ ہو
کہ مردم خوار جانوروں میں وہ ڈال دیا جائے یہ کہہ کر وہ ملعون معتمد
کے پاس آیا اور امام حسن عسکریؑ کی طرف سے کچھ ایسی جھوٹی جھوٹی باتیں
لگائیں کہ حضرت کی ہلاکت پر اسی وقت اس کو آمادہ کر دیا اور یہ تجویز
منظور کرائی کہ معتمد نے جو جانور کہ مردم خوار پال رکھے ہیں انھیں جانوروں
میں حضرت پہونچا دیئے جائیں تاکہ وہ جانور حضرت کو فوراً ہلاک کر ڈالیں

نہیں دیکھا اس نے کہا کہ یا حضرت پھر یہ گھوڑا حاضر ہے فرمایا میں
اس گھوڑے کا مستحق نہیں اس گھوڑے کا وہی شخص مستحق ہے جس نے
کہ تجھ کو میرے بیٹھنے کے لئے اس گھوڑے پر رائے دی تھی عرض
کیا یا ابو محمد نہیں آپ اس کے مستحق ہیں یہ کہہ کر وہ گھوڑا حضرت کے
نذر کر دیا اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ مستعین نے آپ کی ہلاکت کی
یہ ترکیب نکالی تھی اور اس کا منشاء دلی یہ تھا کہ اس تدبیر سے حضرت
رسوا و ذلیل ہو کر ہلاک ہوں مگر شیطانی شرارت قدرت ربانی کے آگے
کیا چل سکتی تھی۔ مصرع :- دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست -
مستعین نے اپنے نزدیک مشکل سے مشکل جو امر کہ تجویز کیا وہ امام حسن
عسکریؑ کے لئے ممکن سے ممکن اور سہل سے سہل ثابت ہوا اور وہی
موزی اور خونی گھوڑا جس نے بڑے بڑے سواروں کو ٹاپیں مار مار
کر بھگا دیا تھا اور ہلاک کر دیا تھا حضرت کے صرف ہاتھ پٹھے پر رکھنے
سے عاجزی ظاہر کرنے لگا اور پھر ایسا کہ لگام دینے کے وقت بد لگام ہوا
نہ زمین کسے جانے کے وقت کوئی شرارت و شور بپشتی اس نے دکھائی اور
جب سواری کی نوبت آئی تو اپنی پیٹھ پر سوار کر کے نہایت آرام و سہولت
سے کمال سبک خیزی اور خوش رفتاری سے لے چلا اور پھر یہ کہ ہر قسم
کی عمدہ اور خوشنما رفتار جو بیش قیمت گھوڑوں کے شایان شان ہوتی
ہے دکھلائی اور بہ آرام تمام آپ کو اپنے مقام پر واپس بھی لے آیا۔
مستعین اور اس کے ہوا خواہوں نے کیا سوچا تھا اور کیا ہو گیا کہ
تو اس نے امام کو اذیت پہونچانے کا خیال کر کے یہ کام کیا کہاں خود
ایسا ذلیل ہوا کہ وہ گھوڑا ہی حضرت کو نذر کر دیا دشمن ذلیل ہوا خدا

غلام نے یہ حکم معتمد سے لیا اور امام حسن عسکریؑ کو قید سے نکال کر اس مقام میں داخل کر دیا اور خود اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اسی احاطہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر آپ کے نتیجہ کو ہزار چشم اشتیاق سے دیکھنے لگا لکھا ہے کہ جو نبی امام حسن عسکریؑ اس صحن میں داخل ہوئے تو مرتبہ امامت کی وجہ سے خدا کی قدرت یہ نظر آئی کہ وہ تمام جانور اکٹھا ہو کر آپ کے گرد جمع ہو گئے اور حضرت کو اپنے حلقہ میں لے لیا حضرت نے باطمینان تمام ان کی پشت اور سر پر اپنے دست شفقت پھیرے اور وہ سب کے سب اپنی عقیدت سے اپنی اپنی گردنیں آپ کے پابائے مبارک پر جھکائے ہوئے تھے اور ایک عرصہ تک خاموشی اور سکوت کے عالم میں وہ سب کے سب رہے اس کے بعد حضرت نے اپنا مصلے زمین پر بچھایا اور نہایت اطمینان و استقلال سے نماز پڑھنے میں مشغول ہوئے حضرت نماز پڑھ رہے تھے اور وہ جانور کہ جو انسان کو کھاجایا کرتے تھے مثل غلاموں کے حضرت کے گرد خاموش کھڑے ہوئے تھے اور بالکل خاموش تھے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ جانور شاید خاموش اس وجہ سے ہوں اور وہ یہ سوچ رہے ہوں کہ کہاں ہم اور کہاں امام کے قدم بھلایہ مقام ایسا کہاں تھا جو امام اس مقام پر آجاتے یہ ہم سب کی خوش قسمتی ہے کہ ایسا امام اس مقام پر آیا اور ہم سب کو اس کی زیارت نصیب ہوئی غلام دوڑا ہوا معتمد کے پاس گیا اور اس کو لاکر قدرت خدا کا تماشہ دکھایا معتمد اپنے دل میں شرمندہ و خجل ہوا اور رنج اس کا کیا کہ میں تو ہلاکت کا انتظام کرتا ہوں اور ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا امام حسن عسکریؑ کے زمانہ میں کئی حکومتیں ہوئیں پہلی حکومت مستعین کی دوسری معتز کی تیسری

ہندی کی چوتھی معتمد کی جوان میں سے تخت حکومت پر آیا اس نے بھی چاہا کہ امام کا نام و نشان باقی نہ رہے کامیاب کوئی نہ ہوا معتمد ملعون اپنے ارادہ میں کامیاب ہو گیا اور اس ملعون نے امام مظلوم کو طرح طرح کے مصائب میں مبتلا کیا یہاں تک اسکے مظالم کا سلسلہ بڑھا کہ حضرت کو اپنی جان بچانا دشوار ہو گئی آپ کی باقی مدت امامت میں معتمد نے آپ کی ہلاکت و قتل و ذلت و حقارت کے متعلق اپنی طرف سے اپنی کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا آپ کی دل آزاری ایذا دہی اور تکلیف رسانی کی تمام ترکیبیں وہ ملعون عمل میں لایا حراست نظر بند قید موذی خو خوار جانوروں میں چھوڑ دینا غرض کوئی تدبیر ایسی نہیں چھوڑی جس سے آپ کی فوری ہلاکت ہو جاتی جب معتمد کو ان تمام ترکیبوں میں متواتر ناکامیابی پیش آئی تو آخر کار اس نے آپ کی ہلاکت شہادت کے لئے زہر دیے کی آخری ترکیب کی چونکہ مشیت کی طرف سے بھی تکلیف جناب امام حسن عسکری کے لئے دنیاوی مصیبتوں میں آخری تکلیف اور مصیبت مقدر ہو چکی تھی اس وجہ سے معتمد کی یہ تدبیر تقدیر کے مطابق واقع ہو گئی اور اس کا وہ زہر آلود تحفہ جو اس نے اپنے خاص ملازم کے ہاتھ حضرت کی خدمت بابرکت میں بھیجا تھا حضرت نے قبول فرما کر رَضًا بِقَضَائِهِ وَتَسْلِيمًا لِّأَمْرِہِ کہہ کر نوش فرمایا جو نبی حضرت نے وہ جام زہر آلود نوش فرمایا اسی وقت مزاج میں ایک غیر معمولی تغیر محسوس ہونے لگا اور تغیر و تبدل بہت جلد نہایت ہی سخت درد و کرب سے بدلنا گیا اور ساعت بساعت لحظہ بہ لحظہ اس میں ترقی اور زیادتی پیدا ہونے لگی یہاں تک کہ آپ اس اضطراب اور بے چینی کی حالت میں مجبور ہو کر فرش پر لیٹ گئے اور

اسی طرح نماز صبح ادا فرمائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو عقیدہ نے وہی پیالہ مصطکی کا حاضر کیا آپ نے وہ پیالہ اپنے دست مبارک میں لے لیا مگر جونہی وہ پیالہ ہاتھ میں لیا دفعۃً اندام مبارک میں قیامت کی غرض پیدا ہوئی اور پھر آپ کو اتنی فرصت نہ ملی کہ آپ اس دو اکے پیالے کو بہائے اقدس تک پہنچا سکیں ہر چند آپ نے اس کے نوش فرمانے کی کوشش فرمائی مگر وہ پیالہ بہائے مبارک سے ٹکرا ٹکرا کر رہ گیا اور اس کا ایک گھونٹ بھی بغیر مشکل کے آپ سے فرو نہ ہو سکا آخر آپ نے وہ پیالہ اپنی کنیز صیقل کے حوالے کر دیا اور اس کے بعد ہی آپ کی روح بتاریخ ۸ ربیع الاول ۱۲۶۶ھ میں گلشن جنت کو پرواز کر گئی اس خبر کے مشہور ہوتے ہی معتد آپے مصنوعی حزن و ملال کے اظہار اور اپنی ظالمانہ کارروائیوں کے پوشیدہ کرنے کے خیال سے اپنے معتمدین اور اراکین کے ہمراہ دولت سرا پر حاضر ہوا اور جعفر جو مدعی امامت تھا اس کے پاس آکر رسم تعزیت کو ادا کیا اور آپ کے غسل و کفن اور مشایعت جنازہ کے اہتمام میں مصروف ہوا اور اپنے ملازمین خاص کو مختلف اقسام کے سامان فراہم کرنے پر مامور کیا مگر بایں ہمہ ان لوگوں کو نظام قدرت کے احوال مستمرہ کی کیا خبر ہمارے اور آپ کے بارہویں امام نے باعجاز اپنی مادر گرامی اور معتمدین غلاموں کی ہمراہی اور مشارکت سے اپنے پدر بزرگوار کی جملہ خدمات آخری کو باطمینان تمام غسل کی ترتیب سے لے کر تکفین نعش کی آخری خدمت تک سارے مراحل و منازل اسی احتیاط سے تعمیل فرمائے جو ان مراسم و لوازم کے اصلی مقصود ہوتے ہیں جب بہر طور لاش تیار ہو چکی

پھر اٹھ نہ سکے۔ احمد ابن عبد اللہ حاکم قم کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت کی بدمزگی کی حالت معتد کو معلوم ہوئی تو اس نے میرے باپ عبد اللہ کو آپ کی تیمارداری کے لئے بھیجا اس لئے کہ آپ کی زہر دہانی کا حال نہ کھلے اسکے بعد پانچ ملازمین شاہی کو حضرت کی خدمت میں برابر حاضر رہنے کا حکم دیا اور خود بھی دونوں وقت حضرت کی مزاج پر ہی اور دریافت حال کی غرض سے آتا رہا یہاں تک کہ تین روز میں سارا قصہ تمام ہو گیا جس روز کہ حضرت کو زہر دیا گیا اس کے دوسرے روز زہر کا اثر اور زیادہ ہو گیا عبد اللہ نے طبیبوں کو بلایا اور حضرت کا علاج کرانا شروع کیا درد کی وجہ سے حضرت بہت بے چین ہو رہے تھے۔ اطباء نے مصطکی پیس کر پلانے کی رائے کی مگر بالکل بیکار اور بے اثر ثابت ہوئی آپ کے موجودہ کرب و بے چینی و اضطراب میں سوائے اضافہ کے کچھ بھی افاق نہ ہوا تین دن اور تین راتیں اسی طرح بسر ہوئیں عقیدہ جو آپ کے خاص ملازم تھے وہ از ابتدا تا انتہا حضرت کی خدمت میں حاضر رہے جب آخری رات بھی امام پر سے گذر گئی تو صبح صادق کے وقت حضرت بیہوشی سے ہوش میں آئے اور فوراً بستر مرض سے اٹھ بیٹھے اور وہ پانی مانگا جس میں مصطکی ملی ہوئی تھی عقیدہ نے وہ پیالہ حاضر کیا فرمایا عقیدہ اچھا ابھی اسے رہنے دو پہلے آب خالص لاؤ کہ میں وضو کر کے نماز پڑھ لوں عقیدہ نے فوراً پانی وضو کے لئے حاضر کیا حضرت نے نہایت اطمینان و استقلال سے جس صحیح و تندرستی میں وضو فرمایا کرتے تھے اسی طرح وضو کیا اسکے بعد مصلیٰ پر تشریف لے گئے اور جس حسن آداب اور کمال خضوع و خشوع سے صحت کی حالت میں نماز ادا فرمایا کرتے تھے

ہیں تو روئے خیال کر بلا کی طرف کیئے وہاں آپ کو ایک لاشہ ایسا نظر آئے گا جو بے غسل و کفن زمین پر پڑا ہوا ہے بیٹا ہے تو ضرور لیکن وہ ایسا مجبور و ناچار ہو رہا ہے کہ باپ کی لاش دفن نہیں کر سکتا۔ دفن کرنا تو بڑی بات ہے اپنے باپ کی لاش پر رو نہیں سکتا اور اگر فرط محبت سے آنکھ سے آنسو نکل آتا ہے تو لوگ عوض تلی و دلا سے تعزیت کے تازیانوں سے اذیت دے رہے ہیں۔ الغرض معتمد تو ان تمام سامانوں سے بے خبر تھا ابوالادیان سے واقعہ سن کر سناٹے میں آ گیا اور اپنی خفت کی حالت میں اس نے اپنے کاتب عیسیٰ کو حضرت کے جنازہ کی نماز پڑھانے کی اجازت دی لاش مطہرہ روضہ جناب امام علی انقی میں رکھ دی گئی۔ عام مومنین و مسلمین کا اتنا بڑا مجمع کثیر تھا کہ صحن روضہ اندر سے باہر تک بالکل بھر گیا اس پر بھی ہزاروں آدمی باہر اپنی صف باندھ کر نماز جنازہ میں شریک ہوئے فریقین کے محدثین اور مورخین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اہل اسلام میں جتنا اجماع اور جیسی کثرت اور جیسی مشاعت عظیم الشان جناب امام حسن عسکری کے جنازہ کی شہر سامرہ میں ہوئی ویسی اہل اسلام میں نہ کسی امراء و سلاطین کی آج تک ہوئی اور نہ کسی علماء و پیسوائے دین کی۔ یہ ضرور ہوا کہ جس روز امام حسن عسکری نے دنیا سے انتقال فرمایا تو شہر سامرہ میں عموماً تمام گھروں میں کہرام مچ گیا ہر گلی کوچہ میں حضرت کا ماتم ہو رہا تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ امام حسن عسکری نے انتقال فرمایا ہے تمام لوگ جوق جوق گروہ گروہ سربرہنہ چاک گریبان نظر آتے تھے تمام شہر کی دوکانیں بند ہو گئی تھیں تمام لوگوں نے انتظام خانہ داری کو اس روز ترک کر دیا تھا زبانی پر والامامہ کا شور بلند تھا یہ سب کیوں ہوا

تو عقیدے نے باہر آ کر جعفر کو اطلاع دی کہ حضرت کی لاش تیار ہے اگر نماز پڑھو یہ سن کر جعفر اور ان کے ساتھ وہ تمام شیعہ گروہ جو اس وقت امام کی مراسم تعزیت ادا کرنے کی غرض سے ان کے گرد و پیش جمع تھے اٹھ کر اس مقام پر گئے جہاں لاش مطہرہ نماز جنازہ کے لئے تیار رکھی تھی جب یہ مجمع کا مجمع بالین جنازہ نماز پڑھنے کی نیت سے کھڑا ہوا پس جعفر فوراً نماز پڑھانے پر آمادہ ہوئے ابوالادیان کا بیان ہے کہ جعفر نے جونہی تکبیر کہی اسی اثناء میں میں نے دیکھا کہ ایک طفل گندم گوں کشادہ دندان مثل ماہ شب چہارہ حجرہ کے قریب سے ظاہر ہوا اور لاش اقدس کے قریب پہونچا اور جعفر کی ردائیکڑ کر باؤا بلند فرمایا کہ اے چچا آپ میرے پیچھے کھڑے ہو جائے اس لاش مطہرہ کی نماز سوائے میرے دوسرا پڑھا نہیں سکتا اس لئے کہ امام کی نماز امام ہی پڑھاتا ہے یہ سن کر جعفر کے دل پر کچھ ایسا رعب و جلال طاری ہوا کہ وہ فوراً اپنے مقام سے ہٹ گیا اور اس طفل چند سالہ نے جس کا حسن و جمال ماہ دو ہفتہ سے زیادہ منور اور روشن تھا کھڑے ہو کر باپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ ہاں سچ ہے بیٹا اسی لئے ہوتا ہے کہ باپ کے انتقال کے بعد سربرہنہ ہو جائے غسل و کفن اہتمام سے کرے نماز میت پڑھے ہر بیٹے پر اپنے باپ کی خدمت فرض ہے اور اگر بیٹا روئے تو لوگوں پر فرض ہے کہ بیٹے کو تسکین دے صبر کے جملے تلقین کرے یہ بات کوئی نئی نہیں ہے بلکہ یہ طریقہ پہلے ہی سے چلا آتا ہے۔ اچھا یہ بھی آپ نے کبھی کہیں دیکھا ہے یا کسی سے سنا ہے کہ بیٹا موجود ہو اور باپ کی لاش کو نہ غسل دے سکے نہ کفن پہنا سکے نہ نماز جنازہ پڑھ سکے نہ دفن کر سکے اگر آپ حضرات دیکھنا چاہتے ہیں یا سنا چاہتے

تھی اس کو تو ان سب نے قتل کیا اور طرہ یہ ہے کہ خوش ہو ہو کر آپس میں گلے مل رہے ہیں۔

حَالِ ولادتِ جنابِ صاحبِ الامر علیہ السلام

قال الله تبارك وتعالى ذَا لِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔ مالک عزت مختار فضل عظیم اپنی زبان بے زبانی سے ارشاد فرماتا ہے کہ فضل و شرف و بزرگی کے لائق وہی ہے جس کو چاہے تخت سلطنت پر بٹھادے جس کے سر پر چاہے چتر و تاج ملو کا نہ رکھ دے جس کو وہ چاہے فقیر سے امیر امیر سے بادشاہ بادشاہ سے شہنشاہ کر دے وہی لائق عزت ہے وہی خالق عزت ہے وہ خالق شہنشاہ ہے وہی ایسا ہے اس کی تعریف کوئی کر نہیں سکتا اس وقت ایک واقعہ ایسا عرض کرتا ہوں جس کو سن کر حضرات سامعین کے دل میں اور زیادہ خدا کی قدرت کا نمونہ نظر آئے چاہتا ہوں کہ ایک مرتبہ سب مل کے نعرہ صلوٰۃ بلند فرمائیں شیخ طوسی علیہ الرحمہ سلیمان ابن بشیر بردہ فروش کی زبانی تحریر فرماتے ہیں کہ میں سامرہ میں جناب امام علی نقی کے ہمسایہ میں رہتا تھا اور قریب قریب ہر روز حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور حضرت کے فیوض و ارشاد سے مالا مال ہوا کرتا تھا کچھ ایسی خدمت دل سے میں نے حضرت امام علی نقی کی کی کہ ان حضرت کو میری ذات پر کمال اعتبار اور میری بات پر وثوق و اعتماد کلی حاصل ہو گیا تھا۔ ایک روز یہ کہتے ہیں کہ میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت کا

اس لئے کہ امام حسن عسکری نے انتقال فرمایا تھا اگرچہ دنیا خلاف تھی مگر جو امام دنیا سے گیا اس کی لاش فوراً ضرور اٹھائی گئی اور دفن بھی ضرور ہوئی یہ تو کربلا ہی میں دنیا پٹی ہوئی تھی کہ اپنے کشتوں کو دفن کیا اور حسین کی لاش کو بے گور و کفن چھوڑ دیا اور یہ نہیں کہ اپنے کشتوں کے دفن کے بعد ہی لاش امام کو دفن کر دیا ہوتا ایسا بھی نہیں کیا۔ بسکہ وہ لوگ کسی وقت بھی متوجہ دفن و کفن کی طرف ہوئے ہی نہیں گیا رہیں اما کے انتقال سے لوگ سر برہنہ ہو گئے اور حسین کی شہادت کے بعد پیادے بھی گھوڑوں پر سوار ہو گئے وہاں لوگ سر برہنہ اس لئے ہوئے کہ امام کا انتقال ہوا ہے صورت رونے والوں کی بنانا چاہیے اور جب تک امام دفن نہ ہو لیں اس وقت تک یہی حال بنا رہے اور کربلا میں فرزند رسول کو قتل کرنے کے بعد بعض سر برہنہ گھوڑوں پر اس لئے سوار ہوتے کہ لاش کا دفن کرنا کیسا بلکہ لاش کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے ایسا پامال کر ڈالو کہ کسی عضو جسم کا پتہ ہی نہ مل سکے اور گوشت حضرت کے جسم مبارک کا گھوڑوں کی ٹاپوں میں تقسیم ہو جائے افسوس صد ہزار افسوس کہ امام حسن عسکری کے بعد دو کانیں بند کر دی جائیں شہر سامرہ میں خاموشی سی چھا جائے لوگ ایک دوسرے کو دیکھ کر اور زیادہ گریہ کریں اور حسین مظلوم کی شہادت کے بعد شہر آراستہ ہوں دو کانیں سچی جائیں لوگ خوش ہو ہوں کے قتل حسین کی خوشی میں آپس میں بغلیں ہوں میں آپ حضرات پر چھتا ہوں کہ جب یہ ملائین بعد مظلوم کربلا عید کی طرح بغلیں ہوتے ہوں گے تو زینب ام کلثوم کے دل پر کیا گذرتی ہوگی خصوصاً اس کس نچی کے دل پر کیا گذرتی ہوگی جب وہ یہ خیال کرتی ہوگی کہ میں جس کے سینہ پر سوتی

کہ وہ بردہ فروش اپنی تمام کنیزوں میں سے اس کنیز خاص کو جس کا
ایسا چہرہ اور ایسا سراپا ہوگا ریشمی موٹا کپڑا پہنے ہوئے ہوگی اور وہ عام
و خاص خریداروں کو اپنی طرف نظر کرنے کو براہِ منع کرتی ہوگی وہ بردہ
فروش خریداروں کو دکھانے کے لئے کشتی سے اسے باہر لائے گا یہ سخت
اس بردہ فروش کی اس کنیز کو بری معلوم ہوگی اور زبانِ رومی میں
وہ اس سے کہتی ہوگی کہ وائے ہو تجھ پر تو مجھے ناخرمیوں کے سامنے لاتا
ہے اسی اثناء میں ایک شخص کہے گا کہ میں اس کنیز کا تین سو اشرفیوں کا
خریدار ہوں اور اس وجہ سے اس کو خریدنا چاہتا ہوں کہ یہ کنیز نہایت
عفت و عصمت دار مجھے معلوم ہوتی ہے یہ سنکر وہ کنیز اس سے کہے گی کہ
اے شخص اگر تجھ کو جناب سلیمان کی ایسی سلطنت بھی مل جائے اور تو انکی
طرح پوری شان و شوکت میں ہو کر بھی میری خواستگاری کرے تب بھی
تیرے مال و دولت پر میں رغبت نہ کروں جب وہ کنیز یہ تقریر کرے گی
تو وہ خریداری سے باز آئے گا اسکے بعد وہ بردہ فروش خود اس کنیز
سے پوچھے گا کہ بتا دو تو ہی بتا کہ میں تیرے بیچنے کی کیا تدبیر کروں اسلئے
کہ تو کسی خریدار سے راضی ہی نہیں ہوتی تب وہ کنیز اس کو خود جواب
دے گی کہ اے بردہ فروش کیوں گھبراتا ہے اگر خدا نے چاہا تو ایسا خریدار
جس کی دیانت و امانت پر مجھے پورا وثوق و اعتماد و اعتبار ہے وہ آیا
چاہتا ہے جب اس کلام کو اس کنیز سے سن لینا اس وقت یہ خط اس
بردہ فروش کو دینا اور کہنا کہ دنیا بھر سے بہتر و افضل جو شخص اس وقت
دنیا میں ہے اس نے یہ خط تجھ کو دیا ہے تجھ کو لازم ہے کہ اس خط کے
پڑھنے کے بعد یہ خط اس کنیز کو بھی دیدینا کہ وہ بھی اچھی طرح پڑھے

خادم جس کا نام کافور تھا میرے پاس آیا اور کہا کہ تم کو جناب امام
علی انقیادی فرما رہے ہیں۔ یہ سن کے انھیں نے کپڑے پہنے اور اسکے
ساتھ روانہ ہو گئے یہاں تک کہ جب حضرت کی خدمت میں پہنچے تو بکھا
کہ حضرت ایوانِ معلیٰ میں اپنے صاحبزادے امام حسن عسکریؑ کے ساتھ
تشریف فرما ہیں اور پس پردہ آپ کی ہمیشہ معظمہ جناب حکیمہ خاتون
تشریف رکھتی ہیں میں نے سلام عرض کیا حضرت نے جواب سلام دیکر
ارشاد فرمایا کہ میں نے تم کو اس لئے بلایا ہے کہ تم اولاد انصار سے ہو
اور جناب رسالتؐ کے وقت سے اس وقت تک تم لوگوں کے دل
میں ہماری محبت قائم ہے اور ہمیشہ سے تم لوگوں پر ہمارا اعتماد ہے اسی
بنیاد پر اس وقت تم کو ایک خاص راز سے مطلع کرتا ہوں اور ایسے شرف
خاص سے مشرف کرتا ہوں جس کی وجہ سے تم کو تمام افرادِ شیعہ پر ترجیح
لازم آجائے اور وہ راز یہ ہے کہ میں تمہیں فی الحال ایک کنیز مول لینے
کے لئے بھیجتا ہوں یہ فرما کر حضرت نے ایک تھیلی جس میں دو سو تیس
اشرفیاں تھیں وہ عنایت فرمائی ایک خط عنایت فرمایا جو زبانِ رومی
میں لکھا ہوا تھا وہ عطا فرما کر فرمایا کہ یہ تھیلی اور یہ خط لے کر بہت جلد
بغداد چلے جاؤ وہاں صبح پہنچو گے جب دوپہر ہو تو بغداد کے پانچ بجاکر
کھڑے ہو جانا تھوڑی دیر میں وہاں اہلِ بربر کی کشتیاں آئیں گی،
ان میں کنیزیں بھی ہوں گی خلیفہ عصر کے وکلاء ان کی خریداری پر ٹوٹ
پڑیں گے پس تم تامل کرنا اور ٹھہرے رہنا اسکے بعد اس بردہ فروش کو
جس کا نام عمر ابن یزید ہے نہایت ہوشیاری اور رازداری سے وکلاء
شاہی کی آنکھیں بجا کر اپنے پاس بلانا اور اس سے باتیں کرنا یہاں تک

سن میں تجھ سے ابھی ابھی کہے دیتی ہوں اے شخص آگاہ ہو کہ میں قیصر روم کے لڑکے یثوعا کی بیٹی ہوں اور میرا نام ملکہ ہے اور میرے والدین حضرت شمعون الصفا و صی جناب عیسیٰؑ کی اولاد سے ہیں میرے دادا قیصر روم نے چاہا تھا کہ مجھے تیرے چچا زاد بھائی سے بیاہ دیں میری عمر اس وقت تیرہ سال کی تھی اس نے میری شادی کا انتظام اپنے خاص اہتمام سے اپنے خاص قصر شاہی میں کیا حوارین حضرت عیسیٰؑ کی تمام ذریات علماء شریعت اور تمامی عمائد و اراکین سلطنت اور سات سو دیگر عہدہ داران ملکی و مالی اور اسی قدر افسران جنگی اور چار ہزار دیگر قبائل کے لوگوں کو جمع کیا اور بہت بڑی آرائش و زیب و زینت میں تمام قصر شاہی آراستہ کئے گئے اور ایک تخت بیش بہا اور پر تکلف عروس کے لئے تیار کیا گیا اس تخت کے چالیس پائے تھے اور اس میں بہت سی تصویریں تھیں اُس پر میں بٹھائی گئی اور میرا چچا زاد بھائی اور علماء کو حکم دیا گیا کہ مراسم تزویج کا آغاز کریں ان علماء نے حکم پاتے ہی انجیل کی جلدیں اپنے اپنے ہاتھوں میں اٹھائیں چاہتے تھے احکام مناکحت کا آغاز کریں کہ دفعۃً وہ تمام تصویریں جو آویزاں اور چسپاں تھیں۔ سب کی سب گر پڑیں اور چالیسوں پائے اس تخت کے مڑ مڑ کے ٹوٹ گئے یہ کیفیت دیکھ کر علماء کے ہوش اڑ گئے تمام اعضاء کانپنے لگے پس ان میں سے ایک کبیر السن شخص نے اٹھ کر میرے دادا سے یہ بات کہی کہ اے بادشاہ ہم لوگوں کو اس امر کی تعمیل سے معاف رکھا جائے کیونکہ اس امر کے انعقاد سے یہ ایسی منحوس باتیں ظہور میں آئی ہیں جو مذہب عیسائی کے زوال کو بہت

پھر تم یہ کہنا کہ اگر یہ کنیز اس خط کے کاتب کے ساتھ اپنی رضامندی ظاہر کرے تو میں ان کی طرف سے اس کنیز کو خرید لوں گا۔ یہ سمجھا کر حضرت نے ان کو رخصت کیا اور یہ حضرت کا خط لیکر سامرہ سے روانہ ہو کر بغداد کے پل پر پہنچے اور جو حضرت نے ارشاد فرمایا تھا وہ سب ظہور میں آیا یہاں تک کہ وہ نامہ اس بردہ فروش کو میں نے دیا بردہ فروش نے وہ خط پڑھ کر اس کنیز کے حوالے کیا جب اس کنیز نے اس خط کو پڑھا تو اس بردہ فروش سے کہا کہ مجھ کو بلاتامل اسکے ہاتھ نیچ ڈال اور اگر تو مجھ کو اس شخص کے ہاتھ نہ بیچے گا تو میں اپنے نہیں ہلاک کر ڈالوں گی راوی کہتا ہے کہ جب اس بردہ فروش نے کنیز کی یہ تقریر سنی تو مجھ سے کہا کہ اب مجھ کو کیا عذر ہے اس کنیز کو تمہارے ہاتھ بیچنے میں اب قیمت طے ہونے لگی یہاں تک کہ امام علیؑ نے جو قیمت عطا فرمائی تھی وہ اسی قیمت پر راضی ہو گیا اور میں نے اس کنیز کو اسی وقت اس سے خرید لیا جو نہی میں نے قیمت ادا کی وہ کنیز بہت خوش اور مسرور ہوئی اور میرے ساتھ میرے مکان پر آئی اس مکان میں جو میں نے تجارت کی ضرورت سے عرصہ سے بغداد میں خرید رکھا تھا میں نے دیکھا کہ وہ کنیز بار بار امام علیؑ کے خط کو چومتی ہے اور آنکھوں سے لگاتی ہے۔ جب میں نے اس کے اخلاص و اشتیاق کو یہاں تک پایا تو میں نے کہا کہ تم بار بار اس خط کو کیوں آنکھوں سے لگاتی ہو حالانکہ تم اس خط کے کاتب کو بھی نہیں جانتیں یہ سن کر اس کنیز نے میری طرف تعجب کی نگاہوں سے دیکھ کر کہا اے جاہل کم معرفت مجھ سے ذریت فرزندان و اوصیائے پیغمبران کی حقیقت ابھی طرح کان لگا کر

محمد مصطفیٰؐ نے اشارہ کیا جناب امام حسن عسکریؑ کی طرف یہ سنکر جناب عیسیٰ ابن مریمؑ نے حضرت شمعونؑ سے فرمایا کہ خوش نصیب تمہارے اب اور کیا چاہتے ہو دونوں جہان کے تم کو شرف حاصل ہو گئے اب تم اپنی دختر کو فرزند رسولؐ کے ساتھ تزویج کر دو حضرت شمعونؑ نے فرمایا کہ میں نے آپ کا حکم جان و دل سے منظور کیا اسکے بعد جناب رسالتؐ نے خطبہ پڑھا یہاں تک کہ حضرت مسیحؑ کے سامنے میرا عقد جناب امام حسن عسکریؑ کے ساتھ کر دیا گیا تمام مجتمع حضرات جو تھے وہ سب گواہ ہو گئے جب میں خواب سے چوٹکی تو اپنی جان کی ہلاکت اور آپس کی شہادت کے خوف سے کسی سے بھی اس کا ذکر نہ کر سکی بلکہ اس نشانہ کو اپنے دل ہی دل میں لے رہی لیکن یہ ضرور ہوا کہ اس خورشید امامت کی محبت میرے دل میں روز بروز مشتعل ہوتی رہی اور میں درد فراق میں کسی طرح صبر و تحمل نہ کر سکی یہاں تک کہ کھانا پینا حرام ہو گیا روز بروز چہرہ متغیر اور جسم لاغر ہوتا گیا مملکت روم کے تمام باشندوں میں کوئی طبیب کوئی حکیم ایسا نہیں چھوڑا جس سے میرا علاج نہ رجوع کیا گیا ہو مگر کوئی فائدہ کسی قسم کا نہ ہوا جب میرا دادا ہر طریقہ سے مایوس ہو گیا تو مجھ سے پوچھا کہ اے ملکہ دنیا کی جو حسرت تیرے دل میں ہو وہ مجھ سے کہہ دے کہ میں تیرے لئے مہیا کر دوں اس وقت میں نے کہا اے دادا خوشی کے دروازے میرے لئے بند ہو چکے اگر مسلمان قیدیوں کو آپ اپنے قید خانہ سے رہا کر دیں تو مجھے یقین ہے کہ اس کا احسنہ کے صلے میں حضرت مسیحؑ اور ان کی مادر گرامی قدر مجھ کو صحت و عافیت عنایت فرمائیں پس اس نے میری اس سفارش کو منظور کیا اور اسی وقت تمام مسلمان قیدیوں کو

آنے والا بتلا رہی ہیں قیصر روم نے اس واقعہ کو خال بد خیال کر کے حکم دیا کہ یہ تخت از سر نو پھر درست کئے جائیں اور نوشاہ اول کی جگہ پر برادر نوشاہ کا تختہ میرے سامنے کر دیا جائے پس حکم قیصر سے وہ تخت خیر درست کیا گیا اور اس قصر کی پھر زیب و زینت کی گئی اور برادر نوشاہ ابکی مرتبہ اس تخت پر بٹھایا گیا علمائے جیسے ہی چاہا کہ عقد شروع کریں کہ پھر دفعۃً اسی طرح وہی سامان ہو گئے جیسے کہ پہلے ہو چکے تھے اس بھائی کی نحوست اس بھائی سے بھی زیادہ مشاہدہ میں آئی اور ثابت ہوئی۔ بہر حال جب یہ آنا ریزدانی اور آیا ربانی ظاہر ہوئے تو اس کے مشاہدے سے لوگ ڈر کے مارے متفرق ہو گئے اور میرا دادا قیصر روم بھی رنجیدہ خاطر اپنی محل سرا میں چلا گیا اور میں بھی اپنے خلوت کدہ میں پہونچا دی گئی جو نہی میں اپنے مقام پر پہونچی تو تھوڑی دیر کے بعد مجھ کو نیند آ گئی تو میں نے عالم رویا میں دیکھا کہ جناب مسیحؑ اور حضرت شمعونؑ مع حوارین تشریف لائے ہیں اور میرے دادا کے قصر میں جہاں تخت عروسی بچھایا گیا تھا ایک منبر نور نصب کیا گیا ہے اسی اشار میں جناب رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰؐ اپنے وصی و داماد علی ابن ابیطالبؑ کو اپنے ہمراہ لیکر تشریف لائے ہیں اور ان کے ساتھ دیگر ائمہ طاہرینؑ بھی ہیں میں نے دیکھا کہ جیسے ہی محمد مصطفیٰؑ کو حضرت مسیحؑ نے تشریف لاتے ملاحظہ فرمایا فوراً استقبال کو روانہ ہوئے اور جب قریب پہونچے تو اپنے ہاتھ حضرت کے گلوئے مبارک میں ڈال دیئے حضرت نے فرمایا اے روح اللہ میں اس لئے آیا ہوں کہ ملکہ تمہارے وصی شمعونؑ کی دختر اپنے فرزند کے ساتھ نامزد کر دوں یہ کہہ کر جناب

ہے کہ اے ملکہ نے تیرا نصیب روشن ہوا اور تو جس کی منتظر تھی وہ تیرے
دیکھنے کو تشریف لائے ہیں جو نبی میں نے ان جناب کی زیارت کی تو
میں نے عدم تو جہی کی حضرت سے شکایت کی حضرت نے ارشاد فرمایا
تاخیر کا سبب یہ تھا کہ تم مشرک تھیں الحمد للہ اب تم کامل الایمان ہو گئیں
اب ہر رات کو میں تمہارے دیکھنے کو آیا کروں گا اس وقت تک جب تک
کہ قادر مطلق ہم کو اور تم کو ایک جانہ کر دے بشیر ابن سلیمان کا بیان ہے
کہ ملکہ سے میں نے پوچھا کہ اس وقت آپ مقید ہو کر کیسے آئیں تو ملکہ نے
مجھ کو یہ جواب دیا کہ ایک رات کو امام حسن عسکریؑ تشریف لائے تو مجھ کو
ارشاد فرمایا کہ تمہارا دادا قیصر روم فلاں فلاں روز بلاد اسلامیہ پر ایک
لشکر روانہ کرے گا اور خود لشکر کے پیچھے پیچھے جائے گا پس تم بھی ایک
جماعت میں جا کر چھپ جانا کہ تم کو کوئی پہچانے نہیں میں نے ان جناب
کے حکم کی تعمیل کی اتفاق سے مجھے اول مسلمانوں کے ہراول لشکر ملے انہیں
نے جیسے ہی مجھ کو دیکھا گرفتار کر لیا مال کار میرے سرگذشت کا یہ ہے
جو تم اپنی نظروں سے مشاہدہ کر رہے ہو اور یہ بھی سمجھ لو کہ سوائے تمہارے
میرا یہ حال اور کوئی نہیں جانتا ہے اور نہ یہ کوئی سمجھ سکتا ہے کہ میں
قیصر روم کی پوتی ہوں یہ پیر مرد جس کے حصہ میں میں آئی اس نے
میرا نام پوچھا تو میں نے قیصر روم کے اعزاز کی وجہ سے اس کو اپنا نام
نر جس بتا دیا جو نبی اس نے میرا نام نر جس سنا فوراً اس نے میری تصدیق
کر لی اور کہا کہ ہاں ایسا ہی نام کنیزوں کا ہوتا ہے غرض کہ بشیر ابن سلیمان
نے ملکہ کو لیکر خدمت امام علیؑ میں حاضر کیا حضرت نے ارشاد فرمایا
کہ اے نر جس خداوند عالم نے تمہارے دل پر دین اسلام کی فضیلت

رہا کر دیا اس امر کو پندرہ یوم گزرے ہوں گے کہ میں نے پھر ایک
خواب دیکھا کہ جناب فاطمہ زہراؑ معتمدہ حوران جنت کے ساتھ
تشریف لائی ہیں اور جناب مریمؑ بھی ان معتمدہ کے ساتھ ہیں۔ پس جناب
مریمؑ نے مجھ سے فرمایا کہ اے ملکہ ان معتمدہ کو پہچان لو یہ تمہارے شوہر
امام حسن عسکریؑ کی جدہ ماجدہ ہیں جب نے یہ سنا تو میں ان کے دامن
سے پٹ گئی اور زار زار رونے لگی اور شکایت کرنے لگی کہ آپ کے فرزند
امام حسن عسکریؑ تو مجھ سے اس وقت تک کراہت کرتے ہیں تو جواب میں
اس وقت فاطمہ زہراؑ نے ارشاد فرمایا کہ میرا فرزند ابھی تمہارے پاس
کیسے آسکتا ہے کیونکہ تم تو ذات خدا میں دوسرے کو شریک سمجھتی ہو اور
میری بہن مریمؑ بھی تم سے اسی وجہ سے ناراض ہیں اگر تم خداوند عالم
اور حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو خوش و مسرور کرنا چاہتی ہو اور میرے
فرزند کی خواہش بھی رکھتی ہو اور چاہتی ہو کہ میرا فرزند حسن عسکریؑ بھی
تمہارے پاس آوے تو تم اپنی زبان سے کہو اشھد ان لا الہ الا اللہ
واشھد ان محمداً رسول اللہ آپ کے یہ ارشاد ہدایت بنیاد سنتے
ہی میں نے فوراً کلمہ طیبہ زبان پر جاری کیا اس کلمہ طیبہ کے سنتے ہی
جناب صدیقہ طاہرہ نے مجھ کو اپنے سینہ اقدس سے لگالیا اور مجھے تسلی
و تشفی دے کر ارشاد فرمایا کہ اب تم البتہ مومنہ کاملہ ہو گئیں اور اب میرا
فرزند ارجمند تمہارے دیکھنے کو ضرور آئے گا اس خواب کے دیکھنے کے
بعد میری آنکھ کھل گئی اور میں برابر اس کلمہ مبارکہ کی فراز و نوا کرتی
رہی دوسری رات جب آئی تو میں نے پھر ایک خواب رات کو دیکھا کہ
کہ جناب امام حسن عسکریؑ تشریف لائے ہیں اور ایک منادی ندا کر رہا

لو یہ وہی ذی قسمت اور صاحب عزت ہے جس کا ذکر میں تم سے قبل میں کر چکا ہوں یہ سنکر اس خاتون معظمہ نے نرجس کو اپنی آغوش میں لے لیا حضرت نے فرمایا اے بہن آپ ان کو اپنے ساتھ لیجائیے پس جناب حکیمہ اسی وقت ان کو اپنے ساتھ اپنے مکان پر لے گئیں اور اپنے ساتھ ہی رکھا یہ عزت و شرف کسی کو مل نہیں سکتا جو جناب نرجس خاتون کو خداوند عالم نے عطا فرمایا خیال تو فرمائیے کہ کہاں کی رہنے والی اور کس طرح خدمت حکیمہ خاتون میں پہنچیں ایک روز جناب امام حسن عسکریؑ اپنی پھوپھی جناب حکیمہ کی دولتسرا میں تشریف لائے اور نرجس خاتون کو بہت غور سے ملاحظہ فرمانے لگے حکیمہ خاتون نے فرمایا بیٹا اگر یہ کنیز پسند ہے تو تمہارے پاس بھیج دوں آپ نے فرمایا اے پھوپھی میں نے اس وجہ سے اس کی طرف دیکھا کہ پروردگار عالم نے کتنی جلدی اس کو اُس فرزند کی پیدائش کے لئے بھیج دیا جس کے پیدا ہونے سے دنیا عجب رنگ کی ہو جائے گی ہر طرف نور ہی نور نظر آئے گا فرمایا تو میں اس کو تمہارے پاس بھیج ہی دوں تو اچھا ہے عرض کیا پھوپھی ابھی بھیجے نہیں بلکہ میرے پدر بزرگوار سے مشورہ کر لیجئے یہ سنکر جناب حکیمہ خاتون اپنے بھائی کی خدمت میں پہنچیں ابھی کسی قسم کا کوئی کلام زبان پر جاری نہیں کیا تھا کہ امام علیؑ نے فرمایا بہن نرجس کو میرے فرزند حسن عسکریؑ کو ہمہ کرد و حکیمہ خاتون نے کہا میں بھی یہی کہنے آئی تھی یہ باتیں کر کے حکیمہ خاتون نے نرجس کا عقد امام حسن عسکریؑ سے کیا مجلسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ حسب عادت ایک روز جو حکیمہ خاتون اپنے برادر نامدار جناب علیؑ کی خدمت میں گئیں تھوڑی دیر بیٹھ کر چاہا کہ مکان کو ڈس

اور ترجیح بمقابلہ دین نصاریٰ کے کیسے ظاہر فرمائی نرجس نے عرض کیا یا بن رسول اللہؐ میں کیا عرض کروں میری روئداد مجھ سے بہتر آپ جانتے ہیں حضرت نے ارشاد فرمایا میری دلی خواہش یہ ہے کہ میں دین و دنیا میں تمہارے مدارج و مراتب اور زیادہ وسیع کر دوں لیکن دو باتیں صرف تم سے کہنا چاہتا ہوں ان دونوں میں سے جس بات کو چاہا ہو اختیار کرو ایک تو یہ ہے کہ میں تمہیں دس ہزار اشرفی دیتا ہوں اور آزاد کئے دیتا ہوں اور دوسری بات یہ ہے کہ ایک بشارت ابدی تم کو سنا تا ہوں جو تمہارے مقدر میں ہونے والی ہے نرجس نے کہا کہ مجھے دولت دنیا کی مطلق خواہش نہیں لیکن حضورؐ کی زبان مبارک سے اس بشارت روحانی اور ودیعت ربانی کے ملنے کی مشتاق و متمنی ہوں حضرت نے ارشاد فرمایا اے نرجس تمہارے بطن کو انشاء اللہ ایک فرزند صالح ایسا پیدا ہوگا کہ جو زمین کو عدل و انصاف کے بھر دے گا نرجس نے عرض کیا یا حضرت یہ فرزند کس کے صلب سے پیدا ہوگا فرمایا اس کے صلب سے ہوگا جس جناب رسالتؐ نے تمہاری خواستگاری کی تھی اور جناب مسیح اور حضرت شمعون نے جس کے ساتھ تمہارا عقد کیا تھا نرجس نے کہا کہ میرا عقد امام حسن عسکریؑ کے ساتھ ہوا تھا فرمایا تم اس کو پہچانتی بھی ہو عرض کیا بیشک جس شب کو جناب فاطمہ زہراؑ میرے دیکھنے کو تشریف لائیں اور مجھے دولت اسلام سے مشرف فرمایا اس کے بعد کوئی شب ایسی نہیں گذری کہ امام حسن عسکریؑ میرے دیکھنے کو نہ تشریف لائے ہوں یہ سنکر حضرت نے اپنی بہن جناب حکیمہ خاتون کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا اے بہن

جائیں کہ امام حسن عسکریؑ نے فرمایا پھوپھی آج نہ تشریف لیجائیے اس شب یہیں قیام فرمائیے اس لئے کہ اس شب کو وہ فرزند پیدا ہوگا جو میرے بعد قیامت تک زندہ رہے گا حکیمہ نے کہا کہ وہ فرزند کس سے پیدا ہوگا فرمایا نرجس سے جناب حکیمہ نے کہا کہ نرجس میں تو مطلق اثر حمل ہی نہیں ہے یہ کہہ کر اٹھیں اور شکم و پشت نرجس کا ملاحظہ فرما کر کہا کہ کسی طرح کوئی علامت حمل کی تو معلوم نہیں ہوتی جناب امام حسن عسکریؑ مسکرائے اور فرمایا اے پھوپھی مثال نرجس کی مادر موسیٰ کی سی ہو کہ ہنگام ولادت تک کسی قسم کا کوئی اثر حمل ان میں نہ تھا اور کچھ غیر بھی والدہ موسیٰ میں نہ تھا اس لئے کہ فرعون شکم زنانہ حاملہ بہ طلب موسیٰ چاک کرتا تھا تو اے پھوپھی اس فرزند کا حال بھی ان امور میں مثل احوال حضرت موسیٰ ہے اور صبح تک انشاء اللہ حمل کا حال آپ کو معلوم ہو جائے گا جناب حکیمہ خاتون جناب نرجس خاتون کے پاس گئیں اور واقعہ گفتگو بیان کیا جناب نرجس نے عرض کیا اے خاتون معظمہ مجھ میں تو کوئی اثر حمل کا مطلق نہیں معلوم ہوتا مختصر یہ کہ جناب حکیمہ خاتون رات کو وہیں رہیں اور نماز پڑھ کے نزدیک نرجس خاتون کے آرام کیا مگر اس طرح کہ ان کے حال کی خبر گیری کرتی رہیں لیکن جتنی رات گذرتی جاتی تھی ہر لحظہ تعجب و حیرت زیادہ ہوتا جاتا تھا جناب حکیمہ خاتون کہتی ہیں کہ اس شب اور راتوں سے پہلے نماز تہجد پڑھنے اٹھ بیٹھی اور نماز شب ادا کی جب نماز پڑھنے میں مشغول ہوئی تو نرجس خاتون بیدار ہوئیں اور وضو کر کے انھوں نے نماز شب پڑھی یہ وقت صبح کا ذب کا تھا قریب تھا کہ میرے دل میں وعدہ امام حسن عسکریؑ سے شک آجائے ناگاہ

امام حسن عسکریؑ نے اپنے حجرہ سے فرمایا پھوپھی شک نہ کیجئے گا وقت موعود آ پہونچا دیکھا کہ نرجس خاتون کچھ مضطرب ہو رہی ہیں پس جناب حکیمہ نے کچھ اسماء الہی ان پر دم کئے جناب امام حسن عسکریؑ نے فرمایا پھوپھی سورہ اِنَّا اَنْزَلْنَا بِرُحْمِکَ نَرْجِسُ پَر دَم کیجئے سورہ اِنَّا اَنْزَلْنَا حکم امام سے دم کر کے پوچھا کہ اے نرجس بتاؤ کہ اب کیا حال ہے انھوں نے کہا کہ جو کچھ میرے مولائے آپ سے ارشاد فرمایا تھا وہ ظاہر ہوا اور اُس فرزند امام نے جناب حکیمہ کو سلام کیا اسی اشار میں نرجس خاتون نظروں سے غائب ہو گئیں حکیمہ خاتون روتی ہوئی امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوئیں حضرت نے فرمایا پھوپھی جائیے نرجس کو اپنے مقام پر دیکھئے گا جب واپس آئیں تو واقعی نرجس خاتون کو وہیں پر پایا لیکن تغیر کے ساتھ وہ تغیر کیا تھا کہ نرجس خاتون پہلے ایسی نہ تھیں اب جو دیکھا تو ایسی نورانی ہو رہی تھیں کہ دیکھنے سے خیرگی کرنے لگیں ایک بعد ہمارے اور آپ کے بار ہوئے امام نے قبلہ رخ انگشتان سبابہ کو آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدًا رسول اللہ و ان امیر المومنین یہاں تک کہ سب ماموں کے نام اپنی زبان پر جاری کئے جب اپنے نام پر پہونچے تو عرض کیا کہ خدا وعدہ نصرت جو تو نے مجھ سے کیا ہے اے تو وفا کر اور میری خلافت اور امامت کو تمام کر اور میرے دشمنوں سے انتقام لے۔ حضرات یاعین صحبت فضائل آپ کو یہ تو معلوم ہو گیا کہ آپ کے بار ہوئے امام کی والدہ گرامی کون تھیں اور کس طرح یہاں آئیں اور کیا مرتبہ پایا کہ کیا رہیں امام کی زوجہ ہوئیں اور بار ہوئے امام کی والدہ معظمہ ہوئیں جن کا

نام اہل تاریخ نے نرس خاتون لکھا ہے آپ کے والد بزرگوار جناب امام
حسن عسکری علیہ السلام کی جائے ولادت سرمن رائے ہے اور تحقیق
سے پتہ چلا کہ ولادت باسعادت حضرت صاحب کی ۱۵ شعبان ۳۵۸ھ
میں واقع ہوئی ایک مرتبہ باواز بلند صلوات پڑھیے تو قصیدہ عرض کروں

قصیدہ

خوش قسمت جہاں میں آج وہ لایا گیا کہ جسکے جد کی خاطر سے پلٹ کر آفتاب آیا
فلک اب کجھکائے درپردہ گرد و جلا آیا زمین آنکھیں بچھائے نور چشم بو تراب آیا
جناب عسکری کا لعل با صد آب تاب آیا امامت کجھلا میں بار ہوا وہ خوش آب آیا
کیونہ بیاختہ دیکھوں حج رو حضرت حجت چھپے تھے بچنے میں ابدا رکھے شباب آیا
علی ہر چند شہید ارتھے لیکن شب بھرت نبی کے خاص بستر بڑی راحت خواب آیا
امام عصر میں تیرہ نوروں کی ضیا باری جو مجموعہ ہو سب کے نور کا وہ آفتاب آیا
امام عسکری کے یوسف ثانی کی آمد میں عروس نظم کا مثل نہ لایا پھر شباب آیا
ہوا روشن زمانہ اس مہ برج امامت سے ہر اکٹھے ہو گئی پر ضو وہ کامل ماہتاب آیا
ملانک محو نظارہ ہیں سوئے ارض آنکھیں مل فلک آئے عیسیٰ کہ یہ گردوں جناب آیا
کلام اللہ صامت اور علی قرآن ناطق ہیں اسی قرآن کا پارہ بار ہواں یہ لاجواب آیا
زمین نے مثل مادر کے لیا قاری کو گودی میں
ہوا معلوم جب اسکو غلام بو تراب آیا

(کتبہ: طاہر حسین بکھنو)

بَحَارُ الْأَنْوَارِ

از علامہ مجلسی علیہ الرحمہ
واعظین وذاکرین کے لئے بے نظیر بے مثال تحفہ

اس جلد میں مکمل حالات سوانح حضرت امام حسینؑ
درج ہیں، مثلاً معجزات، مناجات، آیات در شان
امام حسینؑ شہادت کی پیش گوئی انبیاء و مرسلین کی
زبانی مراتب زائرین امام حسینؑ، قاتلان امام حسینؑ
کا انجام مدینہ سے روز عاشورہ تک کے حالات،

جلد اول
جلد دوم

شہادت عظمیٰ پر اعتراضات اور اس کے مدلل جوابات

جلد دوم میں اہل حرم کی اسیری کوفہ و شام کے دردناک واقعات
سرام حسینؑ کے واقعات، اہل حرم کی مدینہ کو واپسی خروج مختار قبر امام حسینؑ
پر امت کے مظالم روضہ مبارک سے معجزات کا ظہور۔ ہدیہ جلد اول رقم = 120
اس میں جناب فاطمہ الزہرا سیدۃ النساء العالمین صلوٰۃ اللہ

جلد سوم

علیہا کے حالات مقدسہ درج ہیں۔ ہدیہ مجلد = 75

اس جلد میں امام محمد باقر علیہ السلام کے حالات درج
ہیں اور معلومات کا بیش بہا خزانہ موجود ہے۔

جلد چارم
پنج و ششم

جلد پنجم میں حضرت امام علی الرضا علیہ السلام کے حالات
زندگی و نیز آپ کے معجزات ورود در نیشاپور اور

حالات شہادت درج ہیں۔ ہدیہ چارم و پنجم رقم = 120

ملنے کا پتہ: نظامی پریس بکڈپو، وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ